

حیرت انگیز اور انتہائی دلچسپ حکایات اور واقعات کا مجموعہ

حکایاتِ غوثیہ

المَعْرِفَہ

میں اور میرے اللہ میاں

مصنف

حضرت مولانا سید غوث علی شاہ صاحب قلندر قادری



حیرت انگیز اور انتہائی دلچسپ حکایات اور واقعات کا مجموعہ

حکایات نثریہ

المعروف

میں اور میرے اللہ میاں

مصنف

حضرت مولانا سید غوث علی شاہ صاحب قلند قادری

مشتاق بک کارفر

الکسیر مارکیٹ - اردو بازار، لاہور

ہماری کتابیں معیاری کتابیں
خوبصورت اور کم قیمت کتابیں

ناشر: مشتاق احمد

اہتمام: سلمان منیر

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب	—	حکایتِ غوثیہ المعروف میں اور میرے اللہ میاں
مصنف	—	سید غوث علی شاہ صاحب
پروف ریڈنگ	—	حافظ محمد برکت
مطبع	—	اسد منیر پرنٹرز، لاہور
سن اشاعت	—	مارچ 2007ء
ڈیزائن	—	عاطف بیٹ
کمپوزنگ	—	گل گرافکس
قیمت	—	130 روپے

مشاق احمد

الکدیم مارکیٹ - اردو بازار، لاہور

فہرست

15	وجہ اشاعت	⌘
17	یا الہی یہ ماجرا کیا ہے	⌘
18	حبس دم کی بھائی پر آزمائش	⌘
19	درخت بھی جل کر خاک ہو گیا	⌘
20	عمل پڑھتے ہی ایک روپیہ روز مل جاتا	⌘
23	اپنے اوپر ہی عاشق ہو گیا	⌘
24	ذرا سی دیر میں تین سو برس گزر گئے	⌘
26	عمل بتلا کر لڑکا شہید کر دیا	⌘
28	سفید پھول کے ذریعہ کایا کلب	⌘
29	تانبے کی دیگ اصلی سونے کی بن گئی	⌘
31	سانپوں کی بارات	⌘
33	رُوس کا شہزادہ اجمیر شریف میں	⌘

35	لوہے کا ستون بھی ریزہ ریزہ ہو جاتا	☞
35	سلام کرنے پر ناراض ہو گئے	☞
37	کلو پکتان کو انیون کا چسکا	☞
38	پیرزادے تو ٹھگ ہوتے ہیں	☞
38	کافر شاہ مجذوب مر کر زندہ ہو گئے	☞
40	مفت کا حلوہ پوری	☞
40	عورت کے سر پر ماموں اللہ بخش	☞
41	وہ تو ایک خاندان آگے بڑھ گیا	☞
43	ہر ایک پیر کے مرید ہو جاتے	☞
43	کیما گری سیکھنے کا شوق	☞
45	بھائی سید قاسم علی کا کمال	☞
46	سید قاسم علی راجہ رنجیت سنگھ کے رسالہ میں جا پہنچے	☞
47	بھائی حیدر علی کی مجذوبانہ کیفیت	☞
48	ہڑکی پوڑیوں پر اشران	☞
52	تم جنگل چھوڑ دو شہر میں رہو	☞
53	ہندو مسلمان فقیر ایک ہی میں	☞
53	چار سو سالہ فقیر سے ملاقات	☞
56	کیا یہ منتر سیکھا جاسکتا ہے	☞
57	دست عیب کا تعویذ	☞

58	بے سمجھے حال کھینے لگے	☞
60	خواب میں کیمیا بنانے کی ترکیب مل گئی	☞
64	خدا کا پتہ نہ کسی دائرہ میں لگانا لطیفہ میں	☞
66	جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے	☞
67	کہنے لگا میرا کاروبار ہی یہ ہے	☞
68	ہم پانچوں کی خبر لے لیجئے	☞
68	ہمارا جسم ہم سے الگ ہو گیا	☞
69	تانا بخشد خدائے بخشندہ	☞
70	لڑکیوں کی شادی امام مہدی سے کی جائے	☞
71	دن کو مل جو تو اور رات کو اللہ اللہ	☞
71	جاہل سجادہ نشین کا سجدہ	☞
72	ایک فقیر میں دو دو کمال	☞
73	کبھی تو خدا بن بیٹھے اور کبھی بندہ کا بھی بندہ	☞
74	حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین سے ملاقات	☞
76	آؤ معبود جاؤ معبود	☞
76	ہے اپنا اپنا مقدر خدا العیب جدا	☞
77	سپاہیوں کے فوطے غائب ہو گئے	☞
79	انسانی رُوح طوطے میں آگئی	☞
80	شادی نہ کرنا تو اچھا رہتا	☞

81	بیگم بھوپال سے دو دو چوئیں	❧
83	مرنے کے بعد پھر زندہ ہو گئے	❧
84	حضرت خضر خود ہی آ گئے	❧
85	تمام بدن آئینے کی طرح چمکنے لگا	❧
86	تابینا حافظ کی کرامت	❧
87	بھوپال سے اندور اور بمبئی کو	❧
88	یہ فقیر نہیں مسخرے ہیں	❧
89	جدہ کی بندرگاہ اس قدر جلدی	❧
90	کعبہ کی چھت پر شیطان کی نماز	❧
93	حلوے پر بزرگوں کی فاتحہ	❧
93	جبہ شریف کی زیارت	❧
94	قیس (مجنوں) کا ماتم کروں یا فرہاد کا	❧
95	ہم بھی عارضی شیعہ بن گئے	❧
101	پیر کی شان میں مرید کے نخرے	❧
102	چاندنی چوک میں رٹھی کے مکان پر	❧
102	لا الہ الا اللہ — محکم الدین رسول اللہ	❧
104	تینوں بزرگوں کا پانی پ چلنا	❧
104	وہ فقیر تھا یا فرشتہ	❧
107	ہم کو خدا پہ چھوڑ دو سیر خدا جو ہوسو	❧

108	فقیر کا راز ظاہر ہو گیا	☞
109	قتوج کے عقیدے تمند باشندے	☞
110	لکھنؤ کے بوڑھے معشوق کا چرچا	☞
111	سٹی عالم کی دلیری برسر منبر	☞
112	تبر اڑھنے پر لڑائی ہو گئی	☞
113	کچھ خبر نہیں کہ میں کون ہوں	☞
114	پانچ ماہ کا حمل برداشت نہ ہو سکا	☞
115	تو میرا نواسہ کیوں ہوتا	☞
116	۲۲ برس کے بعد والدہ کی زیارت	☞
118	عاشق ہونا ہندو خاتون پر	☞
121	قسمت کی بد نصیبی کو حضرت سلیمان کیا کریں	☞
123	فقیر نے بددعا کی تینوں مر گئے	☞
124	بنا بنایا کھر بگڑ گیا	☞
125	اللہ تعالیٰ کی محبت مال سے ہزار درجہ زیادہ ہے	☞
126	دیکھ تو جانہا رتھ کو محمود لے جاوے گا	☞
128	چاروں نے ملکر ایک عورت بنا کی بادشاہ نے ہڑپ کر لی	☞
131	راج گدی چھوڑ فقیری لی	☞
132	ابن یامین پر چوری کا الزام	☞
133	تجھ کو کون سا عمل پسند ہے	☞

134	اللہ اپنی بلا اپنے پاس رکھ	☞
136	آج رات اس شہر پر خوب پیشاب کرو	☞
137	دونوں دیوتاؤں کو لڑنے دو	☞
138	اندھوں کے شہر میں ہاتھی کا گذر	☞
139	سچ کہو تو جوتوں پتو	☞
140	روٹیاں لٹکالے گیا	☞
141	لنگوٹی منہ پر دے ماری	☞
142	امیر تیمور کا خواب	☞
143	صیغہ اللہ سے رنگین رام	☞
144	میں کون ہوں؟	☞
144	خدا کچھ نہیں امام حسین سب کچھ	☞
146	کنیز نے ہارون رشید کو پسند کیا	☞
147	ایک غیر مسلم مومن بن گیا	☞
148	پیغمبر کو بھی کوٹھری میں بند کر دیا	☞
149	حضرت بایزید مور کی شکل بن گئے	☞
149	ایک راجہ کو بے ادبی کی سزا	☞
150	حضرت سلیمان کی بیوی ماہی گیر کی لڑکی	☞
151	کھاتا ہے کوئی کھاتا ہے کوئی	☞
152	دریا میں جادوئی معشوقہ کا ہاتھ	☞

153	جس کی موت تھی اس پر بجلی گری	☞
154	ایک روپے میں وزارتِ دورو پے میں بادشاہی	☞
154	نادر شاہ نے قلندر صاحب کا مزار توڑ ڈالا	☞
155	پھیل کا درخت نہ کاٹ ایک اشرفی روزانہ لے	☞
156	تکوار لے کر برہمن کو کاٹ ڈالا	☞
157	گائے کی قربانی سے باز نہ آیا	☞
158	لڑکا چڑی مارا اور لڑکی طوائف ہوگی	☞
160	ایک چڑیل آتی اور دورو پے روزانہ دے جاتی	☞
161	خواب میں رسولِ خدا کی زیارت	☞
162	لا الہ الا اللہ شبلی رسول اللہ	☞
164	لاؤ میرا گھوڑا۔ اور جوڑا۔	☞
165	محمود غزنوی چوروں کا شریک بن گیا	☞
166	سُتے کا پلاؤ اور شراب کی بوتل	☞
169	کلی ناس سانپ اگر کاٹ لے	☞
169	لا کہتے ہی غائب ہو جاتا تھا	☞
170	خاوند کو مطیع کرنے کے لیے جاو سیکھ ہی لیا	☞
172	دُعا کر کے ڈوبتے جہاز کو بچالیا	☞
173	اولیاء اللہ کا قتل۔ بغداد کی تیرہ بادی	☞
175	لڑکی کا مہر دو چیمبروں کی شہادت	☞

176	سجادہ اور خلیفہ بننے سے انکار	☞
178	جوگن کا کمال۔ نامرد کو مرد بنا دیا	☞
180	ریاست رامپور میں ایک ماہ کا قیام	☞
182	نماز پڑھتے نہیں تسبیح پڑھتے ہیں	☞
183	قلب شق ہو گیا اور مر گیا	☞
184	فوجی دستے کو قتل کا حکم اور ۱۸۵ء میں قلندر کو پھانسی نہ لگی	☞
185	فقیر کام۔ سید احمد شاہ صاحب کشمیری	☞
186	بیوی کی مار پڑتی اور صبر کر لیتے	☞
187	حضرت شیخ عبدالقادر گنگوہی کو حضرت محمدؐ کا سلام	☞
188	رباعی	☞
189	قلندر صاحب قبر سے باہر آ گئے	☞
194	گالیاں سنگر بھی فقیری دیدی	☞
195	بازاری طوائف کو پارسا بنا دیا	☞
196	طلب کس چیز کی تھی اور ملا کیا	☞
197	حمود غزنوی لڑکے کا شریک ہو گیا	☞
198	کافر مسلمان ہو گیا	☞
199	کچھ سمجھ نہیں آتا	☞
205	ہے اپنا مقدر۔ نصیب جدا	☞
207	حضرت خضر علیہ السلام	☞

209	چوری اور سینہ زوری	❧
210	کیسیا کا شوق اور بچے کا پیشاب	❧
213	خواجہ باقی باللہ اور نان بابائی	❧
214	تانبے کی دیگھی سونے کی بن گئی	❧
215	مرہنجہ کش دہلوی	❧
216	عاشق ہونا شہزادہ کا شہزادی پر	❧
217	کیا لکھوں کیا لکھوں کیا لکھوں	❧
219	گدائے بے نوا شہزادی کا عاشق	❧
222	عاشق ہونا بادشاہ کا وزیر زادے پر	❧
224	خواب تھا جو کچھ دیکھا	❧
225	دل کا معاملہ ہے کوئی دس لگی نہیں	❧
227	دھوبی کا عشق شہزادی سے	❧
230	نہ خود۔ نہ خودی۔ نہ خدا	❧
230	آگ کے بدلے میں آنکھ دے دی	❧
231	آمدگی میں بھی چراغ جلتا رہا	❧
236	کشف قبور کیا کہ بے ہوش ہو گیا	❧
237	چارے کلے کی رٹھی	❧
238	قارون اور لیلیٰ مجنوں	❧
238	۱۵۰ روپے میں نمبر داری مانگی	❧

240	شیطان کی ایسی تمیسی کر دی	☞
241	دوسری بیوی پر ڈکھ ہے	☞
243	منہ کالا کر کے دنیا حاصل کی	☞
243	مرید کا بازاری عورت سے نکاح	☞
244	ابے تو نے ہمارا دھرم بہر شٹ کر دیا	☞
245	لڑکی پر شہید کا قبضہ	☞
246	روکھی روٹیاں خدا کو کھلا دیں	☞
247	سری کرشن کے خالق ہم ہیں	☞
248	خوب سمجھ لو آج کل کے پیروں کو	☞
248	مر کر پھر زندہ ہو گیا۔ تعزیت والے حیران	☞
250	بھڑوے کی جو رو دنیا کا سامان	☞
251	شیطان کا گھوڑا سوراخ میں گھس گیا	☞
252	کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی	☞
254	مٹھری ماری لیکن زندہ رہے	☞
255	جنت۔ دوزخ۔ آدم نہ ابلیس	☞
261	قطب۔ قطب مدار۔ قلندر۔ غوث ابدال نہ ہوتے تو تمام عالم نہ ہوتا	☞
263	رباعی	☞
265	تین آنکھیں ایک جگہ جمع ہو جاتی ہیں	☞

266	خدا بندے میں آ کر خود نہاں ہے	☞
272	لوٹری کا مکان موسیٰؑ کو خیال	☞
272	حضرت نوح علیہ السلام تمام عمر روتے رہے	☞
273	شیطان کی نافرمانی	☞
274	قلب مثل آئینہ ہو گیا	☞
275	اللہ میاں کے ایک بھلا تھا	☞
276	شریت میں بھنگ	☞
277	مہذب سونے کے کڑے پہنتے ہی مارے گئے	☞
278	کیا قتل جس نے نظیر کو یہ وہی تو خانہ خراب ہے	☞
280	پنڈت جی جوان جاٹنی سے لپٹ گئے	☞
281	حضرت رابعہ بصریؒ کو رنڈی کے ہاتھ فروخت کر دیا	☞
282	خوب سمجھ کر پڑھیں	☞
283	مسجد الٹ دی	☞
283	لاج بڑی بلا ہے	☞
285	گرو جی نے بھنگ پی لی	☞
286	سیاہ رنگ بہتر ہے	☞
286	غوث پاکؒ اور محبوب الہی	☞
287	یقین کی تین قسمیں	☞
288	گو یا صور پھونک دیا	☞

289	بغیر کسی مشغلے کے لطفِ زندگی نہیں	☞
290	قطعہ	☞
292	اللہ کے فرشتے نے مال خریدا	☞
293	مسجد سے باہر خدا کے گھر میں	☞
293	لالہ جی کی جو رو نے اپنے پاس سلا لیا	☞
295	شیطان ہمارا عاشق ہے	☞
295	حضرت جنید رحمۃ اللہ کی کرامت	☞

☞☞☞

وجہ اشاعت

اس زمانے میں نئے نئے ناول اور فیشن پرستانہ ماحول کے افسانے پسند کیے جاتے ہیں۔ پرانے قسم کے افسانے اور پرانے قصے اور تاریخی ناول مقبول نہیں ہیں۔ جدید قسم کے افسانوں اور ناولوں میں علم، اخلاق، تہذیب اور سائنس کی ترقی نہیں ہوتی پھر بھی ان کی طلب ہے۔

چونکہ یہ دور سائنس، بجلی، بھاپ اور ٹیلی ویژن کا ہے اس لیے اس دور میں صدیوں پرانی حکایتیں اور پرانی کتابوں میں درج شدہ کہانیوں کو پڑھنے والے کم ہوتے جا رہے ہیں اس لیے اس دور میں کوئی ایسی کتاب شائع کرنا جو پرانی حکایات کا مجموعہ ہو پرانے خیالات کا ثبوت پیش کرنا ہی کہا جاسکتا ہے۔ جس کو نوجوان طبقہ پسند نہیں کرتا۔

اس لیے پرانی حکایات اور قدیمی واقعات کا ایک عجیب و غریب ذخیرہ کتابی شکل میں شائع کر رہا ہوں۔ اگر فیشن ایبل مرد اور فیشن ایبل خواتین نیو فیشن کے افسانے پسند کرتی ہیں تو پرانے قصے کہانیوں کو پسند کرنے والے مرد اور عورتیں ابھی زندہ ہیں۔

تقریباً ایک سو سو سال پیشتر ایک عظیم روحانی بزرگ مست المست حضرت مولانا سید غوث علی صاحب قلندر قادری گزرے ہیں جن کا مزار پانی پت میں واقع ہے۔ مزار سے متعلق مسجد اور مکانات بھی ہیں۔ مولانا غوث علی شاہ صاحب ۱۸۵۷ء سے پیشتر

عالمبداً ابتدائے صدی میں الہ آباد بنارس کے کسی علاقے کے رہنے والے تقریباً پچاس ساٹھ سال تک پورے سے ملک میں پاپیادہ سفر کرتے رہے۔ دو مرتبہ حج بھی پاپیادہ ہی کیا۔ آخری عمر میں پانی پت میں قیام فرمایا اور پانی پت میں ہی وصال ہوا۔ حضرت چونکہ انتہائی فاضل، عاقل، عالم، صوفی، درویش اور معلم اخلاق بزرگ تھے اس لیے حضرت کا سلسلہ بیعت و ارادت ملک میں کامیابی کے ساتھ جاری رہا۔



یا الہی یہ ماجرا کیا ہے

ایک روز ارشاد ہوا کہ ہم چھ سات برس کی عمر میں ایک دن بھائی انوار الحسن کے ساتھ کھیل رہے تھے دفعۃً جو آسمان کی طرف نگاہ گئی کیا دیکھتے ہیں کہ ایک دستہ سواروں کا بڑے زرق برق سے ایک کول گھوڑا ہمراہ لیے چلا آتا ہے جب قریب آئے تو ایک سوار نے کہا کہ انوار الحسن آؤ۔ یہ سنتے ہی وہ اُس گھوڑے پر سوار ہو کر اڑے اور ہماری نظروں سے غائب ہو گئے۔ ہم نے چلا کر والدہ صاحبہ سے کہا کہ بھائی انوار الحسن کو آسمانی سوار اُڑا کر لے گئے۔ والدہ نے فرمایا چپ چپ شور نہ مچا پہلے بھی کئی بار ایسا معاملہ ہو چکا ہے۔ بلکہ ایام شیرخواری میں بھی بار بار میری نظروں سے غائب ہو کر پھر آ جاتے تھے۔ لیکن ہم نے اس روز کے بعد پھر بظاہر گھر میں آتے نہیں دیکھا البتہ شب جمعہ کو چھپ کر والدہ صاحبہ سے مل جاتے تھے۔ ایک بار والدہ صاحبہ نے اُن سے کہا کہ اپنے والد سے بھی تو ملو وہ تمہارے مشتاق دیدار ہیں۔ کہا بہت اچھا بلائیے۔ حضرت والد تشریف لائے اور فرمایا کہ میاں تم نے تو صورت دکھانی بھی چھوڑ دی کہاں رہتے ہو۔ عرض کیا کہ میرا مسکن و مقام دیکھئے گا۔ فرمایا کہ اچھا والد اور والدہ دونوں کی آنکھیں بند کرائیں۔ پھر جو کھولیں تو ایک دلکش باغ دیکھا۔ نہریں لبریز، سبزہ لہلہاتا، پھول کھلے ہوئے، درخت میوہ سے لدے ہوئے، مرغان خوش الحان نغمہ سنج عمارتیں خوشنما ہیں۔

مبارک منز لے فرخندہ جائے

سات دن اسی باغ میں پھرتے رہے۔ نہ کہیں اس کا آغاز ملا نہ انجام نہ انوار الحسن کا نشان نظر آیا۔ جب بھوک لگتی میوے کھاتے نہروں کا پانی پی لیتے، جس مکان میں جی چاہتا رات کو سو رہتے۔ آٹھویں دن میاں انوار الحسن بھی ہنستے ہوئے آئے اور کہا۔

حضرت میں یہاں رہتا ہوں۔ فرمایا کہ تم ہم کو چھوڑ کر کہاں چلے گئے تھے۔ آج شکل دکھلائی ہے۔ ہم آدمیوں میں رہنے والے یہاں آٹھ دن تنہائی میں گزارے بھلا گھر کے لوگ کیا کہتے ہوں گے۔ ہم کو تو جہاں سے لائے ہو وہیں پہنچا دو۔ اب ہمارا دل گھبرا گیا۔ کہا کہ بہت اچھا آنکھیں بند فرمائیے۔ پھر جو آنکھیں کھولتے ہیں تو وہی وقت ہے وہی تاریخ وہی اپنا گھر۔ حیران ہوئے کہ الہی یہ آٹھ دن کہاں سے آئے جو ہم نے باغ میں گزارے غرض بھائی انوار الحسن زمرہ ابدال میں سے تھے اور اسی قسم کے لوگ قطب الاقطاب و حضرت وقت ہوا کرتے ہیں۔



جس دم کی بھائی پر آزمائش

ایک روز ارشاد ہوا کہ زمانہ طفلی میں ہم کو ایک سنیا سی نے جڑ تازی کیا لی (۱) (کیالی یعنی جس دم یہ دو قسم ہے ایک چٹین تاڑی اور دوسرے چڑ تاڑی۔ چٹین تاڑی وہ ہے کہ بسبب جس دم کے رُوح دماغ میں آجاتی ہے لیکن ہوش و حواس درست رہتے ہیں۔ اور چڑ تاڑی میں ہوش و حواس مفقود ہو جاتے ہیں۔) کی تعلیم کی اس شغل میں حواس ظاہری مفقود ہو جاتے ہیں اور رُوح و دماغ میں آجاتی ہے جس خیال میں انسان بیٹھتا ہے اسی میں رہتا ہے۔ جب ہم کو مشق ہوگئی تو ایک دن خیال آیا کہ دیکھیں تو دوسرے پر بھی اس کا اثر ہوتا ہے یا نہیں۔ ہم نے اپنے بھائی کو جو والدہ صاحبہ کلاں سے تھے کیالی چڑھائی۔ وہ بالکل بے ہوش ہو کر بشکل مردہ گر پڑے۔ اتارنا ہم کو آتا نہ تھا۔ نہایت حیرانی دامن گیر ہوئی کہ اب کیا علاج کریں۔ والدہ صاحبہ کلاں کو خبر ہوئی مضطرب ہو کر تشریف لائیں اور فرمایا کہ ایک تو گیا ہے دوسرا بھی چلا۔ لوگ گمان کریں گے اس نے بھائی کو مار ڈالا ہے۔ ایک پیالہ دہی کالا کر اس کے سامنے گرا دیا۔ جو آن کر پوچھتا اس سے فرماتیں کہ نہیں معلوم کیا ہوا دہی کھا کرتے کی ہے۔ میں گھبرا کر اس سنیا سی فقیر کے پاس گیا اور سارا حال بیان کیا۔ انہوں نے بہت

ملا مت کی اور کہا کہ کیا تم کو اس واسطے یہ عمل سکھلایا تھا کہ لوگوں کا تماشا دیکھو۔ ہم نے تو اس لیے سکھلایا تھا کہ یاد الہی میں مشغول رہو گے۔ خبردار پھر ایسی حرکت نہ کرنا۔ یہ کہہ کر ہمارے گھر آئے اور بھائی کے سر پر مشکیں چھڑوائیں۔ جب تیسری مشک کی نوبت پہنچی تو اٹھ بیٹھے۔ پھر ہم نے بھائی سے بیہوشی کی کیفیت دریافت کی۔ کہا میں تو زندہ تھا اور تم سب کو پکار پکار کے کہتا تھا کہ میں زندہ ہوں۔ تم گھبراؤ مت میں کنویں میں پڑا ہوں مجھ کو نکال لو لیکن تم سنتے نہ تھے اور مجھے کسی طرح کی تکلیف بھی نہ تھی۔ اس دن سے ہم نے توبہ کر لی کہ پھر ایسا کام ہرگز نہ کریں گے۔



درخت بھی جل کر خاک ہو گیا

ایک روز ارشاد ہوا کہ ہمارے وطن کے چمار کا لڑکا دریا کنارے سے جا کر پڑھا کرتا تھا۔ ہم نے دریافت کیا اس نے کہا میاں صاحب ایک منتر سدھ کرتا ہوں ہم نے کہا کہ جس روز تیرا منتر سدھ ہو ہم کو بھی ساتھ لے چلنا۔ وہ ایک رات کو آیا اور ہم کو ساتھ لے گیا۔ دریا کے کنارے پہنچ کر موہن بھوگ اور چاول وغیرہ پکائے۔ بھینٹ دی پوجا کی اور منتر پڑھ کر فارغ ہوا۔ دونوں گھر چلے۔ میں نے کہا کہ اب اس کا تماشا تو دکھا۔ اس نے کنکر پڑھ کر ایک درخت پر ماری نیچے سے اوپر تک آگ لگ اٹھی۔ اور جل کر خاک سیاہ ہو گیا۔ یہ طرفہ ماجرا دیکھ کر ہم نے کہا۔ کہ اب تو ایک کنکر ہمارے اوپر مارا۔ اس نے اول تو بہت انکار کیا مگر کہنے سننے سے مجبور ہو کر بولا لو ہوشیار ہو جاؤ۔ ہم نے یَا شَيْخُ عَبْدُ الْقَادِرِ جِيلَانِي شَيْئًا لِلّٰہِ کہہ کر اپنے گرد حصار کھینچ لیا۔ اس نے کنکر مارا کچھ نہ ہوا دوسرا اور مارا تیسرا مارا کچھ بھی نہ ہوا۔ پھر تو ہم حصار کو توڑ کر باہر نکل آئے کہ یہ بھروسہ اچھا نہیں۔ اس چمار سے کہا کہ بھلا اب تو کنکر پھینک۔ اس نے غصہ میں آ کر ایک اور مارا تو وہ کنکر ہمارے سینے پر ان کر ایسا لگا جیسے لٹھ لگتا ہے۔ پھر ہمارے سینے پر سے اُچٹ کر اس کی پیشانی پر جا لگا وہ اوندھے

منہ گرا اور تمام سوراہائے جسم سے خون جاری ہو گیا۔ ہم نے دوڑ کر اس کے باپ کو اطلاع دی وہ اپنے لڑکے کو اٹھا کر ہمارے نانا محمد حیات صاحب کی خدمت میں لایا۔ نانا صاحب نے مجھ سے کیفیت دریافت فرمائی۔ میں نے حال مفصل بیان کر دیا۔ آپ نے مجھ کو دو تین طمانچہ لگائے۔ اس وقت ہماری عمر کوئی دس بارہ برس کی تھی۔ پھر فرمانے لگے کہ شیخ عبدالقادر کیا تیرے لیے دور بین لگائے بیٹھے ہیں کہ ہم درم تا کتے رہیں گے یا ہر وقت تیرے ساتھ پھریں گے۔ خبردار تم جانو گے جو پھر ایسا کیا۔ اگر یہ مرجاتا تو کیا علاج ہوتا۔ غرض ہم کو مارا پیٹا اور بہت سرزنش کی۔ تب حضرت کا غصہ فرو ہوا۔ پھر سورہ مزمل دم کر کے اس کو پانی پلایا اور نہلایا۔ کئی دن بعد وہ اچھا ہوا۔ واقعی سورہ مزمل شریف میں یہی تاثیر ہے۔



عمل پڑھتے ہی ایک روپیہ روز مل جاتا

ایک روز ارشاد ہوا کہ جب ہماری عمر دس بارہ برس کی تھی کافیہ کا سبق پڑھ کر گھر کو آتے تھے راہ میں ایک فقیر ملے۔ سبق وغیرہ کی کیفیت پوچھی۔ پھر فرمایا ہم تم کو ایک آیت بتلاتے ہیں گیارہ دن تک پڑھو ہم نے کہا بہت اچھا۔ پھر آیت کریمہ باموكلات بتائی اور کہا کہ رات کے وقت تنہا مکان میں حصار کر کے پڑھنا اور چراغ کی لو کو دیکھتے رہنا۔ ہم نے ایسا ہی کیا۔ اول روز تو کچھ معلوم نہ ہوا اور دوسرے دن دو شیر جھینگے کے برابر چراغ کی لو پر لڑتے ہوئے نظر آئے۔ تیسرے دن چوہے کے برابر چوتھے روز بلی کے برابر پانچویں دن کتے کے برابر ہو گئے۔ اس وقت چراغ گل ہو گیا اور کوٹھڑی کا دروازہ کھل گیا۔ ہم ڈر کے بھاگے اور بڑی والدہ کی گود میں جا چھپے۔ اس وقت کچھ ہوش نہ رہا اور بخار چڑھ آیا۔ صبح کو فقیر صاحب نفا ہوتے ہوئے آئے کہ تم نے عمل خراب کر دیا۔ نانا صاحب نے فرمایا شاہ جی آپ ناحق ناراض ہوتے ہیں اگر عمل کرانا منظور تھا تو آپ اس کے پاس بیٹھے ہوتے۔ بھلا یہ عمر اور جلالی عمل۔ اگر آپ ہم کو بتائیں تو دیکھو پورا کرتے ہیں یا نہیں۔ یہ سن کر فقیر کا

غصہ دھیمما ہوا اور ہم سے کہا کہ اؤ ہم تم کو ایک چیز بلا محنت دیتے ہیں۔ الگ لے جا کر یہ قطعہ بتلایا۔

اے کریمیکہ از خزانہ غیب گبرو حال دار تر سا وظیفہ خود داری
دوستاں را کجاکنی محروم تو کہ بادشمنان نظر داری
اور کہا اس کو سوتے وقت تین بار پڑھ لیا کرو صبح کو ایک روپیہ مل جایا کرے گا۔ ہم
نے پڑھا تو صبح کو ایک روپیہ پایا۔ اور والدہ صاحبہ کو دے دیا۔ تیسرے روز انہوں نے
دریافت فرمایا کہ تم ہر روز روپیہ کہاں سے لاتے ہو۔ ہم نے اصل حال کہہ دیا۔ فرمایا کہ اچھا
تم ہم کو اجازت دو۔ ہم نے اجازت دے دی۔ ان کو ایک روپیہ روز ملنے لگا۔ پھر والدہ نے
فرمایا کہ اپنے والد کو بھی اجازت دو۔ والد نے کہا ایسا نہ ہو سب سے اس کی تاثیر جاتی رہے۔
چنانچہ یہی ہوا میں نے والد کو بھی اجازت دے دی۔ اگلے روز کسی کو کچھ نہ ملا۔ جناب دادا
صاحب نے بھی یہ تمام قصہ سنا مجھ کو اپنے پاس بلایا اور فرمایا کہ ہم تو سمجھے تھے تم نے کوئی کمال
راہ فقر کا حاصل کیا ہوگا۔ یہ کیا بڑی بات ہے جو تم نے سیکھی تھی۔ آج رات کو یہ شعر پڑھ کر
سونام

کریمیا بہ بخشائے بر حال ما کہ ہستم اسیر کمنید ہوا
یہ عمل کیا تو پانچ روپے روز ملنے لگے تیسرے دن دادا صاحب نے فرمایا کہ تم ہزار
آدمیوں کو ہر روز اجازت دو گے تب بھی اس عمل کی یہی تاثیر رہے گے آؤ اب تم کو چچاس
روپے روز کا عمل بتائیں:

عَزَمْتُ عَلَيْكَ يَا شَمْسَائِيلُ يَا قُدُّوسُ يَا رَزَاقُ

يَا بَاسِطُ يَا وَكِيلُ يَا مِمُونَةُ بِسْرِيْعَةٍ يَا مَعَاشِرَ

الْاِنْسِ وَالرَّمَمِنْ تَحْضَرُوْ بِحَقِّ كَا جَائِلُ - بِحَقِّ

اَسْمَاءِ الْحُسْنَىٰ وَبِحَقِّ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ

يَا هَمُّ يَا هَمُّ يَا هَمُّ نُورًا نَيْلٌ

اس عمل کو بھی کیا تو فی الحقیقت ٹھیک پایا۔ پھر دادا صاحب نے فرمایا کہ آئندہ یہ عمل نہ کرنا فقیر کو نان جویں بس ہے ہاں اشد ضرورت ہو تو مضا لفقہ نہیں اور اگر تم شہنشاہی چاہتے ہو تو ایک عمل ہماری آبائی میراث ہے لیکن فقیری بغیر رضا و تسلیم کے حاصل نہیں ہوتی وہ عمل یہ ہے:-

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ
 الْعٰلَمِیْنَ ۝ یَا حَیُّ یَا قِیُّوْمُ یَا ذُو الْجَلَلِ وَ الْاِکْرَامِ
 یَا کَافِیُّ یَا شَافِیُّ یَا هَادِیُّ یَا لَطِیْفُ یَا بَاقِیُّ اَجِبْ یَا
 رُوْقَایِلُ اَنْتَ وَ خُدَامِکَ مِنَ الرُّوْحَانِیَّةِ السَّمَاوِیَّةِ
 وَ الْاَرْضِیَّةِ اَنْتَ یَا مَذْهَبُ سَا مِحًا مَطِیْعًا بِحَقِّ
 اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ وَ بِحَقِّ مَلِکِ الْغَالِبِ
 عَلَیْکُمْ اَمْرَةٌ اَبْجُ وَ بِحَقِّ لَطْحَطِیْلِ وَ قُلْ جَاءَ الْحَقُّ
 وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ - اِنَّ الْبَاطِلَ کَانَ زَهُوْقًا ۝ اَقْسَمْتُ
 عَلَیْکُمْ یَا کَزْکَزَ سِیَّائِلُ سَخِرْلِیْ قُلُوْبَ جَمِیْعِ بَنِیْ
 اَدَمَ وَ بَنَاتِ حَوْ بِحُرْمَتِ سَیِّدِکَ کَهُوْدَفِ وَ بُوْشِ
 اَنْتَ جِیُّ بِالسَّمَاءِ وَ تَحْتِ تَحْضَرُوْا اَنْحَضَرُوْ
 الْمُسْتَخْرَاتِ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ یَا قَادِرَ الْمَلْکُوْتِ
 وَ الْجَبْرُوْتِ وَ الْاَهْوُوْتِ وَ الْهَاهُوْتِ سَخِرْلِیْ

قُلُوبَ كُلِّ شَيْءٍ وَبِكُلِّ شَيْءٍ بِقُدْرَتِهِ وَبِعَظَمَتِهِ
 بِحَقِّ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ بِرَحْمَتِكَ يَا أَرْحَمَ الرَّحِيمِينَ ۝
 وَبِحَقِّ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ
 الظَّالِمِينَ ۝



اپنے اوپر ہی عاشق ہو گیا

ایک روز ارشاد ہوا کہ جب حضرت قبلہ گاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تبدیلی دہلی کو ہوئی تو مجھ کو بھی وطن سے طلب فرمایا اور مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ کی خدمت میں سپرد کر دیا۔ ایک لڑکا رسالدار بہادر کا ہمارا ہم عمر وہم سبق تھا۔ اور چونکہ حضرت والد ماجد اور رسالدار میں واسطہ اتحاد تھا اس لیے ہم دونوں میں بھی انس ہو گیا۔ ایک دن لڑکے نے پچاس روپے بطور قرض مانگے۔ میں نے دے دیئے۔ کیونکہ حضرت قبلہ کی تنخواہ میرے پاس رہتی تھی اور اس امر کی اطلاع بھی حضرت کو کر دی۔ فرمایا کہ خوب کیا لیکن اس سے لینا نہیں۔ دو مہینے بعد وہ روپیہ لایا میں نے انکار کیا۔ اس نے اپنے والد سے کہا وہ خود لے کر آئے۔ حضرت قبلہ نے فرمایا کہ سال دار صاحب بچوں کے معاملے میں آپ کیوں پڑتے ہیں وہ آپس میں بھگت لیں گے۔ میں نے نہ روپیہ دیا نہ آپ سے لوں۔ خیر حساب دوستاں در دل سمجھ کر وہ چپ ہو رہے مگر وہ روپیہ بصورت تحائف ادا کیا۔ وہ لڑکا ہمارا یار نہایت حسین و جمیل آدمی تھا۔ یہاں تک کہ اپنے حسن صورت پر آپ فریفتہ ہو گیا۔ ایک دن کیا دیکھتا ہوں کہ آئینہ روئے ہے اور آٹھ آٹھ آنسو رو رہا ہے۔ میں نے پوچھا کیوں بھائی خیر ہے۔ بولا کیا کہوں مجھ کو اپنی صورت پر آپ پیارا آتا ہے اگر دوسرے پر عاشق ہوتا تو بھلا اس کو گلے

سے تو لگا سکتا تھا۔ اب خود ہی عاشق خود ہی معشوق کروں تو کیا کروں۔ میں نے کہا کہ یہ تو کچھ بڑی بات نہیں تم آئینہ میں اپنے آپ کو دیکھو اور میری چھاتی سے الگ جاؤ ہنسنے لگا اور کہا کہ بھائی تم کو تو ہر وقت دل لگی ہی سو جھتی ہے۔ تمہارے بلا سے کوئی مرے یا جیے۔ پھر آئینہ پھینک کر کھڑا ہو گیا۔



ذرا سی دیر میں تین سو برس گزر گئے

ایک روز ارشاد ہوا کہ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب سے ہم سبق پڑھتے تھے کہ ایک شخص امیرانہ لباس پہنے ہوئے آیا اور عرض کی کہ میری سرگزشت سننے کے قابل ہے حضرت میری عقل کام نہیں کرتی حیران ہوں کیا کروں اور کہاں جاؤں۔ آپ کی خدمت میں اس لیے آیا ہوں کہ جو ارشاد ہو بجالاؤں۔ لکھنؤ کا باشندہ اور روزگار پیشہ آدمی تھا۔ ایک دفعہ بے کاری کے باعث گھر پر تنگی سے گزرنے لگی۔ ارادہ کیا کہ کہیں باہر نکل کر تلاش کروں سرمایہ کم رہ گیا تھا۔ تھوڑا سا زادراہ لے کر اودے پور کو چلا۔ اثنائے راہ میں ریواڑی آئی۔ اس زمانے میں وہاں صرف ایک سرائے اور تکیہ آباد تھا۔ اس سرائے میں چند بھٹیا ریاں اور دو ایک کسبیاں رہتی تھیں۔ میں سرائے میں اتر اور گھوڑا باندھ کر خاموش و متفکر چارپائی پر جا بیٹھا۔ کیونکہ خرچ پاس نہ تھا اتنے میں ایک کسی آئی اور کہنے لگی کہ میاں جوان کس فکر میں بیٹھے ہو کھانے دانے کا سامان کیوں نہیں کرتے۔ میں نے کہا ابھی ہارا تھکا آیا ہوں ذرا سستالوں تو کچھ بندوبست کروں وہ چلی گئی اور ذرا دیر بعد پھر آئی کہ اب کیا دیر ہے۔ میں نے پھر وہی جواب دیا۔ تیسری بار پھر آئی اور بولی کہ یہ کیا بات ہے گھوڑا اٹا پتا ہے اور تم کو کچھ فکر نہیں۔ ناچار جو بات تھی میں نے سچ سچ کہہ دی کہ کوڑی گراہ میں نہیں رہی اب گھوڑا اپنا ہتھیار بیچتا ہوں تو نوکری کیسے کروں گا اور یہ نہ کروں تو خرچ کہاں سے لاؤں۔ وہ چپکی چلی گئی اور دس روپے لا کر میرے حوالے کیے کہ لو یہ روپیہ میں نے چرخہ کات کر اپنے کفن و فن

کے لیے جمع کیا ہے آپ کو قرض حسنہ دیتی ہوں۔ جب خداتم کو دے ادا کر دینا۔ غرض میں وہ روپیہ خرچ کرتا ہوا اودے پور پہنچا۔ وہاں جھٹ پٹ نوکری مل گئی اور کچھ ایسا فصل ربی ہوا کہ پانچ ہی برس میں امیر کبیر بن گیا۔ پھر تو حشم خدا ہاتھی گھوڑے سب ٹھاٹھ امیرانہ مہیا تھا۔ گھر سے خط آیا کہ لڑکا جوان ہو گیا بیٹی والے بھی تقاضا کرتے ہیں۔ جلد آن کر شادی کا سامان کرو۔ میں راجہ سے رخصت لے کر بڑے ٹھاٹ سے چلا اور ریواڑی کی طرف کو روانہ ہوا۔ اسی سرائے میں اترا تو کسی کا حال دریافت کیا۔ معلوم ہوا کہ وہ مہینہ بھر سے بیمار اور کوئی دم کی مہمان ہے۔ جب اس کے پاس پہنچا تو میرے سامنے جان بحق ہو گئی۔ تجھیز و تکفین کی اور اپنے ہاتھ سے اس کو قبر میں اتارا اور دفن کر کے چلے آئے۔ جب آدھی رات گزری تو خیال آیا کہ جیب میں پانچ ہزار کی ہنڈوی تھی دیکھا تو ندر بڑی پریشانی ہوئی سوچتے سوچتے ذہن میں گزرا کہ ضرور اس قبر کے اندر ہنڈوی گری۔ پلنگ سے اٹھ سیدھا قبرستان میں پہنچا اور قبر کھود ڈالی۔ کیا دیکھتا ہوں نہ وہاں میت ہے نہ ہنڈوی۔ ہاں ایک طرف کو دروازہ سا نظر آتا ہے اس کے اندر چلا گیا۔ نہایت پر فضا و دلکش باغ نظر آیا۔ اس میں ایک مکان عالیشان ہے فرش و فرش سے آراستہ اور ایک عورت نہایت حسین و مہ جبین بیٹھی ہے۔ دل میں خیال آیا یہ تو کسی شہزادی کا مکان ہے۔ ایسا نہ ہو کوئی مجھے روکے ٹوکے جھجک کر قدم پیچھے ہٹایا ہی تھا کہ اس کے گرد جو پرستارہ غلام دست بستہ کھڑے تھے ایک میرے پاس آیا اور نکلا کر لے گیا۔ اب وہ عورت کہتی ہے کہ تم نے مجھے پہچانا نہیں۔ میں نے کہا نہیں۔ کہا اجی میں وہ ہی تو ہوں جس نے تمہاری ہنڈوی بھی موجود ہے جو قبر میں گر پڑی تھی۔ اب دیر نہ کرو جلد چلے جاؤ۔ میں نے کہا کہ ذرا یہاں کی سیر تو کر لوں وہ بولی کہ یہاں کی سیر قیامت تک بھی نہ کر سکو گے۔ اتنی ہی دیر میں دنیا کے اندر کیا سے کیا ہو گیا ہوگا بس تم جاؤ۔ خیر میں اس کے کہنے کے موافق چلا آیا۔ شاید کوئی تین گھڑی کا عرصہ لگا ہو قبر سے باہر نکل کر دیکھتا ہوں تو زمانے کا رنگ ہی کچھ اور ہے۔ نہ وہ تکیہ نہ وہ سرائے نہ وہ آدمی نہ وہ بستی۔ سرائے کی جگہ پر ایک شہر آباد ہے۔ پہلا حال جس سے پوچھتا ہوں وہ مجھ کو دیوانہ بتلاتا ہے اور کہتا ہے میاں خیر ہے۔ کیسی سرائے اور کون امیر۔

اے ہم نفس نہ پوچھ عبث ہے کہاں سرائے ہم ہیں مسافر اور جہاں کارواں سرائے
 آخر ایک آدمی نے کہا کہ چلو میں تم کو ایک بزرگ کے پاس لے چلوں شاید ان
 سے کچھ پتا لگے وہ بڑا معمر آدمی ہے۔ میرا حال سن کر اس نے بحرِ تفکر میں غوطہ لگایا اور بہت
 تاہل کے بعد کہا کہ ہاں کچھ کچھ مجھ کو یاد ہے۔ میرے پردادا فرمایا کرتے تھے کہ اگلے
 زمانے میں یہاں صرف ایک سرائے تھی اور اس میں ایک کسی آباد تھی ایک امیر آن کوٹھہرا اور
 اس کسی کا گور و کفن کیا۔ مگر آدھی رات کو وہ بھی غائب ہو گیا تھا پھر اس کا کچھ پتہ نہ لگا۔
 ہمراہی روپیٹ کر چلے گئے۔ اس بات کو کوئی تین سو برس کا عرصہ گزرا ہوگا۔ جب میں نے
 حال بیان کیا کہ وہ امیر میں ہوں تو لوگ میرے گرد جمع ہو گئے اور حیرت کرنے لگے۔ اب
 مجھ کو ضبط سا ہو گیا نہ گھر ہے نہ در جاؤں تو کہاں جاؤں اور اس ہنڈوی کو کیا کروں۔ شاہ
 صاحب نے کہا کہ بے شک وہاں کی گھڑی یہاں کی ایک صدی ہوتی ہے۔ اب بیت اللہ کو
 چلے جاؤ اور باقی عمر یاد الہی میں گزار دو چنانچہ ان کو خرچ دے کر مکہ معظمہ کو روانہ کر دیا۔



عمل بتلا کر لڑکا شہید کر دیا

ایک روز ارشاد ہوا کہ جب ہم پٹیالہ میں فضل امام صاحب سے پڑھتے تھے تب
 بھی فقیروں کی تلاش و طلب رہتی تھی اور ہمارا ایک ہم سبق بھی اس مرض میں مبتلا تھا۔ سنا کہ
 راجہ کے فیض خانے میں ایک سالک مجذوب رہتے ہیں جعفر شاہ ان کا نام ہے ہم دونوں
 جس وقت سبق سے فراغت پاتے ان کی خدمت میں جاتے یوں ہی برس دن گزر گیا ایک
 دن ہمارے ہم سبق نے ان سے کہا کہ حضرت آج تو سلطان الاذکار کی اجازت دے
 بیے اس وقت جذب کی حالت تھی تین بار ران پر ہاتھ پھیرا اور کہا کہ جاؤ اجازت ہے
 تھوڑی دیر بعد اس طالب علم کے بدن میں اثر ظاہر ہونے لگا۔ پہلے تو کچھ لرزہ سا محسوس ہوا
 پھر وہ فحیحہ صورت کی طرح بڑھتا گیا تمام جسم کے رونگٹے کھڑے ہو گئے ہم سے کہا کہ دیکھو مولوی

صاحب کو اس بات کی خبر نہ ہونے پائے اثنائے راہ میں ہر بن و منہ سے خون ٹپکنے لگا۔ بہزار وقت اس کو مکان پر لائے مولوی صاحب کو خبر ہوئی حکیم صاحب کو بلوایا کہا کہ ان کے قلب پر صدمہ پہنچا ہے اور حرارت شدید ہے قرابہ کے قرابہ گلاب و کیوڑے پلا دیئے مگر کچھ افاقہ نہ ہوا۔ ع

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی!

ہر گ و پے سے ایک آواز نکلنے لگی۔ گھنٹے بھر کے بعد دونوں طرف کی شہ رگیں پھٹ گئیں اور جان بحق ہوئے۔ مگر خون اور آواز و لرزہ بند نہ ہوا۔ مولوی صاحب نے ہم سے پوچھا کہ اصل ماجرا کیا ہے۔ ہم نے سارا حال کہہ سنایا۔ مولوی صاحب نے فرمایا کہ میاں پہلے سے کیوں نہ کہا۔ خیر اب کیا ہوتا ہے منظور خدا یہی تھا۔ مرضی مولا از ہمہ اولیٰ غرض نہلاؤ ہلا اور کفن پہنا جنازہ جعفر شاہ کے سامنے لے گئے اور مولوی صاحب نے کہا کہ میاں صاحب یہ کیا کیا۔ بولے میں کیا کروں تمہارے سے یہ دو منڈے لے (۱) (منڈے لڑکوں کو کہتے ہیں۔) روز آن کر مجھ کو ستاتے اور انگلی کرتے تھے آج میری زبان سے بھی ایک بات نکل گئی اب لے جاؤ۔ مولوی صاحب نے کہا کہ حضرت یہ خون کا بہنا اور بدن کا ہلنا تو بند ہو جائے۔ فرمایا کہ بس صاحب یہ تو قیامت تک یوں ہی رہے گا۔ ایسے شہیدوں کا کہیں خون بند ہوتا ہے۔ آخر لے جا کر دفن کر دیا۔ مولوی صاحب پھر جعفر شاہ صاحب کے پاس آئے اور ہماری طرف اشارہ کر کے کہا کہ اس لڑکے کو کہیں نہ مار ڈالنا بولے صاحب میں کیا کروں یہ روز آن کر چھیڑتے ہیں۔ ان کو منع کرو۔ گو یہ واقعہ رو برو گزرا اور مولوی صاحب نے بھی منع فرمایا۔ مگر ہم نے بھی ان کے پاس کا جاننا نہ چھوڑا۔ وہ بھی ہمیشہ التفات فرماتے رہے۔ ایک بار حضرت قبلہ غلام علی شاہ صاحب کے ایک خلیفہ آ گئے۔ ہم سے پوچھا کہ یہاں کوئی کامل فقیر بھی ہے۔ ہم نے کہا کہ ہاں چلیے۔ ہم ان کو جعفر شاہ صاحب کے پاس لے گئے اور کہا کہ لو حضرت آج ایک اور شکار لایا ہوں۔ فرمایا کہ اچھا بیٹھ جاؤ۔ باتیں ہونے لگیں۔ خلیفہ صاحب بولے کہ حضرت میرے لطائف جاری نہیں ہوتے۔ آپ نے کہا کہ نہیں ہوتے۔ یہ کہہ کر اپنے ہاتھ کو چکر دینا شروع کیا اور کہنے لگے کہ چل بے چل یہ کہنا تھا

کہ خلیفہ جی قلب کو پکڑ کر لوٹ پوٹ ہو گئے۔ ہم نے کہا میاں صاحب کہیں ان کو بھی مار ڈالو گے۔ بولے کہ خوب ہوا جو تم نے یاد دلادیا۔ خیر آئندہ یوں مناسب ہے کہ ہمیشہ چپ چاپ ہمارے سامنے آ کر بیٹھ جایا کرو۔ خواہ ہم تمہاری جانب مخاطب ہوں یا نہ ہوں۔ ہم نے کہا کہ ہاں یہی طریقہ تعلیم کا ہے۔ غرض اُن خلیفہ صاحب کو تعلیم فرما کر رخصت فرمایا۔



سفید پھول کے ذریعہ کا یا کلپ

ایک روز ارشاد ہوا کہ جب ہمارے والد ماجد کا رسالہ دہلی سے تبدیل ہو کر لکھنؤ میں پہنچا اسی دن صبح کے وقت شیخ امان اللہ جن کی عمر ساٹھ ستر برس سے کم نہ ہوگی جنگل میں رفع حاجت کے لیے گئے۔ ایک بوٹی میں سفیدی پھول دیکھا۔ بیٹھے بیٹھے توڑ لیا اسی وقت دوسرا نکل آیا اس کو بھی توڑ لیا۔ غرض سات پھول نکلے اور ساتوں توڑ لیے اُن اثار سے تازہ گئے کہ ہونہ ہو یہاں کسیر کی بوٹی ہو۔ جب قضائے حاجت کر چکے تو بوٹی کو اکھیڑ معہ پھولوں کے چٹ کر گئے۔ مکان پر آئے تھوڑی دیر گزری تھی کہ جسم سوجنے لگا۔ دوپہر میں دم سم ہو گئے۔ انگریز کو خبر پہنچی ڈاکٹر آیا سب قصہ سنایا۔ اس نے پوچھا تکلیف تو نہیں معلوم ہوتی۔ کہا کچھ نہیں بلکہ دل کو ایک فرحت سی ہے۔ اس نے کہا کہ ابھی علاج کی کچھ ضرورت نہیں شام تک دیکھنا چاہیے۔ جب ظہر کا وقت ہوا تو جسم پھٹا اور اس کے اندر سے ایک گابھاسا نکل آیا۔ آدمی دوڑے ڈاکٹر صاحب کو لائے اس نے اس گابھے کو روئی کے پہلوؤں میں رکھوا دیا اور غذا کے لیے مرغ کا شور بہ تجویز کیا۔ بعدہ ایک جلاب دیا جس میں سیاہ سڈے نکلے۔ ہفتہ بھر میں نہایت صاف و سُرخ و سفید جسم ہو گیا۔ یہ تماشا دیکھ کر سب آدمی حیران ہو گئے تو شیخ امان اللہ ساٹھ برس کے سفید ریش بوڑھے تھے یا پندرہ برس کے نوجوان سبزہ آغاز بن گئے۔ سبحان اللہ و اسی بوٹی میں یہ تاثیر ہے۔

کیسی کیسی ہے عناصر میں بھی صورت بازی شعبدے لاکھ طرح کے ہیں انہیں چاروں میں

یہ جہاں ہے عجیب تماشا گاہ ہر تماشا یہاں نیا دیکھا
 پھر انگریز نے حکم دیا کہ اس بوٹی کو تلاش کرو۔ تمام لشکر جستجو کے لیے دوڑ پڑا۔ سارا
 جنگل چھان ڈالا کسی کو پتہ نہ ملا۔ اس تلاش میں لوگوں کا عجب حال ہوا۔ جہاں کسی بوٹی میں
 سفید پھول دیکھا توڑ کر کھا گئے۔ ایک شخص کی جو شامت آئی تو ایسی بوٹی کھا گیا کہ اس کے
 اثر سے تمام دانت گر پڑے۔



تانے کی دیگ اصلی سونے کی بن گئی

ایک روز ارشاد ہوا کہ جب مولوی فضل امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہو گیا۔
 تو ہمارا دل بہت گھبرایا پڑھنا ترک کر کے وطن کو چلے گئے۔ اس زمانے میں ہماری عمر اٹھارہ
 برس کی تھی۔ حضرت والد نے پھر اپنے پاس دہلی بلا لیا ان کی خدمت میں رہنے لگے چند روز
 کے بعد ایک فقیر صاحب پنجاب سے تشریف لائے اور ایک سوداگر کے مکان پر ٹھہرے۔
 ہماری ملاقات بھی ان سے ہو گئی۔ چھ مہینے بعد فقیر صاحب کا بیٹا پنجاب سے آیا اور کہا کہ
 ہمشیرہ کی شادی ہے چلیے۔ وقت روانگی سوداگر نے ایک ٹٹو اور سو روپیہ نقد ایک عمدہ جوڑا
 کپڑوں اور کچھ زیور ان کی بیٹی کے واسطے دیا۔ فقیر صاحب بہت خوش ہوئے سوداگر سے
 سیر بھرا آٹولہ سارگندک منگائی اور لے کر ہمارے مکان پر آئے اور کہا کہ **هَلْ جَزَاءُ**
الْإِنْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ اس سوداگر نے ہمارے ساتھ سلوک کیا ہے ہم بھی اس کا بدل کرنا
 چاہتے ہیں۔ ہم کو جنگل میں اپنے ساتھ لے گئے اور ایک بوٹی کا عرق گندھک میں ڈال کر
 پیالہ دھوپ میں رکھ دیا گھنٹے بھر میں تیل نکل آیا۔ تیل لا کر سوداگر کے حوالے کیا کہ بوتل میں
 بند کر کے بحفاظت رکھو تمہارے کام آوے گا۔ پھر فقیر صاحب تو اپنے وطن کو چل دیئے۔
 سوداگر نے ایک کئی میں بھر کر اسی حجرہ میں لٹکا دیا جہاں وہ میاں صاحب رہا کرتے تھے۔
 سال بھر کے بعد میاں صاحب آئے۔ تیل کی کیفیت پوچھی تو تیل کئی کو توڑ کر نکل گیا تھا اور

قدرے زمین تر تھی۔ بہت افسوس کیا ہمارے پاس آئے اور شکایت کرنے لگے کہ دیکھو اس بیوقوف سوداگر نے کیسی بے قدری کی ہے۔ آؤ اس کو کچھ تماشا دکھائیں۔ ہم نے کہا کہ میاں صاحب آپ بدنام ہو جائیں گے۔ اور یہاں سے بھاگنا پڑے گا۔ لیکن انہوں نے نہ سنا۔ آخر دو بڑی بڑی دیکیں منگوائیں اور کہا کہ حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ کی گیارہویں کرتا ہوں۔ وہ مٹی کھودی جس پر تیل گرا تھا کچھ پانی میں گھول کر دیگوں پر مل دی اور باقی دریائے جمن میں پھنکوا دی۔ جب دیگوں کے نیچے آگ دی گئی تو ایک دیگ سفید خاکستر ہو کر بیٹھ گئی اور دوسری خالص کندن بن گئی۔ وہ خاکستر کہ تمام اکسیر اعظم تھی دریا میں ڈال کر بھاگ گئے۔ دیگ والے کو خبر ہوئی اس نے سرکار میں اپنی دیگ کا دعویٰ پیش کیا۔ انگریز نے سوداگر سے حال پوچھا اس نے تمام قصہ سنا دیا۔ حاکم نے مدعی سے سوال کیا کہ تمہاری دیگ کا ہے کی تھی۔ کہا تانبے کی۔ تب حاکم نے کہا کہ یہ دیگ تو سونے کی ہے پھر تم کیسا دعویٰ کرتے ہو۔ سوداگر کی قسمت سے سونے کی بن گئی۔ اب بجز اس کے اور کچھ نہیں ہو سکتا کہ پرانی دیگوں کے عوض میں نئی لے لو۔ چنانچہ سو اگرنے نئی دیکیں دلوا دیں بہت سے فقیر اس دیگ کی خاکستر ک حال سن کر آئے۔ جب معلوم ہوا کہ دریا برد ہو گئی تو اپنا سر پیٹ لیا کہ ہائے ڈیڑھ من اکسیر جاتی رہی۔ بعد اس مفارمہ کے والد صاحب نے ہم سے دریافت کیا کہ فقیر صاحب کیا یہ نسخہ تم کو بتلا گئے ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ ہاں وہ تیل تو میرے ہی ہاتھ سے بنوایا تھا ایک اس نسخہ کی اور ایک درود مستغاث کی اجازت مجھ کو دی ہے۔ حضرت قبلہ گاہی نے فرمایا کہ خبردار تم ہرگز نہ کرنا متوی کل رہنا۔ ورنہ کہیں گرفتار ہو جاؤ گے۔ اس روز سے ہم کو تو خیال بھی اس بات کا نہیں ہوا ہمیشہ تو کل پر گزار دی۔



سانپوں کی بارات

ایک روز ارشاد ہوا کہ جب ہمارے والد کا رسالہ لکھنؤ سے تبدیل ہو کر نصیر آباد کی چھاؤنی میں پہنچا تو کرنیل نے بلا کر ان سے کہا کہ سب آدمیوں کو ہوشیار کر دو۔ اس پر پیٹ پر ایک بڑا موذی سانپ رہتا ہے جس کو کاٹتا ہے کھوپڑی پھٹ جاتی ہے۔ والد صاحب نے سب لشکر والوں کو آگاہ کر دیا۔ یہ خبر سن کر ہمارے چچا زاد بھائی میر عباس علی صاحب نے جو سواروں میں نوکرتھے والد سے عرض کیا کہ ارشاد ہوتے اس سانپ کو پکڑ دوں اور ایک تماشہ ایسا دکھلاؤں کہ کسی نے تمام عمر نہ دیکھا ہو نہ سنا مگر آپ کرنیل صاحب سے اجازت لے دیں اور جو شے ان سے طلب کروں وہ مل جائے۔ والد نے کرنیل صاحب سے ان کی درخواست بیان کی کہا کہ بہت اچھا رسالہ ضرور اس موذی کو پکڑو اور کیونکہ اس نے چار آدمی مارے ہیں اور میر عباس علی کو بلا کر کہا کہ جو تم مانگو گے ہم دیں گے۔ اور اگر کہو تو اس تماشے میں اور صاحب لوگوں کو بھی بلائیں۔ میر صاحب نے کہا کہ بہت اچھا جس صاحب کو جی چاہے بلا لیجئے اور پانچ من دودھ دو من کھانڈ اور سو کوٹھے منگا دیجئے اور اتوار کا دن اس تماشے کے لیے مقرر کیجئے۔ الغرض اتوار کے دن سب سامان موجود ہو گیا۔ پر پیٹ کے گرد سارا لشکر چار رستے چھوڑ کر کھڑا کیا گیا۔ ایک طرف انگریز بھی جمع ہو گئے۔ کوٹھوں میں دودھ اور کھانڈ ڈالی گئی۔ اور ان کے بیچ میں ایک چوکی نہایت پر تکلف بچھائی گئی۔ اس پر ایک پیالہ چینی کا دودھ سے لبریز ریشمی رومال سے ڈھک کر رکھ دیا گیا۔ اب میر عباس علی صاحب نے چوکی کے پاس کھڑے ہو کر جیب سے بانسری نکالی اور بجانے لگے۔ تھوڑی دیر بعد سانپوں کی آمد شروع ہوئی ہزار ہا قسم کے سانپ کے پیچھے ایک سانپ آیا نہایت خوبصورت اور سنہرا رنگ ڈیڑھ بالشت کا قد۔ ایک بڑے موٹے تازے سانپ پر سوار۔ اس کے چاروں طرف بیس بیس تیس تیس سانپ جلو میں تھے۔ جب قریب آیا تو سب سانپوں نے

اس کو سلام کیا۔ پھر اس سانپ نے سواری سے اتر کر بھائی صاحب کو سلام کیا۔ انہوں نے چوکی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا وہ کود کر جا بیٹھا۔ جرنیل صاحب نے دریافت کیا یہ کون ہے۔ بھائی صاحب نے بتلایا کہ یہ سانپوں کا بادشاہ ہے اور کلی ناس اسی کو کہتے ہیں۔ جرنیل صاحب نے کہا کہ اب اس کو دودھ پینے کی اجازت دیجیے۔ بھائی صاحب نے پیالہ سے رومال اتار کر کہا دودھ پو سب پینے لگے۔ بادشاہ بھی ناز و انداز سے ایک ایک گھونٹ پیتا اور چاروں طرف سرائٹھا کر دیکھتا جاتا تھا۔ جب سانپ پی چکے تو اس نے بھی بس کی۔ بھائی صاحب نے ریشمی رومال سے بادشاہ کا منہ صاف کیا اور کہا کہ میں نے آپ کو تکلیف اس لیے دی ہے کہ آپ ہمارے چور کو جو چار آدمی مار چکا ہے گرفتار کر دیں۔ اس نے اردلی کے سانپوں کی طرف دیکھا۔ وہ دوڑے اور ایک سبز رنگ سانپ کو پکڑ لائے۔ اس کے آتے ہی پندرہ بیس سانپ ایک گروہ میں سے نکل کر بھائی صاحب کے قدموں پر آ گرے۔ گویا وہ اپنے رشتہ دار کی سفارش کرتے ہیں۔ بھائی صاحب نے کہا چلے جاؤ اس بد معاش کو بے سزا دیئے یہ چھوڑیں گے۔ اس کے بعد جیب سے ایک رومال نکالا اور کہا کہ دیکھو آئندہ جو ایسا کام کرے گا یہی سزا پائے گا۔ یہ کہہ کر رومال کی ایک دھجی پھاڑی۔ سانپ بھی اسی دم سر سے ڈم تک چر گیا۔ پھر ایک گروہ سانپوں کا سلام کرتا ہوا اپنے اپنے مسکن کو چل دیا۔ جرنیل صاحب اور تمام انگریز اور لشکر کے سپاہی اس عجیب و غریب تماشے کو دیکھ کر حیران رہ گئے۔ جرنیل صاحب نے اس کے صلہ میں بھائی صاحب کو انعام دینا چاہا انہوں نے انکار کیا۔ جرنیل نے یہ تجویز کی کہ ہم لندن کو لکھتے ہیں وہاں سے تم کو اس کا صلہ ملے گا۔ وہ بولے کہ صاحب یہ کونسی بہادری ہے۔ کہیں معرکہ میں میں نے بڑھ کر تلواریں چلائی یا کوئی ملک سرکار کو فتح کر دیا جس کا انعام مجھ کو ملتا ہے۔ میں ہرگز راضی نہیں اس میں تو میری اور بھی ہنک ہے۔ لوگ طعنے دیں گے کہ انگریز لشکر میں سپیرے نوکر ہیں اور سپاہیوں کو سانپوں کے کرتب پر انعام ملتا ہے۔ اس بات کو سن کر ہمارے والد اور سب انگریز افسر بہت خوش ہوئے جرنیل صاحب بھی اس وقت تو چپ ہو رہے مگر چار مہینے بعد ان کو جمعہ دار کر دیا اور ہمیشہ ان کی ترقی کا خیال رکھا۔ ایک دن ہم نے بھائی صاحب سے دریافت کیا کہ تمہیں یہ بات کس نے سکھائی کہا کہ

ایک بنگالی فقیر ہمارے مکان پر بھیک مانگتا ہوا آیا۔ میں نے کہا کہ میاں صاحب آپ کھانا یہاں کھایا کیجیے اور کہیں بھیک نہ مانگئے۔ وہ راضی ہو گیا اور میرے پاس رہنے لگا۔ چھ مہینے بعد اس نے جانے کا ارادہ کیا اور مجھے جس دم اور یہ منتر تعلیم کر گیا۔ اب میں ان دونوں کا عامل ہوں وہ منتر یہ ہے۔ اَرْبَعُ حَبًا مُعْطَلًا هِدْيُ قَطْعَ صَنْعًا اگرچہ جس دم میں یہ کامل تھے مگر اتفاق سے ایک دن پریٹ کی مسجد میں حسب عادت دو بجے رات سے چار بجے تک جس دم کیا اور خشکی کی زیادتی سے اتار نہ سکے صبح کو تلاش ہوئی دیکھا کہ مسجد میں بے دم پڑے ہیں۔ والد بزرگوار چار پائی پر ڈال کر لے آئے۔ چونکہ ایک زمانے میں ہم نے بھی جس دم کیا تھا اور بھائی صاحب کے راز سے آگاہی تھی۔ اس لیے تدبیر کی گئی اور سقہ کو بلا کر تین مشکیں ان کے سر پر چھوڑوائی گئیں۔ بارے اٹھ بیٹھے اور کہنے لگے۔ کہ بہت ہی اچھا ہوا جو میں نے اپنا راز تم سے کہہ دیا تھا ورنہ چچا صاحب تو قبر میں پہنچا دیتے۔



رُوس کا شہزادہ اجمیر شریف میں

ایک روز ارشاد ہوا کہ جب والد کا رسالہ نصیر آباد کی چھاؤنی میں تھا تو ہم اور والد ہمیشہ پنجشنبہ کے دن عصر کے وقت حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر جایا کرتے تھے۔ اس زمانہ میں والی عہد رُوس یعنی الگژنڈراول اس زار کا باپ جو بالفعل تخت نشین ہے وہاں کشمیری فقیر کے بھیس میں موجود تھا۔ بہت لوگ اس کے مرید بھی ہو گئے تھے۔ ہمارے والد بھی کبھی کبھی اس کے پاس تشریف لے جاتے مگر پہلی ہی ملاقات میں فرما دیا تھا کہ یہ شخص نصاریٰ ہے اور فقیری کا صرف بہروپ بھر رکھا ہے۔ چھ مہینے میں ایسی محبت بڑھی کہ اگر والد ہفتہ میں ایک بار اس سے نہ ملتے تو آدمی بھیج کر بلاتا۔ اسی عرصہ میں ایک اشتہار صدر سے کشمیر اجمیر کے پاس آیا۔ جس میں لکھا تھا کہ عرصہ دو سال سے ولی عہد رُوس گھر چھوڑ کر نکلا ہے کہیں پتہ لگے تو اطلاع دو۔ اس کے ساتھ شہزادہ کی تصویر بھی تھی۔ منجر بھی

غضب ہوتے ہیں کسی نے پتہ لگا لیا اور کمشنر کو خبر دی کہ شہزادہ فقیری بھیس میں حضرت کی خانقاہ کے اندر موجود ہے۔ کمشنر صاحب اول بطور میر آئے اور اس کشمیری فقیر کو تصویر سے مطابق کیا تو سر مو فرق نہ پایا۔ دوسرے دن تمام انگریز معہ رسالہ اور پلٹن کے درگاہ شریف میں آئے اور فقیر کے سامنے ٹوپیاں اتار کر کھڑے ہو گئے۔ بولا بابا خیر ہے۔ انگریزوں نے کہا کہ آپ دلی عہد برس ہیں چھاؤنی میں تشریف لے چلیے۔ پہلے تو انکار کیا لیکن جب تصویر دکھلائی تو مان گیا اور ساتھ ہو لیا۔ لشکر نے سلامی اتاری بڑی تعظیم ہوئی۔ شہر روشنی کرائی گئی ملک روس کو خبر گئی کہ شہزادہ مل گیا۔ وہاں سے جہاز لینے کو آئے اکیس روز بعد اجمیر سے روانہ ہو گیا۔ اس عرصہ میں ایک دن ہمارے والد کو بلا کر دو تین گھنٹہ تک باتیں کیں اور بہت کہا کہ ہمارے ساتھ چلئے۔ اپنے باپ سے کہہ کر آتھ کو بڑا عہدہ دلاؤں گا۔ والد نے کہا بھلا میں اپنے بال بچوں کو چھوڑ کر کہاں جاؤں گذران کے لیے یہ تنخواہ بھی کافی ہے۔ شہزادہ نے کہا اچھا آپ اپنے بال بچوں کو بھی ساتھ لے چلئے۔ خرچ ہمارے ذمہ رہا اور اگر یہ بھی منظور نہ ہو تو چھ مہینے ہمارے پاس رہا کیجئے اور چھ مہینے اپنے بال بچوں میں اور اس آمد و رفت کا خرچ میں دوں گا۔ تنخواہ آپ کی اس کے علاوہ رہی۔ ہر چند شہزادہ نے سمجھایا مگر والد راضی نہ ہوئے۔ جب شہزادہ اپنے ملک میں پہنچ گیا تب بھی جرنیل صاحب کو چٹھی لکھی کہ میرا احمد علی صاحب رسالدار سے ہمارا سلام کہہ دو اگر اب بھی وہ آنا چاہے تو روانہ کر دو۔ جرنیل صاحب نے بلا کر کہا کہ شہزادہ تم پر بہت مہربان ہے تم چلے کیوں نہیں جاتے۔ ہم تو ذرا سا بھی سہارا پاتے تو فوراً چلے جاتے معلوم نہیں تم سے کیوں اس قدر خوش ہے کہ بار بار طلب کرتا ہے۔ ہمارے نزدیک اگر مستقل طور پر نہیں جاتے تو بطور سیر ہی چلے جاؤ۔ رخصت دلانا ہمارا کام ہے مگر والد نے جانے ارادہ نہیں کیا۔



لوہے کا ستون بھی ریزہ ریزہ ہو جاتا

ایک روز ارشاد ہوا کہ میاں امیر الدین شاہ صاحب چشتی نظامی صاحب کشف اور آزاد منش آدمی تھے۔ ان سے باری مسجد میں ملاقات ہوئی تھی۔ نہایت مہربانی سے ملتے رہے۔ ایک دن جذبہ میں آ کر بڑی زور شور کی توجہ ہمیں دی۔ بعد توجہ بولے۔ کہ بل بے تیرا حوصلہ اس وقت اگر ستون آ نہیں بھی ہوتا تو ریزہ ریزہ ہو جاتا مگر تم کو جنبش نہ ہوئی۔ تم کوئی بلا نوش ہو تمہارا پردہ پھٹا ہوا ہے۔ البتہ اس توجہ سے ہمارا قلب آئینہ ہو گیا تھا اور پانسو کوس تک کی چیز ہر وقت پیش نظر رہتی تھی۔

دکھلا رہی ہے دل کی صفائی جہاں کی سیر کیا آئینہ لگا ہوا اپنے مکاں میں ہے
میاں صاحب نے ایک دوا بھی (از قسم کشتہ) ہم کو تین دن کھلائی تھی جس کا اثر
اٹھارہ برس تک رہا جب عرب میں ہم نے ہیضہ کیا تو وہ اثر جاتا رہا۔



سلام کرنے پر ناراض ہو گئے

ایک روز ارشاد ہوا کہ پانی پت میں امام بدر الدین رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر گئے
تھے کرنال کی سڑک پر دیکھا کہ ایک انگریز بگھی میں سوار چلا آتا ہے۔ ہم نے سلام کیا اس
نے بگھی تھام دی اور ڈنڈا ہاتھ میں لیے نیچے اتر پڑا۔ ہم نے کہا کہ خدا خیر کرے پاس آ کر
پوچھا تم نے کیوں سلام کیا۔ ہم نے کہا کہ صاحب آپ حاکم اور ہم محکوم اس لیے رسم تعظیم ادا
کی۔ بولا نہیں صاحب ہم بھی سڑکاری رعایا اور تم بھی سب برابر ہیں۔ ہم نے کہا کہ صاحب

ہمارے نزدیک تو تمہاری قوم کا ہر آدمی سرکار ہے۔ پھر اس نے جیب میں ہاتھ ڈالا تو کچھ نہ تھا خانساماں سے مانگا اس نے جواب دیا کہ دہلی کی ہنڈوی کے سوا اب کچھ نہیں۔ تب بولا کہ اس وقت روپیہ ہمارے پاس نہیں سلام کے بدلے ہم بھی سلام کرتے ہیں۔ سلام سلام سلام اس کے بعد سڑک کے کنارے بیٹھ گیا اور ہم کو بٹھالیا۔ پوچھا پانی کس کنویں کا اچھا ہے ہم نے اونچے کنویں کا پتہ دیا۔ وہاں سے پانی منگایا اور کھانا کھانے لگا۔ ہمارے واسطے خانساماں سے کھانا مانگا۔ ہر چند انکار کیا مگر نہ مانا۔ ناچار ہم بھی کھانے لگے اور حال دریافت کیا تو کہا کہ میرا بڑا بھائی پشاور میں جرنیل ہے اور میں بیچ کی چھاؤنی میں کرنیل ہوں۔ بھائی سخت بیمار تھا اس کو دیکھنے گیا تھا خدا کے فضل سے آرام ہو گیا اب میں اپنی چھاؤنی کو جاتا ہوں۔ ہم نے پوچھا کہ صاحب آپ کے بھائی نے کچھ سلوک بھی کیا بولا اجی لاجول ولا قوۃ آپ نے یہ کیا فرمایا ہم اس واسطے نہیں گئے تھے۔ تنخواہ تھوڑی سہی مگر ہم ارادہ دینے کا رکھتے ہیں نہ لینے کا اگر ہم ذرا بھی اس بات کا اشارہ پاتے تو اس کی صورت سے پزار ہو جاتے۔

گدا دست اہل کرم دیکھتے ہیں ہم اپنا ہی دم اور قدم دیکھتے ہیں
 پھر ہم سے کہنے لگا کہ ول پادری صاحب ہمارے ساتھ چلو ہم بہت آرام سے
 آپ کو رکھیں گے۔ اور پھر یہیں پہنچا دیں گے اور آپ کے گھر کے لیے خرچ بھیجتے رہیں
 گے۔ جب وہ زیادہ درپے ہوا تو ہم نے کہہ کر پیچھا چھڑایا کہ صاحب ہماری والدہ ضعیفہ ہیں
 ان کی خدمت اور خبر گیری کے لیے کوئی نہیں ہم کو معاف رکھیے۔



کلو کپتان کوافیون کا چسکا

ایک روز ارشاد ہوا کہ سید اعظم علی شاہ صاحب قبلہ کے ہمراہ راجپور جانے کا اتفاق ہوا۔ کلو کپتان کے مکان پر ٹھہرے ان کوافیون کی دھت تھی۔ ہر دم نشہ میں رہتے اور رات کے بارہ بجے کھانا کھاتے پھر آم چوستے چوستے دو بجے سونا ملتا۔ صبح کی نماز قضا ہو جاتی ہماری طبیعت گھبراتی ناچار ہم نے یہ تدبیر کی کہ جس وقت مؤذن عشنا کی اذان دینے کھڑا ہوا تو ہم نے سکھلا دیا کہ الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ بھی کہہ دے اس نے ایسا ہی کیا۔ کپتان صاحب نشہ سے چونکے ارے میاں جلد کھانا لاؤ آج تو صبح ہی ہو گئی۔ کھانا آ گیا جب کھاپی چکے تو ٹن ٹن دس بجے۔ کپتان صاحب بولے ہیں یہ کیا نو بجے صبح کی اذان کس نے کہہ دی۔ مؤذن بلایا گیا اس نے کہہ دیا کہ حضور مجھ سے تو مولوی غوث علی صاحب نے فرمایا تھا۔ کہ تو الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ اسی وقت پڑھ دے میں نے ان کے کہنے کے موافق کیا ہے۔ کپتان صاحب ہماری طرف مخاطب ہوئے۔ ہم نے کہا کہ صاحب بارہ بجے تک بھوک کے مارے آنتیں قل ہو اللہ پڑھتی ہیں پھر دو بجے سوتے ہیں تو صبح کو آنکھ نہیں کھلتی بجز اس بات کے کوئی چارہ نہ دیکھا۔ کپتان صاحب نے اسی وقت اپنے آدمیوں کو بلا کر حکم دیا کہ ان کو آٹھ بجے کھانا کھلا دیا کرو۔



پیر زادے تو ٹھگ ہوتے ہیں

ایک روز ارشاد ہوا کہ ہم سوئی پت میں میرا عظیم علی شاہ صاحب قبلہ کے ہمراہ قلعہ کی مسجد میں رہتے تھے ایک دن فریزر صاحب ریڈنٹ دہلی تشریف لائے اس وقت میرا صاحب مکان کے اندر تھے ہم سے پوچھا کہ یہ کس کا مکان ہے۔ ہم نے کہا کہ ایک پیر زادے کا۔ صاحب نے کہا کہ پیر زادے تو ٹھگ ہوتے ہیں۔ ہم نے کہا کہ ہاں صاحب ہوتے ہوں گے۔ یہی گفتگو تھی کہ میرا صاحب تشریف لائے۔ صاحب نے پوچھا یہ کون ہیں ہم نے کہا صاحب یہ وہی ٹھگ ہیں جن کا مکان ہے۔ بولے نہیں نہیں یہ تو پادری صاحب ہیں۔ اور ہم کو اشارہ سے منع کیا کہ وہ بات ان سے نہ کہو۔ پھر میرا صاحب کا مزاج پوچھا اور پانچ روپے نذر دیئے۔ دوسرے دن بڑے تکلف سے دعوت کی اور جب تک وہاں قیام رہا اور روز میرا صاحب کے سلام کو آتے رہے۔ پھر دہلی کی جانب کوچ کیا نہایت خلیق و خوش مزاج انسان تھے۔



کافر شاہ مجذوب مرکز زندہ ہو گئے

ایک روز ارشاد ہوا کہ جب اول مرتبہ ہم پیران کلیر گئے ہیں تو دو وقت کا فاقہ ہوا۔ ہم نے مجذوب صاحب کے مزار پر جا کر کہا کہ حضرت آپ نے تو عمر بھر گولریں پر گزران کیا ہم کو بھوکا ہی ماریے گا۔ غور سے جو دیکھا تو قبر کو ایک سیاہ سانپ لپٹا پڑا تھا۔ خیر اپنا حال کہہ کر ہم چلے آئے۔ تھوڑی دیر میں ایک خادم کھانا لایا۔ اور عذر معذرت کرنے لگا۔

کہ میں بھول گیا تھا آپ معاف کریں غرض وہاں سال بھر رہنے کا اتفاق ہوا ایک بار تمام خادمان درگاہ حضرت عبدالقدوس گنگوی رحمۃ اللہ علیہ کے عرس میں چلے گئے تھے وہاں سوائے ہمارے اور کافر شاہ مجذوب کے کوئی نہ تھا۔ وہ عارضہ اسہال میں مبتلا تھے۔ ایک دن ہم سے کہا کہ اب میرا وقت قریب آ گیا ہے۔ میرا بدن اور کپڑے سب ناپاک ہیں۔ کپڑے تو تالاب پر دھولاؤ اور مجھ کو نہلا دو۔ ہم نے کپڑے دھو دیئے اور ان کو خوب نہلا دیا۔ بعد نماز مغرب چادر تان کر لیٹ گئے اور السلام و علیکم کہہ کر جان بحق تسلیم ہوئے۔ اس زمانہ میں مزار کے آس پاس بہت جنگل تھا ہم ان کی لاش کی نگہبانی کرتے رہے۔ جب آدھی رات گزری تو خیال آیا کہ اب لاش کو تنہا چھوڑتے ہیں تو خوف ہے کہ کوئی جانور نہ کھا جائے اور نہیں جاتے تو نماز قضا ہوگی۔ ہم اس فکر میں تھے کہ مجذوب آلا اللہ کہہ کر اٹھ بیٹھے۔ ہم نے لاجول پڑھی اور اپنا ڈنڈا سنبھالا کہ شاید کوئی بھوت لاش کے اندر حلول کر گیا مارنے کا ارادہ کیا تھا کہ وہ گھبرا کر بولے میاں غوث علی شاہ خبردار کوئی جن بھوت نہیں میں تو وہی کافر شاہ ہوں تم جو فکر مند تھے اس لیے میں سرکار سے دوپہر کی رخصت لے کر آیا ہوں اب تم جاؤ نماز پڑھو میں دو گھنٹی دن چڑھے مروں گا۔ خیر ہم نے لٹھر رکھ دیا اور ان سے باتیں شروع کیں۔ اول تو ہم نے پوچھا کہ آپ ہیں کون۔ دوسرے یہ کہ آپ کو فیض کہاں سے ہوا۔ تیسرے یہ کہ مرنے کے بعد کیا گزری۔ جواب دیا کہ میں شاہزادہ ہوں تیمور یہ خاندان سے اور فیض باطنی مجھ کو حضرت مخدوم علی احمد صابر کی روح پر فتوح سے ہوا ہے۔ اور وہاں کا حال مختلف ہے مجھ پر خیر گزری زیادہ حال گفتنی نہیں تم جب آؤ گے خود معلوم کر لو گے۔ اب جاؤ نماز پڑھو دیر ہوتی ہے مگر اشراق پڑھ کر جلد چلے آنا۔ ہم ٹھیک وقت پر آ پہنچے تو بولے کہ لو اب ہم جاتے ہیں تم کفن و دفن کا کچھ فکر نہ کرو۔ مولوی قلندر صاحب جلال آبادی آتے ہیں دو طالب علم بھی ان کے ہمراہ ہیں وہ تمہارے شریک حال ہو جائیں گے دو چادران کی اور ایک ہماری ان میں لپیٹ کر دفن کر دینا اور میری قبر مخدوم صاحب کے پا انداز میں بنانا۔ پھر بولے کہ اب انگوٹھوں میں سے جان نکل گئی۔ اب ٹخنوں میں آئی اب گھٹنوں میں اب کمر میں اب سینہ میں اب حلق میں السلام علیکم اتنا کہہ کر رخصت ہوئے۔ تھوڑی دیر میں مولوی صاحب

بھی تشریف لائے اور بموجب وصیت ان کو دفن کر دیا۔ پھر ہم نے تمام حال مولوی صاحب سے بیان کیا بہت دیر تک متحیر رہے اور کہنے لگے کہ حقیقت میں یہ فقیر اپنے فن کا پورا تھا۔



مفت کا حلوہ پوری

ایک روز ارشاد ہوا کہ اور کبیل پوش دتی سے پیران کلیر کو چلے ان دنوں گنگا اشنان کرنے والے بھی ہر دوار کو جا رہے تھے۔ اثنائے سفر میں ایک دن بھوک لگی ہوئی تھی۔ کبیل پوش نے حلوہ پوری کھلانے کا وعدہ کیا ہم کو اپنا چیلہ بنایا اور خود ایک غرق لنگوٹی باندھ بھجوت مل سڑک کے کنارے بیٹھ گیا جسیم آدمی داڑھی صغاچٹ خاصہ پر مہنس معلوم ہونے لگا۔ اتفاقاً ایک بیکانیر کا امیر اس طرف سے گزرا۔ ہم سے پوچھا کہ باباجی کیا چاہتے ہیں ہم نے کہہ دیا کہ کھانا مانگتے ہیں مگر ان کو حلوہ پوری مرغوب ہے۔ اس نے فوراً تیار کرایا۔ ایک کونڈے میں حلوا اور بہت سی پوریاں نذر کیں وہ تو چل دیا اور ہم دونوں نے کنویں کے کنارے بیٹھ کر حلوا پوری کھایا۔ اَلدُّنْيَا زُوْرًا اِلَّا بِالصَّوْر۔



عورت کے سر پر ماموں اللہ بخش

ایک روز ارشاد ہوا کہ پیران کلیر میں ایک خادم کے گھر ہماری روٹی پکتی تھی۔ اس عورت کے سر پر اللہ بخش بھوت آچڑھا۔ وہ خادم روتا پینتا ہمارے پاس آیا اور ہم کو لے گیا۔ ہم نے اللہ بخش سے کہا کہ کیوں صاحب جہاں ہماری روٹی پکتی ہے وہیں تم بھی آئے کوئی اور جگہ نہ تھی۔ بولا کہ خیر جب تک آپ رہیں گے میں اس عورت کے سر پر نہ آؤں گا۔

پھر ہم نے پوچھا کہ بھلا ہمارے سر پر کیوں نہیں آتے جو اب دیا کہ میں مغضوب الہی ہوں جس پر غضب ہوتا ہے اس کے سر پر آتا ہوں آپ مقبول ہیں بھلا مقبولوں کے پاس نہیں جاتے جو نہایت خوبصورت ہوتی ہیں۔ کہا ان کا اقبال درست ہے۔ ہم نے کہا کہ خیر یہ باتیں تو ہو لیں اب یہ بتلاؤ کہ حضرت بندگی شیخ داؤد رحمۃ اللہ علیہ نے تم کو کیا تعلیم کیا تھا وہ ہم کو بھی تعلیم کر دو اس بات کے سنتے ہی رونے لگا اور کہا کہ میاں صاحب اس کا ذکر نہ کیجئے کہ بن آئی مرنا پڑتا ہے جب ہم وہاں سے باری مسجد میں چلے آئے تو وہ خادم دوڑ آیا کہ صاحب اللہ بخش پھر آنے لگا۔ میر صاحب قبلہ اس کے لیے کچھ لکھنے لگے۔ میں نے منع کہا کہ حضرت آپ کچھ نہ لکھیں ہمارا اس کا اقرار یہی تھا اور اس کو بھی ہر قسم کے عمل آتے ہیں وہ زبردست ہے آپ کے عمل سے نہیں جائے گا البتہ عجز و انکسار سے چلا جائے تو کچھ عجب نہیں یہ بات سن کر میر صاحب خاموش ہو رہے۔



وہ تو ایک خاندان آگے بڑھ گیا

ایک روز ارشاد ہوا کہ جب ہم دوبارہ پران کلیں میں گئے تو وہاں ایک بزرگ میاں غلان فرید صاحب جو بابا فرید گنج شکر کی اولاد میں سے تھے معہ مریدوں کے تشریف لائے۔ ان کے ہر ایک مرید کو ایک ایک خدمت سپرد تھی اتفاق سے جس مرید کو گھوڑے کی گھاس لانے کا کام سپرد تھا اس کو بخارا اس شدت سے آیا کہ بیچارہ گھاس نہ لاسکا اس پر پیر جی کا غضب نازل ہوا فرمایا جا ہم نے تجھے مردود کیا اور چودہ خانوادہ سے باہر نکال دیا یہ سن کر اس بیچارہ کا دم نکل گیا بہت رویا پینا توبہ استغفار کی مفر پیر جی نے ایک نہ مانی آخر وہ روتا ہوا ہمارے پاس آیا اور کہنے لگا کہ حضرت آج بڑا غضب ہوا میرا کہیں ٹھکانا نہیں رہا دونوں جہان سے راندہ گیا ہم نے کہا کہ ابھی تو اس جہان میں موجود معلوم ہوتا ہے بات تو کہہ۔ اس نے روز و کراپنا تمام قصہ بیان کیا ہم نے کہا ارے بیوقوف روتا کیوں ہے تیرے پیر جی

کو صرف چودہ خاندان یاد تھے ہم کو چھتیس یاد ہیں آجھ کو پندرہویں خانوادے میں بھرتی کر لیں تو گھبرامت لیکن تو جا اور اپنے پیر جی سے پہلے یہ بات دریافت کر کہ حضرت جب آپ نے مجھ کو چودہ خاندانوں میں داخل کیا تھا تو میں کہاں کا بادشاہ یا ولی کامل ہو گیا تھا۔ اب جو آپ نے نکال دیا تو میرے پاس سے کیا چھن گیا میں تو جیسا جب تھا ویسا ہی اب ہوں۔ البتہ آپ کے نکالنے سے ایک فائدہ تو ہوا کہ گھاس کے بوجھ سے سبکدوش ہو گیا اگر تجھ سے پوچھیں کہ یہ بات تجھ کو کہاں سے سوچھی تو کہنا کہ پندرہویں خانوادے میں داخل ہو گیا ہوں۔ یہ اس کی بسم اللہ ہے۔ غرض اس نے جا کر اسی طرح سے بیان کیا۔ یہ سن کر ان کے کان کھڑے ہوئے اور پیر جی سے کہنے لگے کہ حضرت یہ خاندان تو بہت ہی اچھا معلوم ہوتا ہے۔ اول تو گھوڑے کی گھاس سے چھوٹا دوسرے ہم سے ایک خاندان آگے بڑھ گیا۔ اگر آپ کو آگے کے خاندان میں دسترس ہوتی تو ہم بھی پندرہویں خاندان میں داخل ہو جاتے۔ پھر تو پیر جی کے جھکے چھٹے اور گھبرا کر بولے یہ کہیں میاں غوث علی شاہ کے پاس تو نہیں جا پہنچا یہ سارا فساد ان کا ہی معلوم ہوتا ہے ورنہ اور کسی کو یہ باتیں کیا سوچھتیں۔ الحاصل وہ ہمارے پاس دوڑے آئے اور گلہ کرنے لگے کہ واہ صاحب تم نے ہمارے سارے مرید فرنٹ کر دیئے۔ میں نے کہا میاں صاحب ذرا غور کرو وہ بیچارے گھربار جو روئے چھوڑ کر آپ کے پاس خدا کا نام سیکھنے آئے ہیں یا گھوڑے کی گھاس کھودنے اگر تم کو نام خدا آتا ہو تو بتلا کر رخصت کرو۔ ورنہ جواب صاف دے دو۔ وہ بے چارے تو تمہاری خدمت گزاری کریں اور تم کسی طرح ان پر شفقت نہ کرو یہ کیا آدمیت ہے اور جس بات کے لیے وہ مرید ہوئے اس کی تو آپ کو ہوا بھی نہیں لگی۔ بقول شخصے پیر در خود در ماندہ شفاعت کرا کند۔ پیرے کہ کامرانی وتن پروری کند۔ اوخویشتن گم ست کرا رہبری کند۔ آپ یہ تو فرمائیں کہ سوائے بزرگوں کی اولاد میں ہونے کے کچھ اپنی گرہ کا کمال بھی طبقے میں مصرع میراث پدر خواہی علم پدر آمو!۔ لاتار بزرگی نیاری بدست بجائے بزرگاں نیابند نشست اور تماشہ یہ ہے کہ اس بے ہنری پر اس قدر ناز و ذرا شرم کرو اور خدا سے ڈرو۔

میری یہ تقریر سن کر پیر جی بہت گھبرائے اور منت کرنے لگے کہ خدا کے واسطے ایسی تدبیر کرو کہ میرے مرید بر گشتہ نہ ہو جائیں۔ ورنہ مجھ کو بڑی تکلیف ہوگی۔ خیر میں نے پیر جی کے سب مریدوں کو جمع کے سمجھا دیا اور ان کے حوالہ کیا۔



ہر ایک پیر کے مرید ہو جاتے

ایک روز ارشاد ہوا کہ پیر جی غلام فرید صاحب کو ایک علت یہ بھی تھی کہ پیران کلیر میں جو نیا فقیر آتا جھٹ اس کے مرید ہو جاتے اور جوئی طالب آتا اس کے مرید کرنے کا ڈھب لگاتے۔ اتفاق سے ایک پیر جی آئے ہوئے تھے اور میاں غلام فرید صاحب حسب عادت ان سے بیعت ہو رہے تھے اسی اثنا میں پیر جی غلام فرید کا ایک مرید مرغ اور چاول اور شکر لے کر حاضر ہوا وہ نئے پیر جی اس کی طرف بغور دیکھنے لگے۔ ہم نے کہا کہ صاحب اس مال پر نگاہ نہ ڈالے یہ پہلے خاوند کی اولاد ہے آئندہ جو فتوحات ہوں گی اس میں آپ کا بھی حق ہوگا۔ اس بات پر دونوں صاحب ہنس پڑے اور بولے کہ میاں صاحب چپ ہو رہے کہیں ہماری پیری مریدی میں کھنڈت نہ پڑ جائے۔



کیسا گری سیکھنے کا شوق

ایک روز ارشاد ہوا کہ جب ہم پیران کلیر میں مقیم تھے۔ تو ایک خاندان صاحب تشریف لائے کمر باندھے تلوار لگائے نہ سلام نہ دعا اول یہی سوال کیا کہ غوث علی شاہ کون ہے میں نے کہا فرمائیے۔ بولے آپ کو کیسا آتی ہے میں نے جواب دیا کہ ہاں آتی ہے۔

کہا کہ ہم کو بتلا دو۔ میں نے کہا نہیں بتلاتے بولے کیوں۔ میں نے کہا کہ ہماری خوشی پھر مجھ کو خیال آیا کہ یہ پٹھان ایک جاہل سپاہی اور ہتھیار بند ہے ایسا نہ ہو کہ جل کر چوٹ کر چلتے کوئی بتلاتا ہے آپ ٹھہریں تو سہی دیکھا جائے گا۔ غرض خان صاحب نے کمر کھول دی اور ہمارے پاس قیام کیا۔ ان دنوں یہ غذا تھی کہ روکھی سوکھی نان میں جویں یا پنوار کا ساگ جو اس جنگل میں خورد و ہوتا تھا۔ شام کو یہی کھانا ہم نے ان کے سامنے رکھا۔ خیر خان صاحب نے مجبوری کھانا تو شروع کیا مگر لقمہ حلق سے اترنا دشوار تھا ہم نے پوچھا کیوں صاحب خیر ہے اچھی طرح کھائیے۔ بولے کہ صاحب یہ ناگوار غذا تو نگلی نہیں جاتی۔ ہم نے کہا کہ واہ آپ تو کیمیا کے طالب ہیں بس یہی تو کیمیا کے مزے ہیں اگر سیکھ لو گے تو ایسی ہی چکھوتیاں تم کو بھی نصیب ہوں گی۔ بہت چپ ہوئے اور دل سرد ہو گیا۔ ہم نے کہا کہ خان صاحب ذرا خیال تو کرو اگر ہم کو یہ صنعت یاد ہوتی تو کیوں لنگر کی روٹی اور یہ ترہ بے نمک کھاتے۔ کہا کہ مجھے تو میاں امیر الدین شاہ صاحب نے بتلا دیا تھا کہ آپ کو کیمیا آتی ہے۔ ہم نے کہا کہ میاں اصلی بات تو یہ ہے نہ ان کو آتی ہے نہ ہم کو اپنا پیچھا چھڑانے کے لیے انہوں نے یہ حیلہ کیا۔ اور تم کو ٹال دیا اور جس طرح تم طلب کرتے ہو اس طریقہ سے تو کوئی جاننے والا بھی نہیں بتلائے گا بڑی خدمت اور اطاعت سے یہ بات حاصل ہوتی ہے۔ تم ایسا کرو کہ سری نگر کے پہاڑ پر ایک ہندو بابا جی رہتے ہیں ان کے پاس چلے جاؤ اور کچھ مدت ان کی خدمت میں رہو شاید تمہارے حال پر رحم کھا کر کچھ بتلا دیں۔ خدا خدا کر کے اس پٹھان کو ہم نے ٹالا۔ اگلے روز میاں امیر الدین شاہ صاحب بھی تشریف لائے۔ میں نے کہا کہ حضرت یہ کیا بلا میرے پیچھے لگا دی تھی بولے کہ میاں وہ تو ایسا ہمارے سر ہوا کہ کسی طور سے ماننا ہی نہ تھا مجبوری تمہارے پاس بھیج دیا تھا۔ کہ تم کسی نہ کسی ڈھنگ سے اس کو سمجھا دو گے۔ اور ہم تم دونوں اس بلائے ناگہانی سے چھوٹ جائیں گے۔



بھائی سید قاسم علی کا کمال

ایک روز ارشاد ہوا کہ ہمارے برادر عم زاد سید قاسم علی صاحب ہمارے والد ماجد کی معرفت رسالہ میں نوکر ہوئے۔ چند روز کے بعد ایک انگریز جو رسالہ کا افسر تھا اردو پڑھانے لگے چونکہ بھائی صاحب آزاد منش اور رنگین طبع آدمی تھے دیوالی و سہرہ محرم شہرت رمضان سب کا لطف اٹھاتے تھے الامیخواری و زنا کاری سے نہایت محترز و محتسب رہتے منش و نقاش و مصور بھی بے بدل تھے لکھنے میں یہ کمال کہ ہر خط میں خط ملا دیتے تھے اتفاقاً اسے دیوالی آئی خرچ پاس نہ تھا اس انگریز کے نام تنخواہ کا بل بنایا اور بعینہ اس کے دستخط کر کے خزانہ سے پیشگی روپیہ وصول کر لیا اور ایام دیوالی میں خوب کھایا اڑایا۔ جب انگریز نے حسب معمول خزانہ پر بل بھیجا تو افسر خزانہ نے وہ پہلا بل دکھلایا اور کہا کہ روپیہ تم وصول کر چکے ہو دیکھا تو بعینہ اس کے دستخط موجود تھے متحیر ہو گیا۔ بعد تحقیق پتہ لگا کہ یہ صنای سید قاسم علی صاحب کے سوا کوئی نہیں کر سکتا۔ ان کو بلا کر حال دریافت کیا تو اس نے سارا حال سچ سچ بیان کر دیا۔ ضابطہ کی موافق سنگین پہرہ میں نظر بند کیے گئے۔ تیسرے دن پہرہ والوں سے بولے کہ میاں اب تو جی گھبرا گیا ہم جاتے ہیں۔ یہ کہہ کر آنکھوں کے سامنے غائب ہو گئے۔ بیڑی اور ہتھکڑی پڑی رہ گئی پھر جو دیکھا تو کچھ فاصلے پر کھڑے ہوئے بے باکانہ کہتے ہیں کہ صاحب سے ہمارا الام کہدینا لو بھائی ہم تو جاتے ہیں اگر کچھ حوصلہ پکڑنے کا رکھتے ہو تو آ جاؤ۔

نہ چارہ کر سکے کچھ موج دریا کی روانی کا کہیں دارستگاں زنجیر جکڑے سے ٹھہرتے ہیں پھر پہرہ والوں نے دوڑ کر صاحب کو اطلاع دی اس نے فوراً رسالہ کو تیار کیا اور گرفتاری کا حکم دیا۔ سواروں نے آن کر چاروں طرف سے محاصرہ کر لیا اور چاہا کہ گرفتار کریں دیکھا تو صرف ایک جھنڈا کھڑا ہے اور وہاں سے غائب ہو کر ڈور جا کھڑے ہوئے

اور بولے صاحبو سلام اب ہم جاتے ہیں صاحب سے سلام کہنا پھر سوار دوڑے اور ہر طرف سے گھیر لیا دیکھا کہ ایک بول کا درخت کھڑا ندی بہتی تھی دیکھا کہ ندی کے اُس کنارہ پر کھڑے ہوئے کہتے ہیں کہ اذیہ آخری سلام ہے ۔

اب تو جاتے ہیں میکدہ سے میر پھر ملیں گے اگر خدا لایا پھر نظر نہ آئے رسالہ واپس چلا آیا۔ صاحب نے یہ ماجرا سن کر سخت افسوس کیا اور کہا میں اس کا دشمن نہ تھا اگر اب بھی آجاتے تو میں اپنی تنخواہ کا اختیار دیتا ہوں خود کھائے اور مجھے کھلائے لیکن افسوس چلا ہی گیا۔ بہت خوب آدمی تھا۔ قدر نعمت ست بعد زوال۔



سید قاسم علی راجہ رنجیت سنگھ کے رسالہ میں جا پہنچے

ایک روز ارشاد ہوا کہ جب سرکار انگریزی اور راجہ رنجیت سنگھ والی پنجاب میں اتفاق و اتحاد کا سلسلہ قائم ہوا تو ملکہ انگلستان نے خلعت فاخرہ بھیجا۔ جنرل صاحب نے حکم دیا کہ اس خلعت کے ساتھ میر احمد علی صاحب رسالہ ارمح اپنے رسالہ کے جاویں۔ اس زمانہ میں ہم بھی والد کی خدمت میں تھے ان کے ہمراہ منزل لاہور پہنچے وہاں بھائی قاسم علی ملے جو غائب ہو گئے تھے۔ معلوم ہوا کہ رنجیت سنگھ کے رسالہ میں نوکر ہیں۔ ہر چند والد نے فرمایا کہ ہمارے ساتھ چلو تمہارا تصور معاف کرادیں گے مگر آنا قبول نہ کیا پھر ہم دہلی کو واپس آئے۔



بھائی حیدر علی کی مجذوبانہ کیفیت

ایک روز ارشاد ہوا کہ بھائی سید حیدر علی صاحب ابن عم کا بھی عجیب حال گزرا ہے ستر پرس کے سن میں والدین نے ان کی شادی کر دی اسی زمانے میں ایک فقیر صاحب سالک مجذوب پنجاب سے تشریف لائے۔ چونکہ یہ خاندان ہمیشہ سے محبت الفقرا اور طالب خدا ہے اون کو بھی اہل اللہ سے محبت و ارادت تھی۔ اس درویش کو ٹھہرایا اور خدمت و مدارت کی جب جھ مہینے گزر گئے تو فقیر صاحب جانے لگے۔ بھائی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت مجھ کو کیا حکم ہے۔ فرمایا کہ اگر تمہاری والدہ ڈیوڑھی تک آ کر اجازت دیں تو میں ابھی تم کو فقیر بنا دوں۔ بھائی صاحب نے مجھ سے کہا آپ کسی طرح والدہ صاحبہ سے اجازت دلوا دیجئے۔ میں نے چچی صاحبہ کی خدمت میں عرض کیا۔ انہوں نے فرمایا کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ جیسا دیوانہ بنا دے۔ میں نے کہا کہ حضرت دولت فقر گھر بیٹھے ہاتھ آتی ہے کچھ تردد نہ کیجئے خیر دروازہ تک تشریف لائیں اور فرمایا اجازت ہے فقیر بنائیے مگر ہمارے کام سے نہ جاتا رہے۔ فقیر صاحب نے کہا کہ جب اجازت ہی ہوگی تو ہم کو اختیار ہے جو چاہیں سو کریں۔ یہ کہہ کر بھائی صاحب کو بلایا اور ان کی پیشانی پر کچھ لکیریں کھینچ کر فرمایا جاؤ ہم نے تم کو فقیر بنا دیا۔ یہ بات فرما کر رخصت ہوئے۔ ہم نے بھائی صاحب سے پوچھا کہ تم کو کچھ اثر معلوم ہوا کہا کہ نہیں۔ دوپہر کو جب ہم دونوں گھر میں جا کر ایک جگہ سو رہے تو دو گھڑی کے بعد بھائی صاحب چلائے۔ میں بولا خیر ہے کہا میرے قلب میں ایک سُرخ سانپ نے کاٹا ہے۔ تھوڑی دیر میں منہ سے کف آنے لگے۔ تمام بدن پر آبلہ پڑ گئے زبان بند آنکھیں کھلی ہوئی

سکتے کا سا عالم طاری نہ خواب نہ بیداری نہ دیوانگی نہ ہوشیاری
بیخودی بے سبب نہیں غالب کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے
دن رات بیہوش پڑے رہتے نہ اور کی سنتے نہ اپنی کہتے اگر کوئی کھلاتا کھاتے

اٹھاتا اٹھاتے بٹھاتا بیٹھتے ہر وقت آدمی نگہبان رہتے۔

المختصر سال بھر یہی حال رہا من بعد ایک دن دفعۃً ہوش میں آئے اور کہا بھائی جی میں برہنہ ہوں اپنی چادر دو کہ وہی فقیر صاحب آتے ہم نے چادر دی اور پوچھا کہ وہ کہاں ہیں۔ کہا کہ قریب آگے ہیں یہ کہتے ہی تھے کہ فقیر صاحب تشریف لے آئے۔ بھائی صاحب چادر اوڑھ دست بستہ گردن جھکائی سامنے آئے۔ فقیر صاحب نے فرمایا کہ کیوں فقیری کا مزہ چکھا کیا کہیں تم زبردست کی اولاد ہو کہ گردن پکڑ کر ہم کو بھینچ دیا ورنہ ہم تو خوب دق کرتے خیر اب کہو کیا چاہتے ہو۔ بھائی صاحب تو چپ تھے ہم نے کہا۔ قطعہ

ارے اومیکدہ کے جانے والے ذرا کہہ دیجیو پیر مغاں کو
شراب شوق کا کم ہو گیا کیف پلا ایسی کہ بھولے دو جہاں کو
فرمایا کہ اچھا ٹوپی کرتے بند لاؤ۔ میں حسب طلب لایا۔ دونوں صاحب
نہائے۔ لنگوٹے کھولے کپڑے پہنے مسجد میں آئے مجھ سے فرمایا تم دروازہ پر کھڑے رہو کسی
کو مسجد کے اندر نہ آنے دو۔ دو گھنٹے تک ان کو تعلیم کیا باہر آئے اور لنگوٹے باندھ کر چل
دیئے۔ پھر کبھی نہ آئے۔ بھائی حیدر علی صاحب اسی مسجد میں ہمیشہ گوشہ نشین رہے اور
تاحیات اسی قسم کا لباس رکھنا دنیا مافیہا سے کام نہ کسی سے کلام ۔

نہیں ملتے ہیں جہاں میں وہ کسی سے جرأت مل گیا جن کو مزا گوشہ تنہائی کا



ہڑکی پوڑیوں پر اشنان

ایک روز ارشاد ہوا کہ جب ہم جو الا پور سے چل کر ہردوار میں پہنچے تو سرون ناتھ
جی سے ملاقات ہوئی نہایت خاطر و مدارات کی اپنے مکان پر ٹھہرایا دونوں وقت عمدہ کھانا
کھلایا جب پرے (۱) (یعنی وقت نجات ۱۲) بھی کا وقت آیا تو ہم دھوتی باندھ قشقہ لگا کنڈل

ہاتھ میں لے کر پیڑی پر جا موجود ہوئے۔ ایک ہندو نے پوچھا کہ تم کون ہو ہم نے کہا برہمن پوچھا کون برہمن۔ ہم نے کہا کہ تو جئے بالوتہہاری چوتی کیوں نہیں ہم نے کہا جب سے سنیاں لی ہے چوتی کٹوادی مگر باری کے ایک برہمن نے عین اشنان ۲ (۲) (یعنی غسل ۱۲) کے وقت پہچان لیا اور دانتوں کے تلے انگلی دے کر چپ رہ گیا۔ ہم نہا کر باہر نکلے تو وہ برہمن ہم کو علیحدہ لے گیا اور کہا کہ میاں صاحب یہاں اور وہاں کچھ فرق ہے جو آپ اشنان کرنے آئے اگر کوئی اور پہچان لیتا تو بڑی خرابی ہوتی خدا تو سب جگہ ایک ہے یہ بھی ایک تماشہ ہے کہ ہر ایک فرقہ کا مذہب جدا ہے ایک دوسرے کو جھٹلاتا ہے اور اپنے آپ کو سچا بتلاتا ہے اگر حقیقت کی راہ سے دیکھو تو مراد دونوں کی ایک ہے ۳

پڑا بتخانہ ہو یا میں طواف کعبہ کرتا ہو یہاں کیا اور وہاں کیا ہے کہیں ہو تیرا جو یا ہو

اور یہ مثال بیان کی کہ چار مسافر رفیق سفر تھے مگر زبانیں چاروں کی مختلف تھیں انکو خریدنے کا ارادہ کیا ہر ایک نے اپنی اپنی زبان میں مطلب بیان کیا چونکہ ایک کی بات کو دوسرا سمجھتا نہ تھا باہم لڑنے لگے۔ اتفاق سے ایک مرد ہمہ دان بھی آ نکلا اس نے ایک کا مطلب دوسرے کو سمجھا دیا۔ تب شرمندہ ہوئے کہ یہ کیسی بیہودہ جنگ ہے مقصد تو سب کا انکو رہے۔

جب وہ پنڈت سمجھا چکے تو ہم نے کہا کہ صاحب یہ اشنان ہے ہم نے اپنے رضاعی باپ پنڈت رام سنبھی جی طرف سے کیا ہے کیونکہ حج کا ثواب تو ان کو پہنچ نہیں سکتا پھر ہم نے گاتری کا پاٹ شروع کیا۔ برم گاتری یہ ہے اوم بھور بھوہ سوہ تہ سوی ترور نیم بھور گور وستی دھی دھی مہی دھیو یونہ پر چود یات اوم۔ معنی لغوی اور شرح گاتری کی یہ ہے۔ اوم اللہ یہ اسم افضل اسماء الہی میں سے ہے یعنی اسم ذات ۱۲ بھور آسمان دوم جو تمام مخلوق میں جلوہ گر ہو کر سب کو اپنی اپنی راہ پر رکھتا ہے۔ سوہ۔

آسمان سوم۔ یعنی ہے تَت یعنی اس سَوِی تَد۔ پیدا کنندہ۔ یعنی جو خالق اور عزت کا دینے والا ہے وَرِنِمْ یعنی جو بہت ماننے کے لائق ہے۔ بَہر گُو۔ روشنی یعنی جو پاک شکل ہے۔ دَوَسِیسی۔ یعنی جو سب جانوروں کا روشن کرنے والا اور اللہ تعالیٰ جو کل مخلوقات میں جلوہ گر ہے اور پرستش کے قابل ہے اس پیدا کنندہ کا نور سب جانوں میں جلوہ گر ہے۔ ہم فرمانبردار خلوص و عقیدت سے یقین کرتے ہیں کہ جو ہمارے حواسِ خمسہ اور دل و عقل ہیں ان کو اپنی طرف رجوع کرے۔ اللہ جس روز ہم پاٹ کر چکے تو آخر شب میں یہ خواب دیکھا کہ عین دریائے گنگ میں ایک طرف خاتم رسل بادی سبل جناب سرور کائنات خلاصہ موجودات فخر خاندان آدم رحمت عالم باعث ایجاد ارض و سما سپہدار لشکر انبیا احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام تشریف لائے اور ایک مجلس آراستہ و پیراستہ ہوئی۔ دوسری طرف مہاراج سری کرشن جی مع اپنے رفیقوں کے رونق افروز ہوئے۔ اور ایک سجا (۱) (محض ۱۲) جم گئی۔ کرشن جی نے آنحضرت سے عرض کیا کہ آپ ان کو سمجھائیں یہ کیا کرتے ہیں۔ حضرت نے کہا تم ہی سمجھاؤ۔ پھر مہاراج نے مجھ کو بلایا اور کہا سنو بر خوردار تمہارے یہاں کیا کچھ نہیں جو دوسری طرف ڈھونڈتے ہو کیا تم نے دوائی سمجھی ہے یہاں اور وہاں سب ایک بات ہے البتہ پنتھ جدا جدا ہیں۔

انسان اپنی حد میں خوب رہتا ہے اور بڑھ کر چلتا ہے تو مطعون ہوتا ہے۔
 پار کہیں تو پار ہے اور وار کہیں تو وار پکڑ کٹارہ بیٹھ رہے ہیں دار یہیں پار
 چند روز اور رہنے کا اتفاق ہوا ایک دن سروں ناتھ سے ان کی سرگزشت پوچھی۔
 کہنے لگے میں ایک جاٹ کا لڑکا ہوں خود بخود ایک روز یہ سوچھی کہ میں کسی گروہ کا شش
 ۲ (۱) (مرید ۱۲) بنوں۔ اسی دن میں نے گھر سے نکل کر ملک دکن کی راہ لی۔ چلتے چلتے حیدر
 آباد پہنچا وہاں ایک بڑے بوڑھے مہاتما پائے دستوں کی بیماری میں مبتلا رویہ بہت اسباب
 بے شمار مال بے انتہا چیلے بھی کثیر مگر کوئی گرد کے پاس تک نہ آتا اپنے اپنے عیش و آرام میں

سب مصروف تھے جانشین بھی ان کی خبر نہیں لیتا تھا۔ گرو جی بے چارے اکیلے پڑے رہتے ہیں میں نے اپنے دل میں کہا خیر جو ہو سو ہو آؤ انہیں کے چیلے بن جاؤ۔ مرگ انبوہ جسنے دارد۔ یہ سوچ کر ان کے پاس گیا اور اپنا حال عرض کیا۔ فرمایا کہ بھائی کیوں مصیبت میں پڑتا ہے میرا وقت اخیر ہے جب کچھ کام نہ ہو تو نام گنانے سے کیا فائدہ۔ میں نے کہا کہ مہاراج میرا یہی کام ہے کہ اس وقت آپ کی خدمت گزاری کروں۔ بارے قسمت اچھی تھی کہ مجھ کو چیلہ کر لیا اور میں نے دل و جان سے ان کی خدمت شروع کر دی۔ جب وقت قریب آیا تو مجھ کو پاس بلا کر اسماء ستہ تعلیم فرمائے اور ارشاد کیا کہ ہردوار میں جا کر گنگا کے کنارے سے ان کا پاٹ کر لینا پھر تاثیر دیکھنا وہ اسماء ستہ جن کو شش ضربی بھی کہتے ہیں یہ ہیں۔ کلیم ہریم شریتم اوم سوہم ستیم اور اس طرح بھی تلفظ کرتے ہیں کلینگ ہرینگ شرینگ اونگ سونگ ست انگ لیکن اول صحیح ہیں یہ اسماء ستہ شاستر کے حروف مقطعات ہیں ان کے معانی کوئی نہیں جانتا اس تلقین و وصیت کے بعد گرو جی جان بحق ہوئے چیلوں نے باہم ماں تقسیم کیا میرا حصہ مجھ کو دیا۔ میں وہیں پن کر کے ہردوار کو چلنا ہوا۔ یہاں پہنچ کر پاٹ کیا اس دن سے ایک عالم مسخر ہو گیا کسی چیز کی پرواہ نہ رہی اس کے بعد سرون ناتھ نے کہا کہ فقیری تو مجھ کو ملی نہیں ہاں امیری موجود ہے اگر آپ کو خواہش ہو تو ان اسماء کی اجازت ہے جب جی چاہے پاٹ کر لینا یہ گڈری جو آپ دیکھتے ہیں انہیں گرو جی کی دی ہوئی ہے وہ گڈری ایک رات ہم کو بھی اوڑھنے کو دی تھی فی الحقیقت اس میں عجیب تاثیر دیکھی۔ الحاصل ہم وہاں سے رخصت ہوئے۔ اور آگے کو چل دیئے۔



تم جنگل چھوڑ دو شہر میں رہو

ایک روز ارشاد ہوا کہ ہر دوار سے آگے ہم ایک منزل گئے تھے کہ ایک مسلمان فقیر جو نہایت عابد و زاہد تھے ملاقات ہوئی بہت تپاک سے پیش آئے اور اپنے پاس ٹھہرایا ان کے ہاں گائے بکریاں بہت تھیں ہمیشہ دودھ چاول کھایا کرتے تھے یہی غذا ہم کو بھی دی ایک دو روز تو کھائی لیکن یہاں تو زبان کو نمک مرچ کی چاٹ لگی ہوئی تھی وہ خورش پسند نہ آئی ایک دن ہم جنگل میں چلے گئے اور جنگلی مرغیوں کے انڈے لائے کچھ ثابت کچھ چلے پکائے آپ بھی کھائے اور فقیر صاحب کو بھی کھلائے پھر تو ان کو بھی مزہ پڑ گیا روز جاتے اور انڈے ڈھونڈ کر لاتے سچ ہے۔ اَلصُّحْبُتُ مُؤَثَّرَةٌ دنیادار کی صحبت نے فقیر کو بھی چنور پن سکھا دیا خیر تو یہ ہوئی کہ ہم نے ان کو مرغ پکڑ کر نہیں کھلایا ورنہ جنگلی مرغوں کا نام و نشان نہ رہتا۔ ایک دن میں نے کہا کہ میان صاحب آپ عابد و زاہد متقی پرہیزگار آدمی ہیں آپ کا قیام تو شہر میں زیبا تھا تا کہ جمعہ و جماعت کا ثواب حاصل کرتے۔ خلقت آپ سے فیض پاتی، آپ ان سے فائدہ اٹھاتے۔ طرفین جو رو تصور کے مستحق ہوتے اور یہ ہو کا مقام تو عارفوں کا ہے سو آپ کو اس کی ہوا بھی نہیں لگی۔ ہم کچھ اور ہی سمجھ کر آئے تھے۔ پھر وہ فقیر صاحب ہم کو اپنے مرشد کے پاس لے گئے جو پہاڑ پر رہتے تھے ان سے ملاقات ہوئی البتہ وہ خوب آدمی تھے۔



ہندو مسلمان فقیر ایک ہی میں

ایک روز ارشاد ہوا کہ جب ہم دہرہ دون کو گئے وہاں ایک ہندو فقیر کی خبر سن کر پہاڑ پر پہنچے۔ ان کی ملاقات سے طبیعت بہت خوش ہوئی جیسا سنا تھا ویسا ہی پایا۔ چار پانچ روز رہنے کا اتفاق ہوا ایک روز تنہائی میں ہم گئے اس وقت بابا جی رام ۱۔ (۱) (نام کتاب ۱۲) گینا لکھ رہے تھے ہم نے کہا نرا این ۲۔ (۲) (یعنی نرا این کو سلام کرتا ہوں ۱۲) بولے اجی نارائن پر لا حول بھیجو۔ السلام علیکم کہو۔ یہ کلام سنکر ہم چونکے۔ فرمانے لگے میں سید ہوں اور میرا نام محمد حسین ہے۔ پہلے تو شاہ عبدالعزیز صاحب سے تحصیل علم کی پھر وید اور شاستر کا شوق دامنگیر ہوا۔ بنارس جا کر یہ بھی پڑھا خاندان قادر یہ میں مرید ہوں اب جوگ لے کر یہاں آ رہا ہوں یاد خدا میں مشغول ہوں ہم نے دریافت کیا کہ ہندوؤں اور مسلمانوں کی فقیری میں آپ نے کیا فرق دیکھا کہا کہ فقیری کی بات تو دونوں طرف یکساں ہے صرف الفاظ و اصطلاحات جدا ہیں۔



چار سو سالہ فقیر سے ملاقات

ایک روز ارشاد ہوا کہ ہم دہرہ دون کے پہاڑ کی سیر کرتے ہوئے سری نگر میں پہنچے ایک پہاڑ پر بابا جی رہتے تھے ملاقات ہوئی بڑے خلق و مدارات سے پیش آئے دیکھتے ہی بولے کہ ایسی صورت تو بعد مدت دیکھنے میں آتی ہے۔ ہم کو ایک جدا مکان دیا چار پائی منگائی ہر چند ہم نے انکار کیا کہ آپ زمین پر سوتے ہیں ہم بھی اسی طرح سے بسرام کریں

گے ہرگز نہ مانا اور اصرار کیا کہ نہیں تم کو چار پائی ضرور چاہیے۔ چند روز میں بے تکلفی ہو گئی ایک دن ان کے کسی چیلے کو پدم ناگ نے جو ہاتھ بھرکا اور نہایت زہریلا ہوتا ہے کاٹ لیا دوسرے چیلے نے سانپ کو پتھر کے کوٹڈے سے ڈھانک دیا اور خود آکر گرو جی کو خبر دی فرمایا کہ جلدی بھھوت لا (یعنی اکسیر اعظم) اتنے میں ایسا زہر چڑھا کہ چیلہ کا منہ بند ہو گیا۔ خیر بڑی مشکل سے ایک خشخاش کے برابر اکھ سینک سے اس کو کھلا دی حلق سے اس کا اترنا تھا کہ چیلہ جھرجھری لے کر سیدھا ہو گیا اور چیلوں کو حکم دیا کہ اب اس کو بٹھلاؤ تھوڑی دیر میں اس نے بھوک کی فریاد کی تو دوسیر گھی اس کو پلوادیا اور پھر ٹھلانا شروع کیا اور جب خواہش ہوئی گھی پلا دیا کچھ دیر بعد اس کو خون کا دست آیا پھر گھی پلا کر ٹھلایا تو کج لہو کا دست آیا اس کے بعد غائی آیا اس کے بعد غذائی آیا اور بھلا چنگا ہو گیا۔ اب گرو جی نے کہا کہ اس سانپ کو لاؤ چیلے پکڑ لائے ایک سینک سے اس کے منہ میں بھی وہی بھھوت ڈال دی اسی دم اینٹھ کر رہ گیا۔ اور ذرا دیر میں پانی پی پی کر بہہ گیا اور وہ خاک پانی پر تیرنے لگی۔ بابا جی نے کہا کہ دیکھئے اس کا زہر تو اس کے لیے اکسیر ہے مگر انسان کے لیے قاتل ہے اور انسان کی اکسیر اس کے حلق میں زہر ہلا ہل ہے۔

کیمیائے زہر مار آن شقی برخلاف کیمیائے متقی

اور یہ حوصلہ اللہ تعالیٰ نے انسان ہی کو دیا ہے۔ کہ اکسیر کو ہضم کرتا ہے ورنہ اور

حیوانات کے حق میں تو اکسیر زہر کا حکم رکھتی ہے۔

آن یکے رلدح در حق تو ذم آن یکے راشہد در حق تو سم

اس کے بعد بابا جی نے کہا کہ آؤ تم کو ایک اور تماشا دکھلائیں۔ ایک کڑھائی

دودھ کی بھری ہوئی منگائی اور اس میں سرکہ اور نمک ڈال کر دودھ کو پھاڑ دیا۔ مجھ سے بولے

کہ بھلا اب کوئی شے اس کو درست کر سکتی ہے۔ میں نے کہا نہیں۔ پھر وہی خاک چاول بھر

اس میں ڈال کر لکڑی سے ہلانا شروع کیا۔ فوراً دودھ اصلی حالت پر آ گیا۔ پھر کتنا ہی سرکہ

اور نمک اور پر ڈالا کچھ اثر نہ ہوا جیسا تھا ویسا ہی رہا۔ باباجی نے چیلوں کو حکم دیا کہ گڑھا کھود کر اس دودھ کو دبا دو۔ ہم نے کہا صاحب ان چیلوں کو آپ کیوں نہیں پلا دیتے۔ فرمایا کہ یہ پیسے گے تو کامی۔ (۱) (یعنی شہوتی ۱۲) ہو جائیں گے پھر ہم سے براہ عنایت فرمایا کہ اگر تم کھاؤ تو ہم کھلا دیں۔ سات پشت تک اس کی تاثیر رہے گی۔ میں نے کہا بہت اچھا مگر اس کا اتار بھی بتلا دیجیے ورنہ پانچ سیر مرغن کھانا ہر روز کہاں سے لا دیں گے۔ فرمانے لگے میاں خدا مالک ہے۔ ہم نے کہا سبحان اللہ دو اکلانے کے تو آپ مالک ہیں اور کھانا کھلانے کے لیے خدا مالک میں ایسی دوسا سے باز آیا۔ یہ سن کر چپ ہو رہے۔ ان باباجی کی عمر چار سو برس کی تھی۔ ستر برس میں کاپا پلٹا کرتے تھے۔ اس طرح کہ چھ مہینے تک ایک کوٹھڑی میں بیٹھ کر جہاں ہوا کا گزر نہ ہو ایک دو اکلانے تھے پہلا جسم پھٹ کر اس کے اندر سے بارہ برس کی عمر کا ایک جسم نکل آتا تھا۔ جن دنوں میں ہم گئے تھے وہ دو اتیار ہو رہی تھی باباجی اکسیر کے کھلانے میں بڑے استاد تھے چند روز کے بعد میرا عظیم علی صاحب قبلہ ہمیں تلاش کرتے کرتے وہاں جا پہنچے ان کو دیکھ کر باباجی نے پوچھا کہ یہ صاحب کون ہیں۔ میں نے جواب دیا کہ یہ ہمارے پتا ہیں سن کر بولے کہ صورت شبابہت سے تو یہ بات ٹھیک نہیں معلوم ہوتی۔ تب میں نے کہا کہ ہمارے مرشد اور گرو ہیں کہا کہ ہاں اس کا مضائقہ نہیں وقت رخصت باباجی نے میر صاحب قبلہ کو ستر روپیہ اور ایک بیل اکسیر کے دیئے وہاں سے بابری کو چلے راہ میں میر صاحب نے فرمایا کہ اکسیر کے بیل کو پھینک دو۔ میں نے عرض کیا کہ آپ عیال دار ہیں بال بچوں کے کام آئے گی۔ فرمایا کہ نہیں اس کو دیکھ کر خراب ہو جائیں گے تب ہم نے وہ بیل پھینک دیئے۔ اس اکسیر میں یہ تاثیر تھی کہ نامرد کو مرد بنا دیتی۔



کیا یہ منتر سیکھا جاسکتا ہے

ایک روز ارشاد ہوا کہ باری مسجد میں ہم کو ایک برہمن نے یہ منتر بتلایا تھا نہایت

پر تاثیر ہے۔

دھانگ	دھونگ	منو	بھو کنگ	سچ اندریان
دھیان جو ہے	دھوپ ہے	دل	راجہ	حواس خمسہ
ہون ناس ننگ	چھمہ	جپ	سنتوک	پوجو
نناہوں	تخل	پرستش ہے	قناعت	پوجا اس وقت
ریوع	نرنجنک	امان	مترپ	نرمان دیونگ
ذات	بحث کو	خاکساری	سائبان	عجز سے خدا کو
حیونت	جوگی	جہان	بھوم	لولین پوجا
پوجنے والا	جوگی	جہاں	امید	محو ہونا عبادت میں
من یسپ	دھوپنگ	ست ست	بھا کھنت	دیورنت
دل پھول	خوشبودار	سچ	بیان کرنا	پوجنے والا فقیر

(ترجمہ) یعنی خدا کے ساتھ ایسا دھیان لگاؤ کہ سلطان دل کی

خواہش اور حواس خمسہ جو اس کے خادم ہیں دھوپ کی طرح جل جائیں

گے خدا کی عبادت تخل و قناعت سے عجز کا سائبان لگا کے عبادت کنندہ

بغیر امید و خوف کے عبادت کرے بلکہ محو ہو جائے دل خوشبودار پھول کی

طرح کھل جائے گا۔ سچ کہتا ہے پوجنے والا اودھو۔

دست عیب کا تعویذ

ایک روز ارشاد ہوا کہ جب اہم باری مسجد میں تھے تو مولانا روم کی مثنوی کا شوق پیدا ہوا۔ سنا کہ مولوی قلندر صاحب جلال آبادی خوب جانتے ہیں۔ ان کی خدمت میں جا کر کتاب شروع کی جب دوسرے حصہ میں یہ شعر آیا۔

قال را بگذار مرو حال شو پیش مردِ کاملے پامال شو

ہم نے عرض کیا کہ حضرت یہ تو قال ہے قال کچھ حال کی حقیقت و ماہیت فرمائیے۔ بولے کہ بھائی یہ تو ہم بھی نہیں جانتے۔ بس اس روز سے ہم نے کتاب بالائے طاق رکھ دی۔ مولوی صاحب ایک تعویذ چند بار ہر روز لکھا کرتے تھے۔ میں نے اس کی تاثیر پوچھی فرمایا کہ اس میں حب و بغض کی دولت غیب و فتوحات و تسخیر خلائق ہے۔ چنانچہ ایک تعویذ لکھا اور فرمایا کہ دستِ غیب کی نیت سے لکھتا ہوں مجھ کو دیا اور کہا کہ اس کو جانماز کے تلے رکھ دو پھر کچھ پڑھا اور فرمایا کہ اب جانماز اٹھا کر دیکھو تو پانچ روپیہ رکھے تھے۔ غرض انہوں نے ہر قسم کی تاثیر کا تجربہ دکھلایا۔ فی الحقیقت نہایت مجرب تعویذ تھا۔ فرمایا کہ تم کو بھی اس کی اجازت ہے اس ترکیب سے کر لینا چار عناصر اس کے چار چلے ہوتے ہیں وہ تعویذ یہ ہے۔ مولوی قلندر صاحب سے ہم رخصت ہو کر پیران کلیر کے عرص میں پہنچے۔

۷۸۶

۳۳۴	۳۳۹	۳۳۶
۲۳۵	۳۳۳	۳۳۱
۳۳۰	۳۳۷	۳۳۲

ابوہا سبرہا سارصا

◎◎◎

بے سمجھے حال کھینے لگے

ایک روز ارشاد ہوا کہ ایک زمانہ میں حضرت مخدوم علاؤ الدین علی احمد صابر رحمۃ اللہ علیہ کے مزار متبرکہ کی زیارت کو ہم گئے۔ پیران کلیں میں رہنے کا اتفاق ہوا۔ جب عرس شروع ہوا تو اطراف و جوانب سے حضرت صوفیہ کا درود ہونے لگا۔ خوش اعتقادوں کے ہجوم اور آہنگ و سرود کی دھوم ارباب شوق کی مستی و اصحاب ذوق کی بالادستی سے ہنگامہ بزم گرم ہوا۔ میں بھی عین وجد و حالت کی گرما گرمی میں اس مجلس کے اندر پہنچا دیکھا کہ تین شخص رنکین لباس بادۂ شوق سے سرمست ہیں اور اصاغرد اکابر خاموش مطربان خوش آہنگ کسی سوختہ دل کا یہ شعر گاتے ہیں۔

یہ شکایت ہے ہمیں اس ساقی گلغام سے دور ساغر میں ہمیں محروم رکھا جام سے
شعر سے کیا کیفیت اخذ کی اور تحقیق معانی سے کیا اثر آپ کے دل پر مرتبہ ہوا۔
انہوں نے فرمایا کہ جو گوہر شک پروتے ہیں سو اللہ کو روتے ہیں۔ میں نے کہا کہ حضرت کیا
آپ دل میں مردہ کی طرح حتیٰ لقیوم لا تاخذہ سنۃ و لا نوم بھی دام اجل میں گرفتار
ہو گیا۔ جس کے ماتم میں آپ نوحہ گری کرتے ہیں اگر ایسا نہ ہوا تو مقام تہنیت ہے نہ جائے
تعزیت کیونکہ اس نے تمہارے بزرگوں کو مارا اور تمہاری فکر میں ہے۔

هَلَا هُوَ أَكْرُكُمْ هَيْنَ كَهَيَّوَابَهْتَ بَهْنِ سِي تُو

چھوٹی جی

یہ بات سن کر چپ چاپ ایک گوشہ مجلس میں جا بیٹھے نہیں معلوم کبیدہ خاطر کی
سے گردن جھکائی خدا سے جی لگا بیٹھے پھر میں نے دوسرے انا کہش سے وہی سوال کیا جو

پہلے سے کیا تھا وہ بولے حضرت کیسی غزل اور کہاں کا شعر نہ ہم سمجھتے ہیں نہ اس کو سنتے ہیں یہاں تو آلاپ اور کیے بھی معلوم ہوتی ہے۔ ڈھولک کی تھاپ پر سردھنتے ہیں میں نے کہا کہ بہت درست ۔

کسانے کہ ایزد پرستی کنند بر آواز دولاب مستی کنند پھر تیسرے صاحب ذوق سے بھی یہی سوال کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ حضرت شعر کا مطلب یہ ہے کہ جب خاتم الانبیاء علیہ التحیۃ والثناء شب معراج کو مدارج و مقامات طے کرتے ہوئے پردہ وحدت تک پہنچے تو آواز آئی اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُہُ۔ پس اس ساغر کو حضرت رسالت پناہ نے دو بخش فرمایا ایک حصہ تو خود نوش کیا اور دوسرے حصہ بندگان صالح کو عنایت کیا یعنی فرمایا اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِیْنَ طحسرت یہ ہے کہ بندگان صالح کو تو ان کی صالحیت کافی تھی وہاں ہم جیسے تشنہ بیان بادیہ معصیت کو یاد کیوں نہیں فرمایا۔

کہ مستحق کرامت گناہگار ان اند

میں نے عرض کیا کہ حضرت خیر الورا نے تو گناہگاروں کو صالحین سے بھی پہلے دور ساغر میں کمال شفقت کے ساتھ شریک فرمایا ہے چنانچہ عَلَیْنَا میں ضمیر جمع اس پر شاہد ہے صالحین کو بعد عطف جدا یاد کیا اور عاصیوں کو اپنے ساتھ تکھا بھلا اس سے زیادہ اور کیا عنایت ہو سکتی ہے یہ بات سن کر ان کا جوش و خروش دھیمما ہو گیا اور خاموش ہو کر ایک جانب بیٹھ گئے۔



خواب میں کیمیا بنانے کی ترکیب مل گئی

ایک روز ارشاد ہوا کہ ایک پارقلندر صاحب کے چلہ میں ہم جا کر ٹھہرے جو بوڑیہ کے قریب ہے۔ شاہ امیر الدین صاحب بھی وہاں تشریف لائے فرمانے لگے کہ میاں جنگل میں رہ کر تم کھاؤ گے کیا۔ ہم نے کہا صاحب کو جو خدا کھلائے۔ کچھ دیر بعد ایک شخص آیا اور چاول گھی مرغی وغیرہ لایا۔ ہم نے اس سے کہا کہ بھائی اگر تو قلندر صاحب کی نذر لایا ہے تو پانی پت یا کرنال کو لے جا اور اگر زندہ قلندر کے واسطے لایا تو ہمارے سامنے رکھ۔ اس نے کہا صاحب میں تو آپ کے واسطے لایا ہوں۔ خیر اس کا پلاؤ پکایا گیا پھر تو ہمیشہ یہی کیفیت رہی۔ چھ مہینے تک ہم وہاں ٹھہرے ہر روز کچھ نہ کچھ آتا رہا اور باوجود کیمیا گر جو ہمارا دوست تھا وہ بھی اکثر وہاں آیا کرتا اور اس کا دستور تھا کہ جب آتا تو مٹھائی وغیرہ ضرور لاتا ایک روز ہم نے باجو سے سوال کیا کہ یہ فن تم کو کس طرح حاصل ہوا۔ اس نے جواب دیا کہ میری آٹھ یا نو برس کی عمر تھی کہ والدین کا انتقال ہو گیا جو نقد و جنس تھا وہ ہمارے بچانے سنبھالیا۔ میں ان کی گائے بھینس چراتا اور روٹی کھاتا۔ چچی مجھ کو بہت مارتی اور تنگ کرتی تاکہ میں نکل جاؤں اور میرا مال و اسباب بے کھٹکے ان کے پاس رہے چنانچہ ایک دن مجھ کو بڑی بے دردی سے مارا۔ میں بھینس لے کر جنگل کو چلا۔ اور راہ میں بیٹھ کر رونے لگا۔ اتنے میں ایک گرو اور دو چیلے ان کے میری طرف کو آئے مجھ کو روتا دیکھ کر ٹھٹکے اور حال پوچھا میں نے اپنا تمام قصہ بیان کیا فرمایا کہ ہمارے ساتھ چل۔ سب گائے بھینس چھوڑا ان کے ہمراہ ہو لیا۔ چند روز بعد گرو جی کی الفت و محبت کے سبب سے وہ چیلے بھی میرے دشمن جانی ہو گئے۔ ایک

دن گرو جی تو باہر گئے تھے۔ چیلوں نے اکیلا پا کر مجھ کو خوب پیٹا میں رو رہا تھا کہ گرو جی آن پنے پوچھا اب کیوں روتا ہے میں نے عرض کیا کہ صاحب وہاں تو چچی دشمن تھی یہاں آپ کے دونوں چیلے میری جان کے لوگو ہو گئے مجھ کو رخصت فرمائیے کہیں اور ہی زندگی کے دن کاٹوں گا۔ یہ بات سن کر بولے خیر اب ارٹھی کا درخت لگا دیں گے۔ سورہہ واسطیٰ سے مجھ کو قرآن شریف پڑھانا شروع کیا۔ جب یہ سورتیں حفظ ہو گئیں تو نماز کے ارکان و احکام سکھائے۔ نماز بھی بخوبی یاد ہو گئی تو ایک رات فرمایا کہ آج دو رکعت اس ترکیب سے پڑھ کر سو رہنا۔ میں نے ایسا ہی کیا خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت خضر علیہ السلام تشریف لائے اور مجھ کو تمام قسم کی ترکیبیں چاندی بنانے کی تعلیم کیں۔ علی الصبح یہ خواب گرو جی سے عرض کیا۔ فرمایا کہ اچھا ان ترکیبوں کی آزمائش کر۔ شام تک سب ترکیبوں کا امتحان کرتا رہا جو کی سو پوری اُتری۔ میرے دل کو یقین ہو گیا۔ دوسری شب پھر ان کے فرمانے کے موافق وہی دو گانہ پڑھ کر سویا تو حضرت خضر نے سونا بنانے کی ترکیبیں ارشاد فرمائیں۔ دن میں ان کی بھی آزمائش کی تو سب درست۔ تیسری رات پھر وہی عمل کیا تو جواہرات کی صنعت تعلیم فرمائی چوتھے روز گرو جی نے مجھ کو رخصت کر دیا اور وہ چیلے دیکھتے کے دیکھتے ہی رہ گئے۔ میں چلا تو آیا لیکن تین دن تک یہ حال رہا کہ نہ کھانے کو جی چاہے نہ نیند آئے پھر گرو کے پاس گیا اور یہ کیفیت عرض کی فرمایا کہ جا تو کھلائے گا تو کیا مگر خود کھایا کر۔ اس دن سے میں خوب کھانے پینے لگا۔ پھر ہم نے باوجو سے پوچھا کہ بھلا تم نے یہ ترکیب کسی کو سکھلائی۔ کہا کہ ہاں ایک شخص کو تو زبردستی سکھلائی اور ایک نے زبردستی مجھ سے سیکھ لی۔ جس کو میں نے سکھلائی تھی اس کا حال یوں ہے کہ ہم دو شخص کیمیا گر ہم سفر تھے ایک گاؤں میں پنے وہاں چودھری نہایت نیک بخت و مخیر آدمی تھا چو پال میں ہم دونوں جا اترے وہ آیا اور ایک چھوٹی سی لڑکی اس کے ساتھ تھی جس کے کانوں میں سونے کے بالے تھے ہمارا حال

پوچھا اور کہا کہ جب تک جی چاہے آپ ٹھہریں کھانا ہمارے گھر سے آیا کرے گا۔ اتفاقاً اس روز گھر میں کچھ نہ تھا۔ اس مرد کریم نے چھوٹی لڑکی کا بالا اتار کر گروی رکھا اور ہم کو تین دن تک طرح طرح کا کھانا کھلایا چوتھے روز ہم رخصت ہوئے اور ایک بیل اکسیر کی اس کے حوالے کی اور اپنے روبرو اس کی تاثیر دکھلا دی۔ اس نے بیل تو پھینک دی اور لاٹھی لے کر ہمارے پیچھے دوڑا کہ میں نے تمہاری خدمت ثواب کے لیے کی تھی نہ اس طمع کے لیے غرض ہم نے بمشکل تمام اس سے پیچھا چھڑایا جب دور نکل گئے تو ہم دونوں کو یہ خیال آیا کہ دیکھو یہ شخص دنیا دار ہو کر اس طرح تواضع سے پیش آیا۔ بڑے شرم کی بات ہے کہ ایسے آدمی کو کیا سکھلا کر نہ جاویں۔ ہم پھر واپس لائے اور اسی چوپال میں قیام کیا۔ چودھری نے کہا کیوں پھر مار کھانے کا ارادہ ہے۔ ہم نے کہا کہ صاحب اب کوئی ایسی بات نہ ہوگی صرف تین روز ہم اور ٹھہرنا چاہتے ہیں۔ بولا کہ بسر و چشم تمہاری خدمت کروں گا لیکن حرف طمع زبان پر لاؤ گے تو جان سے مار ڈالوں گا۔ میں نے کہا کہ بھائی طمع کی بات جانے دو ایک نماز تم کو بتلائیں پڑھو گے یا نہیں۔ کہا کہ ہاں اس کا مضائقہ نہیں۔ میں نے وہی دوگانہ خضری بتلایا اور کہا کہ اس کو تین روز تک پڑھنا یہ کہہ کر ہم تو چل دیئے۔ سال بھر کے بعد جو ہم واپس آئے تو لوگوں سے معلوم ہوا کہ وہ چودھری دیوانہ ہو گیا اور گاؤں درگاؤں بھیک مانگتا پھرتا ہے۔ بہت جستجو کے بعد ملا تو ہم کو دیکھتے ہی لٹھ لے کر دوڑا کہ خدا تم کو عارت کرے تم نے مجھ کو خراب کر دیا گھر بار بال بچے سب چھوٹ گئے۔ روٹی کے ٹکڑے کا بھی ٹھکانہ نہ رہا۔ یہ کہہ کر رونے لگا۔ اور کہا کہ خدا دشمن کو بھی اس مصیبت میں نہ ڈالے نہ دنیا رہی نہ دین رہا تمام جہان اپنی جان کا دشمن معلوم ہوتا ہے۔ دوسرا شخص جس نے زبردستی سیکھا اس کی کیفیت یہ ہے کہ ضلع سہارنپور کے ایک گاؤں میں ہم مقیم تھے وہاں ایک جولا ہے نے ہماری بڑی خدمت کی یہاں تک کہ اپنا تمام مال و اسباب بیچ کر ہم کو کھلا دیا۔ جب وہ بالکل فلاں

ہو گیا تو اس نے ایک روز کہا کام کیا قد آدم گڑھا گھر کے اندر کھودا اور اس پر ایک بوریا اور بورے پر سفید چادر بچھادی اور اپنی بیوی کو سمجھا دیا۔ کہ خالی دیکھیوں میں چمچا ہلاتے رہنا۔ تاکہ معلوم ہو کہ کھانا کئی قسم کا پکتا ہے پھر ہم کو بلا کر لے گیا کہ چلیے آپ کی دعوت ہے۔ ہم کو تو چاٹ لگی ہوئی تھی جھٹ چلے گئے۔ پہلے تو ہم اور وہ ایک چارپائی پر بیٹھے ادھر ادھر کی باتیں ہوتی رہیں اور وہ اپنی بیوی کو تاکید کرتا رہا کہ جلدی پلاؤ زردہ پکا کر لاؤ۔ وہاں کیا خاک دھرا تھا یوں ہی جھوٹ موٹ دیکھی کھڑکا دیتی تھی اسی انتظار میں آدمی رات ہو گئی۔ اس وقت کہا کہ آؤ کھانا تیار ہے ہم خوشی خوشی اٹھے اور سفید چادر پر قدم رکھا کہ اب ترنوالے کھائیں گے اس پر بیٹھنا تھا کہ ہم دھم سے گڑھے کے اندر! میں تو گرا اور وہ دونوں میاں بیوی لٹھ لے کر میرے سر پر آچڑھے اور دھڑا دھڑا مارنے لگے۔ اور بولے کہ آج اسی گڑھے میں تم کو مار کر دبا دیں گے۔ ناچار اس کو ایک نسخہ چاندی کا بتلانا پڑا اس نے دو چار دفعہ اسی دم آزما لیا تب۔ بمشکل میری جان بچی اور اس نے رہائی دی پھر پاؤں میں گر پڑا اور قصور معاف کرایا۔ اس دن سے میں نے توبہ کی کہ پھر کسی کی دعوت نہ کھاؤں گا۔

باروز طمع دیدہ ہوشمند درآرد طمع مرغ وماہی بہ بند

ایک روز باجوانے ہم سے دریافت کیا کہ میاں صاحب سینکڑوں آدمی میرے پیچھے پھرتے ہیں اور کیمیا کے طالب ہیں ہر ایک کا یہی سوال ہے کہ کوئی نسخہ بتلا دو مگر باوجود بے تکلفی اور محبت و ملاقات کے آپ نے کبھی اس امر کی خواہش نہ کی اس کا کیا سبب ہے ہم نے کہا کہ یہ تو بتلاؤ کہ جو لوگ تم سے پوچھتے ہیں کیا ان کو تم نے بتلا دیا۔ کہا کہ نہیں۔ ہم نے کہا پھر ہمیں کیا ضرورت ہے کہ تم سے خواہش کریں اور اس ملاقات میں بھی خلل ڈالیں رہا فائدہ کیمیا کا سو ہم کو یوں ہی حاصل ہے کہ تم روز مرہ ملانی اور مٹھائی وغیرہ لے آتے ہو اور ہم کھا لیتے ہیں اس سے زیادہ مزا کیمیا کا ہم کو درکار نہیں۔ ایک روز باجوانے بیان کیا کہ میں

پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہوئے ایک پیر جی کی خدمت میں گیا کہ حضرت مجھے مرید کر لیجئے انہوں نے غریب و شکستہ حال دیکھ کر مجھ کو دھتکار دیا اس وقت پیر جی مہوسی کی دھت میں مصروف تھے اور پھونک پھانک کر رہے تھے میں نے ان کی ادویات لے کر اور کچھ اپنے پاس سے ملا کر جھٹ پٹ چاندی بنا کر دکھادی۔ پھر تو پیر جی لٹو ہو گئے بڑی خاطر و مدارات کی اور کہا کہ تجھ کو ہم دل و جان سے مرید کریں گے بشرطیکہ کیمیا سکھلا دے۔ میں نے کہا کہ بہت اچھا۔ تین من گوہ بندروں کا جمع کرائیے۔ پیر جی نے مریدوں کو حکم دیا اور چند روز میں گوہ جمع ہو گیا۔ میں نے کہا کہ اس کو گھڑوں میں بند کر کے آگ دے دیجئے تاکہ اس کا تیل نکل آئے۔ ترکیب بتا کر میں تو چل دیا اور پیر جی نے گوہ کو آگ دی مارے بدبو کے تمام بستی کے لوگ چلا اٹھے اور پیر جی کے گھر پر ایک شور و غل مچا دیا کہ خدا کے لیے پیر جی کیوں تمام بستی کا دم ناک میں کیا یہ کیا بلا آپ نے جلائی ہے غرض پیر جی نہایت خفیف ہوئے۔



خدا کا پتہ نہ کسی دائرہ میں لگانہ لطیفہ میں

ایک روز ارشاد ہوا کہ جب ہم میرٹھ میں مقیم تھے تو کپڑے بالکل پھٹ گئے گرہ میں کوڑی نہ تھی مجبوراً لڑکے پڑھانے شروع کیے۔

از تو محل در سبب کاہل مشو رمز الکاسب حبیب اللہ شنو

گر تو کل میکنی در کا رکن کسب کن پس تکیہ بر جبار کن

جب کپڑوں کے لائق دام گئے تو پڑھانا ترک کر دیا اسی زمانہ میں مولوی حبیب

اللہ شاہ صاحب کی خدمت میں رہے فی الواقع حضرت کی اصلاحی توجہ سلوک نقشبندیہ شاہ صاحب قبلہ سے ملے کیا جب سیر لطف و دوار انوار کی ہو چکی تو حضرت نے فرمایا کہ سیدھا جب تعلیم ختم ہوئی۔ میں نے عرض کیا کہ آپ کی توجہ سے لطف دوار کا خوب تماشا دیکھا۔ مگر گستاخی معاف ہو خدا کا پتہ تو نہ کسی دائرہ میں لگانہ کسی لطیفہ میں یہ سب بھان متی کا سوانگ معلوم ہوتا ہے۔ اس وقت تو یہ بات ان کو بہت ناپسند ہوئی مگر رات کو خود غور و فکر جو کیا تو بات سمجھ میں آگئی چونکہ نہایت منصف اور دانا آدمی تھے صبح کو فرمانے لگے سید تم سچ کہتے ہو ہم نے جو غور و انصاف کیا تو درحقیقت خدائے بچوں دیکھو کسی دائرہ اور لطیفہ میں مقید نہیں آفریں صد آفریں تم نے یہ بات سمجھائی۔ صد ہا طالب ہمارے پاس آئے مگر کسی نے اس سوجھ بوجھ کی گفتگو نہیں کی آؤ دہلی چل کر شاہ ابوسعید صاحب سے یہ بات عرض کریں۔ چنانچہ شاہ صاحب مجھ کو دہلی لے گئے اول تو شاہ ابوسعید صاحب نے بڑے زور شور کی توجہ دی لوگوں کا خیال تھا کہ دیکھئے کیا حالت ہوتی ہے مگر ہم تو جیسے تھے ویسے ہی اٹھ کھڑے ہوئے بعد اس کے مولانا حیب اللہ شاہ صاحب نے وہ تقریر عرض کی۔ شاہ ابوسعید صاحب نے فرمایا کہ یہ سوال تمہارا تو نہیں معلوم ہوتا۔ میاں صاحب نے میری طرف اشارہ کیا اس وقت جناب شاہ صاحب نے نہایت ہی انصاف کی بات فرمائی اور بہت ہی معقول جواب دیا کہ سنو صاحبزادہ جو کچھ ہم کو بزرگوں سے پہنچا تھا وہ تم کو پہنچا دیا اب اگر تمہارا حوصلہ فراخ اور طلب غالب ہے تو اور جگہ تلاش کرو۔



جادو وہ جو ستر چڑھ کر بولے

ایک روز ارشاد ہوا کہ جناب مولوی جیب اللہ شاہ کی ایما کے موافق مرزا غفور بیگ صاحب کی زیارت کے لیے ہم میرٹھ سے خوجہ کو روانہ ہوئے اول ہی منزل پر موضع کھر کھودہ میں ایک لڑکا ملا۔ ہماری صورت دیکھ کر بولا کہ آپ کے پاس پانچ روپے اور ایک آنہ ہے۔ ہم نے کہا کیوں اگر تم کو درکار ہو تو مندر ہے۔ بولا نہیں میں تو یوں ہی کہتا تھا۔ راستہ میں ہم نے اس سے پوچھا کہ سچ بتا تو کون ہے اور تجھ کو کیا عمل آتا ہے۔ اس نے کہا کہ مجھ کو یہ تو خبر نہیں کہ میرا باپ کون تھا بچپن میں ٹھگ مجھ کو لے گئے تھے ان ہی لوگوں میں پرورش پائی اور ایک منتر بھی ان سے دیکھا۔ جس کی بدولت میرے سب کام نکلتے ہیں۔ میں آپ کو بھی اس منتر کی اجازت دیتا ہوں منتر یہ ہے او او امرہا امرہی اہلا اہلا گھلا گھلا گھلا گھلا کی گھچا کی گھچا گرسا گرسا سوہا ہنسسا یا بلک یا بلک اگر کوئی امیر مل گیا تو آپ کو اس کا تماشا دکھلاؤں گا۔ غرض جب ہم دونوں مرزا صاحب کی خدمت میں پہنچے اور چند روز رہے تو ایک دن اس لڑکے کے سامنے ہم نے مرزا صاحب کی تعریف بیان کی کہنے لگا کہ آپ کہیں تو تماشا دکھلاؤں۔ ہم نے کہا اچھا اس نے تین کنکریوں پر یہ منتر پڑھا اور باری باری سے مرزا صاحب پر پھینکیں۔ تیسری کنکری کھاتے ہی چپکے سے گھر میں چلے گئے۔ اور سب نقد و زیور اس کے سامنے لارکھا۔ اور کہا کہ لے جاؤ۔ ہم نے وہ زیور وغیرہ اس لڑکے سے لے لیا اور ان کے گھر میں بجسہ پہنچا دیا۔ مائی صاحبہ نے فرمایا تم نے دیکھا کہ آج مرزا صاحب نے یہ کیا خلاف عادت کام کیا۔ اس وقت ہم نے یوں بات بنا دی کہ حضرت ایک شخص نے امتحان کیا تھا کہ جیسے پہلے زمانے میں حضرت ابو بکر صدیق نے اپنا تمام مال و اسباب خدا کی راہ میں دے دیا تھا اب بھی کوئی ایسا ہے یا نہیں اس واسطے مرزا صاحب نے یہ چیز لے جا کر ان کو دے دی تھی۔ خیر یہ بات تو رفت گذشت ہوئی مگر تین روز تک مرزا صاحب پر منتر کا اثر رہا چوتھے دن ہوش میں آئے تو

فرمانے لگے کہ خدا جانے کیا اسرار تھا تین دن سے ظلمات کا ابر دل پر چھا گیا تھا اور سب فیض و برکات یک قلم بند تھے۔ ہم کو نہایت تعجب ہوا کہ ایسے بڑے مشائخ پر متر نے یہ تاثیر کی وہاں۔ ایک مجذوب بھی رہتا تھا۔ ہم نے اس لڑکے سے کہا کہ بھلا آؤ اس پر تو آزماؤ۔ اس لڑکے نے جواب دیا کہ صاحب یہاں دال نہیں گلتی۔ اس کی رگ و پے میں ایک ایسی تاثیر سما رہی ہے کہ دوسرے کی گنجائش نہیں۔ مگر ہمارے اصرار پر وہ آمادہ وہ گیا۔ ادھر اس نے کنکر اٹھائے ادھر مجذوب نے سر اُبھارا اور لکارا کہ بچہ کیا ہم کو بھی مرزا سمجھا ہے۔ لڑکا بولا دیکھئے میں نہ کہتا تھا کہ صاحب یہ ہوشیار ہے۔ اس پر کچھ نہیں ہونے کا۔ ہم نے پھر کہا کہ بھلے مانس آزما تو سہی۔ خیر اس نے تینوں کنکریاں ماریں لیکن مجذوب پر کچھ اثر نہ ہوا۔



کہنے لگا میرا کاروبار ہی یہ ہے

ایک روز ارشاد ہوا کہ میرٹھ کی سرائے میں ہم قریب ایک مہینے کے ٹھہرے ایک فقیر بھی ہمارا رفیق تھا وہ بننے کی دوکان سے جنس قرض لا کر کھایا کرتا تھا ایک دن چپکے سے چل دیا بنیا ہمارے پاس آیا کہ اپنے ساتھی کا قرضہ دلوائیے ہم نے کہا کہ بھائی ہم تجھ سے جنس نہیں لائے لانے والے کی ضمانت نہیں کی پھر ہم سے کیوں دعویٰ کرتا ہے جس کو دیا ہے اس سے لے۔ جب وہ مایوس ہو کر چلا تو ہم نے کہا کہ ہم سے واسطہ نہیں لیکن تیرا روپیہ ادا کر کے جاویں گے۔ بتا کیا چاہیے۔ اس نے اٹھارہ روپے بتلائے۔ ہم نے دوسرے دن سورہ یسین کا عمل شروع کیا تیسرے دن لالہ ہانکے رائے وکل کا آدمی چونتیس روپے لے کر ہمارے پاس آیا اور کہا کہ لالہ صاحب نے کہا ہے کہ آپ کسی جھگڑے میں پڑے ہیں غرض ہم نے اسی وقت اٹھارہ روپے بننے کو دے دیئے۔ اتفاق سے وہ فقیر ایک بار پھر رڑکی میں مل گیا ہم نے کہا کہ تم کو ایسا زیانہ تھا وہ روپیہ دینے لگا مگر ہم نے لیا نہیں۔

ہم پانچوں کی خبر لے لیجئے

ایک روز ارشاد ہوا کہ میرٹھ میں حافظ جلال الدین صاحب گیارہویں کیا کرتے تھے ایک بار ہم پانچ آدمیوں کی دعوت کی جب فاتحہ شروع کی تو گھنٹہ بھر تک بزرگوں کے نام پڑھتے رہے بروح پاک فلاں فلاں آخر ہم نے تھک کر ان سے عرض کیا کہ حضرت سب کے شمار تو ہو گئے ان پانچ صورتوں کے نام بھی پکار دیجئے اصل کھانے والے ہیں بزرگوں کو ثواب جب پہنچے گا جب ان پانچوں کا شکم سیر ہوگا۔ اس بات پر بعض لوگ تو ہنس پڑے اور بعض ناراض ہوئے۔ لیکن عبارت فاتحہ جلد ختم کی گئی۔



ہمارا جسم ہم سے الگ ہو گیا

ایک روز ارشاد ہوا کہ ایک بزرگ نے ہم کو بتلایا کہ گیارہ سو دفعہ یا خبی یا قیوم پڑھ کر مراقب ہو جایا کرو لیکن یہ بات کسی کے رو برو بیان نہ کرنا ہم نے پڑھنا شروع کیا جب مراقب ہوئے تو دیکھا کہ جسم مماثل ہمارے جسم سے جدا ہو کر سامنے آکھڑا ہوا۔ یہ ماجرا دیکھ کر ہم کو حیرت ہوئی اتفاقاً ایک روز حضرت حبیب اللہ شاہ نے دریافت فرمایا کہ تم کچھ پڑھتے ہو۔ ہم نے سب حال بیان کر دیا اس روز سے وہ بات جاتی رہی۔



تازہ بخشہ خدائے بخشندہ

ایک روز ارشاد ہوا کہ شہر میں میرٹھ میں میاں روشن شاہ کوئلہ کی مسجد میں رہتے تھے۔ ان کے پاس ایک بزرگ تشریف لائے جب رات کو سب نماز پڑھ کر چلے گئے اور مسجد میں کوئی نہ رہا دروازہ بند ہو گیا اس وقت روشن شاہ سے وہ بزرگ بولے کہ بتلاؤ کیا کھاؤ گے۔ جواب دیا کہ حضرت اب تو بازار بند ہو گیا دوکاندار بھی اٹھ گئے اب کھانا کہاں۔ فرمایا تم اس بات کا فکر مت کرو۔ خیر شاہ صاحب نے ایک کھانے کا نام لیا۔ اسی وقت غیب سے کھانا آ گیا دونوں نے خوب کھایا پھر وہ بزرگ کمرل تان کر لیٹ رہے۔ تھوڑی دیر بعد شاہ جی نے ان کو ٹٹولا تو خالی کمرل پایا۔ صبح کے قریب دیکھا تو کمرل میں موجود ہیں۔ کئی دن یہی کیفیت دیکھی۔ ایک دن میاں روشن شاہ کے ساتھ وہ بزرگ گڈری بازار سے گزرے تو کوئی شخص گارہا تھا۔ آواز سنتے ہی دھم سے کنویں کے اندر جا پڑے جو مسجد کے سامنے ہے۔ تھوڑی دیر بعد جست کر کے باہر آ گئے نہ بدن بھیگانہ کپڑے تر ہوئے۔ جب راز افشا ہو گیا تو سردہنہ کو چل دیئے۔ ان کے جاتے ہی میاں روشن شاہ کے دل میں ایک ولولہ پیدا ہوا کہ ایسے کامل بزرگ سے ہم نے کچھ فیض و فائدہ حاصل نہ کیا۔ یہ بھی ان کے پیچھے پیچھے روانہ ہوئے۔ وہ بزرگ سردہنہ یہ بات کہہ کر چل دیئے کہ ایک شخص اس نام کا میرٹھ سے ہم کو پوچھتا ہوا آئے گا۔ اس سے کہہ دینا کہ بڈولی کو گئے۔ یہ خبر پا کر شاہ جی بھی بڈولی پہنچے وہاں پتہ لگا کر نال کو گئے نہ بھی کر نال پہنچے وہاں پہنچ کر ملاقات ہوئی۔ شاہ صاحب نے عرض کیا کہ ہم کو کچھ تعلیم و تلقین فرمائیے۔ یہ بات سن کر بولے اگر خدا کو منظور ہوتا کہ تم کو کچھ فائدہ ہم سے پہنچے تو ہم پہلے ہی تعلیم کر دیتے۔ اب تم شاہ آباد کی طرف فلاں بزرگ کی خدمت میں

چلے جاؤ وہ تم کو تعلیم کریں گے۔ شاہ صاحب مایوس ہو کر چلے آئے۔
 ایں سعادت بزورِ بازو نیست تانہ بخشد خدائے بخشندہ!



لڑکیوں کی شادی امام مہدی سے کی جائے

ایک روز ارشاد ہوا کہ موضع منڈا اور ضلع بجنور میں ہم پہنچے تو سنا کہ یہاں ایک سید صاحب شیعہ تھے۔ مرتے دم انہوں نے یہ وصیت کی ہے کہ ہماری دونوں لڑکیوں کی شادی نہ کی جاوے۔ جب حضرت امام مہدی آخر الزماں کا ظہور ہو تو یہ دونوں ان کے نکاح میں دی جاویں۔ ہم نے سید صاحب کی پیروی سے کہا کہ امام مہدی علیہ السلام تو شریعت محمدی کے تابع ہوں گے اور اس شریعت میں دونوں بہنوں کا جمع کرنا جائز نہیں۔ پس مناسب ہے کہ ان میں سے ایک کی شادی کر دو اور ایک امام صاحب کی نذر کے لیے رہنے دو۔ چنانچہ ایک کی شادی ہو گئی۔ اس کے بعد ہم نے کہا کہ اب اس غریب کو بھی کیوں بٹھا رکھا ہے خدا جانے امام علیہ السلام کے ظہور تک اس کی عمر وفا کرے یا نہ کرے اس سے تو یہ ہی بہتر ہے کہ اس کی بھی شادی کر دو اور اس کی اولاد سے امام صاحب کے زمانے میں جو لڑکی موجود ہو وہ امام صاحب کی نذر کی جاوے۔ تاکہ وصیت بھی پوری ہو جائے۔ غرض اس کی بھی شادی ہو گئی۔



دن کو ہل جو تو اور رات کو اللہ اللہ

ایک روز ارشاد ہوا کہ موضع منڈا اور میں ہم وہاں کے صاحب سجادہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ چونکہ اکثر بزرگوں کی عادت میں داخل ہے کہ اپنے مریدوں سے ہر قسم کا کام لیتے ہیں۔ میاں صاحب نے بھی اپنے مریدوں کو ہلوں میں جوت رکھا تھا۔ ایک روز جب مرید ہل جوت کر آئے تو آپ نے فرمایا کہ ارے رات کو کچھ اللہ اللہ بھی کر لیا کرو تو مرید کیا کہتے ہیں کہ اب آئی ہم بد نصیبوں کی کبختی۔ دن کو تو ہل جوتیں اور رات کو اللہ اللہ کریں بس اب ہم کیونکر جیویں گے۔ کس سلامت نفس میں گرفتار ہو گئے۔ باز آئے ایسی پیری مریدی سے۔ یہ بات سن کر ہم تو ہنسنے لگے اور پیر جی چپ رہ گئے۔ کچھ جواب نہ دیا۔ فی الحقیقت مریدوں سے کام لینا بہت بُرا ہے۔ اور خصوصاً طالب خدا سے۔ اگرچہ بعض اولیاء اللہ نے بھی بعض طالبانِ خدا سے بہت سخت کام لیے ہیں لیکن اس میں کچھ مصلحت تھی اور آخر ان کو اپنے مطلوب سے ملا دیا۔ خرابی تو یہ ہے کہ اکثر پیر زادہ صاحب سوائے بزرگی خاندان کے اپنے گروہ میں تو کچھ رکھتے نہیں اور مریدوں کی خوب خبر لیتے ہیں اگر کوئی مرید راجح الاعتقاد اپنی محبت سے پیر کا کچھ کام کرے تو اس کو اختیار ہے۔ لیکن بدلہ دنیا اس کو بھی لازم ہے۔

هَلْ جَزَاءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ ۝



جاہل سجادہ نشین کا سجدہ

ایک روز ارشاد ہوا کہ جب ہم کرپتور میں گئے تو دیکھا کہ صبح دم آن کر سجادہ نشین

صاحب نے حضرت احمد شاہ کے مزار کا طواف و سجدہ کیا۔ ہم نے کہا کہ صاحب طواف و سجدہ تو یہاں ادا ہوا اگر حضرت غوث الاعظم کے مزار پر آپ ہوں تو وہاں کیا کیجئے گا۔ اور حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ کی زیارت کے لیے کیا باقی رکھا اور خدا سے تو کچھ مطلب ہی نہیں جس کے کچھ ادب و تنظیم درکار ہو۔ وہ خفا ہو گئے اور بولے کہ میاں طالب علم جتنی ہوئے ہیں اسی واسطے ان کو فیض نہیں ہوتا۔ ہم نے کہا کہ صاحب ایسے فیض کو ہمارا اسلام ہے کہ جس کے لیے خدا کو چھوڑ کر دوسرے کے سامنے سر جھکا دیں اور تو حید سے نکل کر شرک میں مبتلا ہوں۔



ایک فقیر میں دو دو اکمال

ایک روز ارشاد ہوا کہ ہم نے ایک گاؤں میں ایک بزرگ کو دیکھا کہ فقیری کے علاوہ ان میں دو کمال اور بھی تھے۔ ایک تو کیمیا گری دوسرے عمل چنانچہ ایک زمیندار ان کے پاس آیا اور بیان کیا کہ میری گائے گم ہو گئی ہے۔ اس بزرگ نے ایک تعویذ لکھا اور جس طرف گائے کا نشان دیا تھا اس طرف کو تعویذ کا رخ کیا۔ تھوڑی دیر میں دیکھا کہ گائے اس طرف سے دوڑی چلی آتی ہے۔ میاں صاحب نے یہ کیفیت دیکھ کر تعویذ کا رخ اپنی طرف کر لیا۔ وہ گائے اُلٹی پھر گئی۔ فرمایا کہ اگر کہو تو اسی طرح دوڑا دوڑا کر اس کو ہلاک کر دوں۔ پھر تعویذ سامنے کیا گائے چلی آئی۔ ایک دن میاں صاحب ہماری بڑی تعریف و توصیف فرمانے لگے۔ ہم نے کہا کہ آج کیا بات ہے کہ چھ مہینے بعد آپ نے ہماری صفت و ثناء بیان کی آخر ہماری آپ کی ملاقات تو پہلے سے ہے کبھی آپ نے تعریف نہیں کی۔ بولے کہ آج مدح و ثنا کی وجہ یہ ہے کہ تم چھ مہینے سے یہاں اور خوب جانتے ہو کہ میں کیمیا گر ہوں لیکن تم نے کبھی اس کی خواہش و رغبت ظاہر نہیں کی۔ ہم نے کہا کہ صاحب اگر خواہش کی جاتی تو آپ بتلا دیتے۔ بولے کہ سچ تو یوں ہے کہ میں نہ بتلاتا۔ ہم نے کہا کہ ہماری استغنا کی وجہ یہ ہے کہ ہم تنہا دم نقد نہ جو رو نہ بچے جہاں جاتے ہیں خدائے کریم اپنی عنایت سے

دوروٹیاں پہنچا دیتا ہے بھلا ہم کو کیا حاجت کیمیا کی ہے اور جس چیز کی حاجت نہ ہو اس کی طلب لا حاصل اور جب ہم جانتے ہیں کہ آپ نہ بتلائیں گے تو پھر ایسی بات کا پوچھنا فضول اور محض نادانی ہے۔



کبھی تو خدا بن بیٹھے اور کبھی بندہ کا بھی بندہ

ایک روز ارشاد ہوا کہ ایک بار شہر بریلی میں گزر رہا وہاں شاہ نیاز احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات ہوئی نہایت اخلاق سے پیش آئے ہمہ صفت موصوف تھے ہم چند روز وہاں ٹھہرے ایک میاں صاحب فرمانے لگے کہ تم ہمہ اوست کیوں نہیں کہتے۔ ہم نے عرض کیا کہ حضرت جو کہتے ہیں وہ قالی اور خالی ہیں اور جو خالی ہیں وہ کہتے نہیں۔

ایں مدعیان در طلبش بے خبر اتند کانرا کہ خبر شد خبرش باز نیامد
دوسرے یہ کہ ہم ٹھہرے طالب۔ اگر ہمہ اوست کہیں تو طلب کسی کی کریں۔
مولانا صاحب تو چپ ہو رہے مگر ان کے خلیفہ صاحب بولے کہ ہمارے حجرے میں آؤ تم کو توجہ دیں گے۔ ہم نے کہا کہ۔ بسم اللہ۔ حجرہ میں جا کر توجہ دینے بیٹھے۔ ہم نے کہا کہ صاحب اس وقت تو آپ بالکل مولانا نیاز احمد صاحب معلوم ہوتے ہیں۔ خلیفہ صاحب نے کہا جی استغفر اللہ ذرہ کو آفتاب سے کیا نسبت ہے۔ چہ نسبت خاک رابا عالم پاک ہم نے کہا سبحان اللہ خدا بننے کو تو آپ تیار ہیں مگر نیاز احمد نہیں بن سکتے بس رکھیے اپنی توجہ ایسے شخص کی توجہ کس کام کی جو کبھی تو خدا بن بیٹھے اور کبھی بندہ کا بندہ۔ غرض چند روز بعد ہم وہاں سے چل دیے۔



حضرت امام حسنؑ اور حضرت امام حسینؑ سے ملاقات

ایک روز ارشاد ہوا کہ ہم بریلی سے کاکوری کو چلے گئے سنا تھا کہ وہاں کے جنگل میں ایک درویش رہتے ہیں۔ جن کو وحوش و طیور سے محبت اور انسانوں سے نفرت ہے۔ نہ اپنی کہتے ہیں نہ دوسروں کی سنتے ہیں رات دن گریہ و زاری سے کام ہے۔ بڑی تلاش کے بعد وہ ملے رفتہ رفتہ باہم محبت ہو گئی۔ ہم نے حال دریافت کیا تو کہنے لگے کہ میں ہندوستان پارادہ جج چلا بمبئی سے جہاز پر سوار قضا جہاز تباہی میں آ کر پاش پاش ہو گیا ایک تختہ کے سہارے میں تیسرے دن ایک پہاڑ کے قریب کنارہ سے جا لگا۔ خدا خدا کر کے تختہ سے اتر پہاڑ پر چڑھ گیا۔ بہت فاصلہ پر ایک دیوار نظر آئی قریب جا کر دیکھا تو اس میں کوئی دروازہ نہ تھا۔ مگر ایک بلند درخت دیوار کے قریب تھا اس پر چڑھا اور دیوار سے اندر اتر گیا۔ وہاں کی کیفیت کیا بیان کروں ایک باغ دل کش دیکھا جس کا مثل نہ آنکھوں نے دیکھا نہ کانوں نے سنا۔ روشیں مصفا نہریں جاری رنگ رنگ کے طائر چہچہاتے اور قسم قسم کے میوے درختوں پر لگے ہوئے ہیں۔ لیکن انسان کا کہیں پتہ نہیں۔ میں حیرت میں رہ گیا کہ بار خدا یہ کیا مقام ہے۔ غرض کچھ میوے کھاپی کر ایک بارہ دری میں سو رہا۔ عصر کے وقت آنکھ کھلی باغ کی سیر کرنے لگا۔ شام کے وقت اس خیال سے کہ مبادی یہ باغ جنات کا ہو ایک گوشے میں جا چھپا۔ وہاں سے دیکھا کہ آسمان سے ایک گروہ سواروں کا اُترا اور چمن میں ایک تخت اور فرش مکلف بچھایا گیا۔ خدمت گار قرینہ بقرینہ کھڑے ہو گئے اور دو صاحب نہایت حسین اس تخت پر آئے کر بیٹھے کھانا تقسیم ہونا شروع ہوا۔ میں دُور سے یہ سب کیفیت دیکھ رہا تھا کہ ان دونوں سرداروں میں سے ایک نے فرمایا کہ فلان بن فلاں آج ہمارے ہاں مہمان ہے اس کو بھی کھانا پہنچاؤ۔ میں یہ بات سن کر متحیر

ہوا اور دل میں کہنے لگا کہ الہی یہ کون بزرگ ہیں تھوڑی دیر میں ایک شخص میرے پاس کھانا لایا۔ میں نے کہا تم کون ہو اور یہ بزرگ کون ہیں۔ میرا جی چاہتا ہے کہ ان کی قدم بوسی حاصل کروں۔ اس نے کہا کہ میں بے اجازت کچھ جواب نہیں دے سکتا تم کھانا تو کھاؤ میں اجازت طلب کر کے آتا ہوں۔ میں ہنوز کھا ہی رہا تھا کہ وہ شخص یہ مژدہ لایا کہ لو تمہاری درخواست منظور ہوئی۔ چلو قدم بوسی حاصل کرو ہم لوگ شہید ہیں اور یہ باغ ہمارے رہنے کا مقام ہے اور دونوں شاہزادے امام حسن اور امام حسین ہیں۔ پھر تو میں خوشی کے مارے جامہ میں نہ سما یا۔ جھٹ جج کا وقت آئے گا تم کو بیت اللہ پہنچا دیں گے خاطر جمع رکھو۔ بعد اس کے مجلس برخواست ہوئی میں بارہ دری میں جا کر سو رہا۔ اس دن سے مجھ کو دونوں وقت امین کی زیارت نصیب ہوتی اچھے سے اچھا کھانا ملتا۔ نو مہینہ بعد حج کا زمانہ آ گیا۔ میں نے عرض کیا کہ بعد حج حضور اسی جگہ مجھ کو پھر بلا لیں۔ فرمایا کہ اچھا اور ایک شخص کی طرف اشارہ کیا کہ اس کو پہنچا دو۔ اس نے کہا کہ آنکھیں بند کرو۔ میں نے بند کر لیں۔ پھر کہا کھول دو۔ میں نے کھول دیں۔ دیکھا کہ بیت اللہ شریف میں کھڑا ہوں۔ میں نے حج کیا پھر مدینہ منورہ کی زیارت کو گیا اور وہاں سے مکہ معظمہ میں واپس چلا یا اب مجھ کو ہر وقت یہ خیال رہنے لگا کہ حضرت نے وعدہ فرمایا تھا اب تک بلا یا نہیں۔ آخر ایک دن اسی غم و الم میں آنکھ لگ گئی۔ آنکھ کھلی تو دیکھا کہ میں اسی باغ کے اندر ہوں بہت خوش ہو اسجدہ شکر بجالایا پھر وہی زیارت اور وہی کھانا نصیب ہوا۔ اسی طرح عیشی و خوشی کے ساتھ چار مہینے گزر گئے۔ ایک دن میری جو شامت آئی تو عرض کیا کہ حضرت گھر جانے کو جی چاہتا ہے مگر اس وقت یہ کہنا بھول گیا کہ مجھ کو بلا لیجئے گا۔ ایک شخص کو اشارہ ہوا کہ اچھا اس کو پہنچا دو۔ اس نے آنکھ بند کر کے مجھ کو گھر پہنچا دیا۔ دو چار دن تو کچھ خیال نہ آیا مگر جو وہاں کی یاد نے زور مارا تو مجھ کو جنون ہو گیا اور اب تک اسی فراق میں مبتلا ہوں۔ جب ہم نے یہ دو ہاتھ کی لمبی داستان سنی تو کہا لاجول ولاقوۃ الا باللہ میان ہم تو سمجھے تھے کہ یاد خدا میں روتا ہے۔ تیرا رونا بھینکنا تو کچھ اور ہی نکلا اور وہ بھی نصیب نہ ہوا جا اپنی قسمت کو رویا کر ہم وہاں سے لکھنؤ چلے گئے۔



آؤ معبود جاؤ معبود

ایک روز ارشاد ہوا کہ لکھنؤ میں مولوی عبدالرحمن صاحب موحد سے ملاقات ہوئی ان کی عادت تھی کہ جب کوئی آتا تو فرماتے آؤ معبود اور جاتا تو کہتے جاؤ معبود ہم سے بھی حسب عادت یہی کلام کیا ہم نے کہا کہ حضرت معبود معبود تو ہماری سمجھ میں آ گیا لیکن آؤ جاؤ کے معنی کچھ نہ کہے۔ مولوی صاحب نے کچھ جواب نہ دیا لیکن سراٹھا کر بہت دیر تک ہماری طرف دیکھتے رہے۔ خیر ہم تھوڑی دیر کے بعد چلے آئے پھر نہ گئے۔



ہے اپنا اپنا مقدر جُدا نصیب جُدا

ایک روز ارشاد ہوا کہ جب بنارس میں پہنچے تو ایک بزرگ کے پاس ٹھہرے جو ہمارے ہم نام تھے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ خاندان نقشبندیہ میں مولوی جیب اللہ شاہ صاحب کے مرید ہیں۔ ہم نے کہا کہ صاحب آپ صرف ہمنام ہی نہیں بلکہ ہمارے پیر بھائی بھی ہیں۔ پھر تو بہت محبت ہو گئی ایک دن کہنے لگے کہ یہاں ایک مندر ہے جس میں ہر صبح کو گانا ہوتا ہے۔ کل وہاں چلو چنانچہ بعد نماز فجر ہم دونوں گئے دیکھا کہ ایک پنڈت جوان عمر تخت پر بیٹھا ہوا بڑے زور شور سے توحید بیان کر رہا ہے۔ جب وہ بیان کر چکا تو صبح کی راگی میں آرتی شروع کی ہمارے پیر بھائی سید غوث علی شاہ حسینی تو اس کو سن کر گر ہی پڑے۔ مگر ہم نے ضبط کیا اور ایک ستون پکڑ لیا۔ تاہم بدن پر ایک لرزہ سا طاری تھا۔ آرتی ختم ہوئی تو ہمارے پیر بھائی ہوش میں آئے۔ اور مکان کو چلے آٹھ روز تک ہماری وہی حالت رہی

نویں دن فرو ہوئی اس کے بعد پھر کبھی ہم راگ سُننے کو نہیں گئے۔ ایک دن سید غوث علی شاہ نے فرمایا کہ آج گنگا پر چلو وہاں ایک چیلہ کو سنیا س ملے گا۔ ہم دونوں پہنچے دیکھا کہ ایک پنڈت چیلہ کو تعلیم دیا چاہتا ہے۔ ہمارے پیر بھائی جھٹ سر کھول کر پنڈت کے سامنے جا بیٹھے اور کہا کہ پنڈت جی پہلے ہم کو موٹھیے۔ یہ سن کر پنڈت رونے لگا اور نہایت انصاف کی بات اس نے کہی کہ میاں صاحب جو بات تم چاہتے ہو اس کی ہم کو ہوا بھی نہیں لگی خیال کرو اگر ہم اس قابل ہوتے تو ٹکے ٹکے پر کیوں مارے پھرتے یہ مرتبہ اگلے لوگوں میں تھا کہ ادھر اُستراسر پر رکھا ادھر حال وارد ہوا ہم لوگ تو صرف ان کی لکیر پٹتے ہیں۔

خیال زلف بتاں میں نصیر پٹا کر گیا ہے سانپ نکل اب لکیر پٹا کر پھر فرمایا کہ البتہ ہر دو ار کے مقام پر ہم نے یہی معاملہ دیکھا جو اس پنڈت نے کہا تھا یعنی ایک سنیا سی اپنے چیلہ کو سنیا سی دینا چاہتا تھا ایک مسلمان فقیر سر کھول کر آگے آ بیٹھا۔ سنیا سی نے جوش میں آ کر حجام کو اشارہ کیا کہ اچھا پہلے اسی کو موٹھا چنانچہ حجام نے اپنا کام شروع کیا اور گزرونے یوں تعلیم شروع کیا نہ پاپی نہ پنی نہ سرگی نہ زرگی نہ برہمی نہ بشتی الخ اس تعلیم کے بعد اس شخص پر ایسی زور شور کی حالت طاری ہوئی کہ وہ پر مہنس ہو گیا یعنی مجذوب پھر چیلہ کی باری آئی اس پر بھی حالت تو ہوئی مگر وہ بات نہ ہوئی جو اس جوش و خروش میں فقیر کو حاصل ہو گئی تھی مع

ہے اپنا اپنا مقدر جدا نصیب جدا



سپاہیوں کے فوطے غائب ہو گئے

ایک روز ارشاد ہوا کہ ہم بنارس سے علاقہ نیپال کو چلے گئے اتفاق سے وہاں ایک انگریزی رسالہ خیمہ زن تھا۔ بعض آدمی ہمارے جان پہچان کے نکلے ان کے پاس ٹھہر گئے ایک دن عصر کے وقت ہم اور چند سوار جنگل کی سیر کو ہو گئے دیکھا کہ گھیا کدو کے کھیت پر ایک

انسانی رُوح طوطے میں آگئی

ایک روز ارشاد ہوا کہ جب ہم باارادہ حج چلے تو الور کے راستے میں ایک ہندو فقیر چار چیلوں سمیت ہمارے ہم طریق ہوئے کہنے لگے کہ رات کو ہمارے ساتھ ٹھہرنا چنانچہ ہم لوگ ایک دھرم سالہ میں جا اترے انہوں نے چیلوں سے پوچھا کہ کیا کھاؤ گے۔ سب نے اپنی اپنی رغبت کے موافق کہہ دیا وہی کھانا موجود ہو گیا۔ پھر ہم سے پوچھا۔ ہم نے کہا کہ صاحب جو آپ کھائیں کہا میں تو مونگ کی دال اور چپاتی کھایا کرتا ہوں۔ غرض جب ان کا کھانا تیار ہوا تو ہم نے بھی وہی کھایا۔ بات چیت شروع ہوئی تو ایک انس پیدا ہو گیا کچھ توجہ کا ذکر آیا میں نے استدعا کی۔ کہنے لگے کہ تین روز ہمارے پاس رہو چوتھے روز ہم توجہ دیں گے۔ خیر ہم ٹھہر گئے۔ انہوں نے تین روز تک ہم کو برت لیا (۱) (روزہ) رکھوایا پھر توجہ دی واقع میں بڑے زبردست آدمی تھے۔ ہم بہت لوگوں سے اور توجہ لی مگر یہ تاثیر کسی کی توجہ میں نہ دیکھی ان کی توجہ سے ہمارا قلب گلاب کے پھول کی طرح کھل گیا اور قائم ہو گیا تھا۔ ایک دن انتقال روح کے باب میں گفتگو آئی کہا کہ ہاں ایک جسم سے دوسرے جسم میں منتقل ہو سکتی ہے کیا تم یہ تماشا دیکھو گے۔ میں نے کہا ضرور۔ کہا اچھا ایک جانور مردہ لاؤ۔ اگلے دن ہم ایک مردہ طوطا لائے۔ رات کے وقت وہ دیوار سے تکیہ لگا کر بیٹھ گئے اور طوطے کو سامنے رکھ لیا۔ چراغ گل کر دیا سسکی لے کر دم کھینچا کھٹ سے ایک آواز آئی اور بجلی سی چمکی طوطے میں جان آگئی۔ ہم نے اس کو پکڑ لیا اور باتیں کرنی شروع کیں وہ بول تو نہ سکتا تھا مگر اشاروں سے باتیں کرتا تھا۔ پھر ہم نے کہا کہ اچھا اب اپنے جسم میں آ جائیے۔ تماشا دیکھ لیا غرض وہ بدستور سابق اسی چمک دمک سے اپنے جسم میں آگئی۔ ہم نے کہا کہ یہ بات ہم کو بھی سکھلا دیجئے۔ کہا کہ اچھا پندرہ دن میں سکھلا دیں گے مگر رونی کی ممانعت کر دی اور دودھ چاول کھانے کی اجازت دی اور کپالی جڑھانی بتائی یہ دو قسم کی ہوتی ہے ایک تو چھین

تاڑی جس میں جس دم کے بعد ہوش و حواس بھی نہیں رہتے اس سے پہلے ناتی (۱) (ناتی وہ فعل ہے کہ ایک دھجی ریشم سفید لے کر ناک کے ہر دو سوراخ کو صاف کرتے۔ یعنی دھجی کو ہر ایک سوراخ میں سے ناک کے چند بار کھینچ کر منہ سے نکالتے ہیں تاکہ سوراخ بنی صاف ہو جاویں اور آمد رفت سانس میں کسی طرح کی دقت نہ ہو دونوں سوراخ برابر جاری رہیں ۱۲ منہ) دھوتی ۲ (۲) (دھوتی وہ فعل ہے کہ بعد ناتی کے ایک چھوٹا سا رومال سفید ریشمی لے کر اس کے ایک گوشہ میں تاگہ یعنی ڈور المہا باندھ کر رومال کھا جاتے ہیں اور ڈور ابا ہر رہتا ہے وہ رومال قلب کو لپٹ جاتا ہے پھر اس کو باہر کھینچ لیتے ہیں اور پانی سے صاف کر کے پھر کھا جاتے ہیں اور نکالتے ہیں تاکہ قلب کی چربی و کدورت دور ہو جائے ۱۲ منہ) اور کنجل ۳ (۳) (بعد دھوتی کے کنجل کریا کرتے ہیں کنجل ہاتھی کریا فعل یعنی فعل ہاتھی کا جیسے ہاتھی پانی پی کر پھر پانی نکالا کرتا ہے اسی طرح پانی پی کر نکالتے ہیں اور قلب دھوتی میں ان تین عمل میں بحر دودھ کے کچھ نہیں کھاتے۔ جب ان تین عمل میں مشق ہو جاتا ہے اس وقت تعلیم جس دم و انتقال روح کرتے ہیں ۱۲ منہ)۔ کریا کرائی غرض پندرہ دن میں اپنا قول پورا کر دیا ہم نے چند روز کر کے یہ عمل چھوڑ دیا کیونکہ ایک بکھیڑا تھا چونکہ کپالی چڑھانا ہم کو لڑکپن سے یاد تھا اس واسطے پندرہ دن میں یہ عمل پورا ہو گیا۔



شادی نہ کرتا تو اچھا رہتا

ایک روز ارشاد ہوا کہ جب ہم جو دھ پور کے علاقے میں پہنچے تو ایک ہندو فقیر دیکھا جو بارہ برس تک رات دن کھڑا رہا تھا۔ اس کے پاؤں بھی ورم کر گئے تھے۔ بارہ برس کے بعد بیٹھنا چاہا تو بیٹھنا نہ گیا۔ چھ مہینے تک ٹانگوں کی مالش کرائی کتب رگ پٹھے کھلے ایک مدت کے بعد وہ فقیر پھر ملا بھیک مانگتا ہوا جھولی گلے میں ہم کو دیکھ کر رونے لگا ہم نے پوچھا کہ خیر ہے روئے کیوں۔ بولا کیا کہوں ایک عورت کر لی ہے جب وہ حال تھا اب یہ صورت

ہو گئی۔ پھر اپنے گھر لے گیا دیکھا تو ایک کھترانی موجود ہے وہ بھی رونے لگی۔ ہم نے کہا کہ تم دونوں کیوں رنج و غم کرتے ہو جہاں سے وہ حالت تھی وہیں سے یہ حالت ہے اس سے کیا بنا اور اس سے کیا بگڑا۔

وہ بھی دیکھا یہ بھی دیکھ ان نین کا یہ ہی پرکھ نہ من سرز حکمت بدرے برم کہ حکمت چنیں میرد دبر سرم ابتدا میں اس شخص کا یہ حال تھا کہ تمام امیر و غریب اس کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے اور راجہ تو غلام تھا۔ جس وقت یہ شخص بارہ برس کے بعد بیٹھا تھا تو راجہ نے ہزار ہا فقراء کو جمع کر کے اس خوشی میں بہت کچھ دان کیا تھا اور چند روز تک برابر جشن قائم رکھا تھا بعد میں ایک عورت کے ساتھ شادی کرنے سے راجہ کا سب اعتقاد جاتا رہا۔ شہر بار کرادیا دنیا دار کا اعتقاد ایسا ہی ہوتا ہے۔



بیگم بھوپال سے دو دو چوہیں

ایک روز ارشاد ہوا کہ حج اول کے سفر میں بھوپال جانے کا اتفاق ہوا۔ وہاں سنا کہ سید العالم صاحب بڑے کامل فقیر ہیں ان سے بھی ملے انہوں نے تعلیم کا دعویٰ کیا مگر کچھ اس کا ظہور نہ دیکھا گیا۔ ہم سے اور سید وزیر علی صاحب سے پہلے پہل ان کے مکان پر ملاقات ہوئی تھی چند روز تال بھوپال کے کنارے ایک پہاڑی پر رہے ایک دن سکندر بیگم والیہ بھوپال یہ سن کر کہ کوئی فقیر نواح شہر میں وارد ہے ملاقات کو آئیں چند خواص و اراکین بھی ہم رکاب تھے خود گھوڑے پر سوار ہمارے قریب آن کر یہ شعر پڑھا۔

کیوں شہر چھوڑا عابد غار جبل میں بیٹھا جس کو تو ڈھونڈتا ہے تیری بغل میں بیٹھا اور فرمایا کہ شاید آپ کا ارادہ بیت اللہ کا ہے۔ ہم نے کہا کہ ہاں ہے تو سہی اتنے میں دوسری بیگم صاحبہ جوان کی وزیر تھیں یوں گویا ہوئیں۔

عابد و معبود دونوں پاس ہیں غافل ترے کیوں کرے پھر تو ارادہ طوف بیت اللہ کا
کو خاموشی کے نیام سے کھینچ کر ایک ضرب اس شعر کی لگائی ۔
بارم گفتنی و خورسند عفاک اللہ نکو گفتی جواب تلخ سے زبید لب لعل شکر خار
یہ سن کر بیگم صاحبہ بولیں کہ لو یہ تو شہری معلوم ہوتے ہیں مگر چھوٹ گئے ہیں ہم
نے کہا کہ آپ سے بیگم صاحبہ لوٹ گئیں اور گھوڑے سے اتر پڑیں اور کہا کہ ہمارا قصور معاف
ہو معلوم ہوا کہ آپ سب طرح درست اور پورے ہیں ہم نے کہا کہ آپ آزمائش و پیمائش
کر لیں اگر کمی و بیشی ہو تو تصور ازمن است پھر تو پھر ک گئیں اور کہنے لگیں کہ میاں صاحب
کیا یہاں بولتا ہی خطا ہے۔ ہم نے کہا اس میں شک ہے آپ نے نہیں سنا من سگت سلم
وَمَنْ سَلَّمَ نَحَا ۔

دو چیز تیزہ عقضر ہست دم فرو بستن بوقت گفتن و گفتن بوقت خاموشی
یہاں سب طرح کا سامان موجود ہے دیکھ لو دکھا لو پرکھ لو سودا نقد ہے اس ہاتھ
دو اس ہاتھ لو بیگم صاحبہ بولیں بیشک میاں صاحب ہمارا زبان کھولانا غضب ہوا اب ہماری
تمہاری صلح ہے ہم نے کہا بہت اچھا ۔

اگر صلح خواہی نخواہیم جنگ و گر جنگ جوئی ندارم رنگ
غرض عذر تقصیر کے عبد نذر پیش کی اور کہا کہ آپ شہر میں تشریف لے چلیں تو ہم کو
ہر وقت آپ کی زیارت بد صیب ہو اور آپ کو ہر طرح کا آرام ملے۔ ہم نے کہا کہ بیگم
صاحبہ ہم کو یہی بڑا آرام ہے کہ آپ اپنا آرام نہ بنائیں اور یہیں آرام کرنے دیں مسکرا کر
چپ ہو گئیں اور رخصت ہوئیں۔ اس کے بعد وزیر علی صاحب نے اکسیر سے خرچ تیار کیا دو
ہندو فقیر جو وہاں رہتے تھے یہ بات دیکھ کر سر ہو گئے ہم نے سید وزیر علی سے کہا کہ تم نے یہ کیا
کام کیا کہیں گرفتار تو نہیں کراؤ گے۔ اس کے سارے بکھیڑے کو ہم نے تالاب میں وہ ڈلوا
دیا وہ ہندو سر پیٹنے لگے۔



مرنے کے بعد پھر زندہ ہو گئے

ایک روز ارشاد ہوا کہ ہمارے ایک دوست تھے عبدالصمد خاں بھوپال میں ان سے بھی ملاقات ہوئی۔ انہوں نے دو حکایتیں عجیب و غریب بیان کیں۔

حکایت اول۔ یہ کہ میں ایک مولوی صاحب سے پڑھا کرتا تھا قضا را ان کا انتقال ہو گیا سخت رنج و الم ہوا کہ ایسے استاد شفیق اب کہاں ملیں گے جب ان کو غسل کفن پہنایا تو میں خوشبو لینے ان کے حجرہ میں آیا دیکھتا کیا ہوں کہ مولوی صاحب اندر موجود ہیں۔ میں نے تعجب ہو کر پوچھا کہ حضرت جنازہ تو باہر رکھا ہے اور آپ یہاں فرمایا کہ میاں تمہارا غم و اندوہ گوارا نہ ہو اب خاطر جمع رکھو انشاء اللہ ہر روز ملاقات ہوا کریں گی۔ مگر افشائے راز نہ کرنا چلو اب جنازہ کی نماز پڑھو مگر ہم اور لوگوں کی نظروں سے غائب رہیں گے۔ چنانچہ جب تک دفن کیا وہ ہمارے ساتھ رہے۔ قبرستان سے پھرے تب بھی ہمراہ تھے۔ میں نے دریافت کیا کہ مولوی صاحب آپ تو یہاں ہیں بھلا قبر میں منکر نکیر کو جواب کون دے گا۔ فرمایا کہ میاں یہ بات نہ پوچھو کچھ اور گفتگو کرو۔ دو گھنٹی کے بعد سلام علیک کر کے تشریف لے گئے اس کے بعد ہر روز صبح کے وقت قدم رنجہ فرماتے رہے۔ چند روز اسی طرح گزرے۔ ایک رات میں نے حجرہ کی موری میں پیشاب کر دیا۔ صبح کو مولوی صاحب ناک چڑھائے آئے اور کہا کہ آج تمہارے حجرہ میں بدبو ہے۔ شاید تم نے یہیں پیشاب کیا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ فی الواقع یہ قصور مجھ سے ہوا ہے اس وقت فرمایا کہ میاں تم اور عالم میں ہم اور عالم میں بھلا ہماری تمہاری ملاقات کیا۔ بھائی اب ہم نہیں آئیں گے۔ ہر چند میں نے عذر و معذرت کی لیکن پھر کبھی نہیں آئے۔



حضرت خضر خود ہی آگئے

حکایت دوم یہ بیان کی کہ ایک دفعہ میں اور میرا بھائی دونوں ملک دکن کے اندر ایک راجہ کے سواروں میں بھرتی ہو گئے چند روز کے بعد وہ راجہ تو مر گیا اس کی دو بیٹیوں نے ریاست و سپاہ باہم تقسیم کر لی اتفاق سے دونوں رئیسوں میں مجادلہ و مقاتلہ واقع ہوا۔ ہم دونوں بھائی بھی لڑائی میں سخت زخمی ہوئے رات کو میدان جنگ میں پڑے تھے اور کوئی ہمارے حال کا پڑساں نہ تھا آدھی رات کے وقت پیاس کا از حد غلبہ ہوا۔ دیکھتا کیا ہوں ایک برہمن قشقہ لگائے کنڈل ہاتھ میں اور دس پندرہ آدمی ساتھ کورے گھڑے سر پر دھڑے زخمیوں کو پانی پلاتے چلے آتے ہیں۔ مجھ کو ہندوؤں کے کھانے پینے سے ہمیشہ پرہیز رہا اس لیے انکار کر دیا مصر جی چلے گئے تھوڑی دیر بعد پھر آئے کہ خان صاحب کیوں پیاسے مرتے ہو پی بھی لو۔ میں نے کہا کہ پہلے کبھی ہندو کے ہاتھ سے پانی نہیں پیا تو اب مرتے وقت کیا پیئیں۔ بولے کہ خان صاحب تم بڑے ضدی ہو کیا اسی کا نام اسلام ہے لو پانی پیو میں تمہارے بھائی کو بھی پلا آیا ہوں۔ ابھی تمہاری عمر بہت ہے۔ یہ سن کر میرے کان کھڑے ہوئے کہ یہ میرے بھائی سے کیا واقف اور عمر کی اس کو کیا خبر میں نے کہا کہ صاحب خیر پانی تو پی لوں گا لیکن یہ بتلائیے آپ ہیں کون۔ فرمایا کہ میں خضر ہوں اور یہ لوگ جن کے سر پر پانی پلاؤ۔ میں نے کہا کہ حضرت آپ نے یہ بھیس کیوں بدلا ہے۔ بولے کہ میاں چپ مہاراج کہو مہاراج بہت سے ہندو اس میدان میں پڑے ہیں جن کو مسلمانوں کے پانی سے انکار ہے۔ میں نے کہا کہ اگر آپ دوسری ملاقات کا وعدہ کریں تو پانی پیتا ہوں۔ فرمایا اچھا تم پہچانو گے نہیں۔ خیر میں نے پانی پیا کچھ قوت آئی وہاں سے اٹھ کر مکان پر آیا پھر نوکری چھوڑ چھاڑ کر اپنے وطن کی راہ لی۔ یہاں آ کر مسجد کی امامت اختیار کی اور لڑکے پڑھانے لگا۔ کوئی پندرہ برس کے بعد ایک روز ایک سپاہی شکستہ حال جس کی تلوار کا میان بھی ٹوٹا پھوٹا

ساتھا۔ مسجد میں آیا السلام علیکم میں نے جواب دیا وعلیکم السلام آپ کیسے تشریف لائے۔ کہا بہت دنوں سے تمہاری ملاقات کو جی چاہتا تھا آج سرکاری کام ادھر کا نکل آیا ہم نے کہا کہ چلو خاں صاحب سے بھی ملتے چلیں۔ میں نے سوچا ہماری ان کی ملاقات تو ہے نہیں شاید روٹی کے لیے یہ باتیں بناتا ہے۔ ہم نے روٹی منگا کر ان کو کھلا دی جب کھاپی کر چلنے لگے تو فرمایا کہ لو خاں صاحب ہم جاتے ہیں پندرہ سولہ برس ہوئے کہ تم سے ملاقات ہوئی تھی اور ہم نے اقرار کیا تھا کہ ایک دفعہ پھر ملیں گے لو ہم نے اپنا اقرار پورا کیا کل کو یہ نہ کہنا کہ ہم سے وعدہ خلافی کی ہم روٹی کھانے نہیں آئے تھے فقط تمہاری ملاقات مقصود تھی۔ میں اس فکر میں تھا کہ یہ کیا کہتے ہیں اتنے میں وہ سلام خضر تھے۔ میں دوڑا اور ہر گلی کوچہ میں دریافت کیا کہ کسی نے اس شکل و صورت کا آدمی دیکھا ہے مگر کچھ پتہ نہ لگانا چار کف افسوس مل کر رہ گیا۔



تمام بدن آئینے کی طرح چمکنے لگا

ایک روز ارشاد ہوا کہ بمقام بھوپال ایک ہندو فقیر تھے بابا ستیل داس۔ ہم نے سنا کہ وہ توجہ دیا کرتے ہیں۔ ہم بھی ان کے پاس گئے اور درخواست کی کہا کہ تین دن تک فاقہ کرو نہ کچھ کھاؤ نہ پانی پیو۔ ہم نے ایسا ہی کیا۔ تیسرے دن باباجی نے توجہ کی تو تمام جسم مثل آئینہ ہو گیا۔ اندرونی و بیرونی رگ و ریشہ سب عیاں تھے اور ایک شعلہ نورانی زمین سے آسمان تک منور معلوم ہوتا تھا۔ ہم نے عرض کیا کہ باباجی ہم کو من عرف نفسہ فقد عرف ربہ کے معنی سمجھا دو اس توجہ سے تو یہ بات حاصل ہوتی نہیں ہم تو دید جان چاہتے ہیں نہ دید جسم و جہاں غیر کو دیکھا تو کیا دیکھا اصل دیکھنا تو اپنا ہی دیکھنا ہے۔

دید تو مغرست و باقی پوست است دید آن باشدید دوست است

کہا کہ یہ تو مشکل ہے۔ ہم نے کہا اگر یہ مشکل ہے تو ہمارا بھی سلام ہے۔



ناہینا حافظ کی کرامت

ایک روز ارشاد ہوا کہ مقام بھوپال میں قاری عبید اللہ عرف قاری لالا صاحب سے ملاقات ہوئی۔ ہم نے ان کو قرآن شریف سنانا شروع کیا۔ فرمایا کہ آپ کے لیے اتو سیدھا سادھا پڑھ لینا کافی ہے قرأت کے جھگڑے میں مت پڑو۔ ان کے ارشاد سے ہمارا خیال بھی پلٹ گیا۔ ایک دن قاری صاحب سے ہم نے پوچھا کہ آپ کو کبھی کوئی قاری بھی ملا۔ فرمانے لگے کہ ہاں ایک دفعہ میں دکن کو جاتا تھا راہ میں ایک گاؤں کے اندر ٹھہرا اور حسب عادت پوچھا کہ یہاں کوئی قاری بھی ہے۔ لوگوں نے کہا قاری تو ہم جانتے نہیں مگر ایک اندھے حافظ یہاں رہتے ہیں لڑکے پڑھایا کرتے ہیں جب ان کے پاس گیا تو دیکھا کہ لڑکے باہر بیٹھے ہیں اور حافظ جی حجرہ کے اندر ایک ایک لڑکا جاتا ہے اور سبق پڑھ کر چلا آتا ہے۔ جو لڑکا اندر جانے کو تھا میں نے اس کی معرفت اپنی اطلاع کرائی تو حافظ جی نے اندر بلا لیا مزاج پوچھا میں نے کلام مجید سننے کا اشتیاق ظاہر کیا۔ فرمایا کہ پہلے آپ پڑھیں۔ خیر میں نے رکوع پڑھا تو اندھے نے کان کھڑے کئے اور کہا کیا تم قاری لالا ہو میں نے کہا آپ نے کیوں کر پہچانا۔ اس نے کہا کہ آج سارے ہندوستان میں اس شد و مد سے پڑھنے والا سوائے قاری لالا کے اور کوئی نہیں ہے۔ اس کے بعد حافظ جی نے پڑھنا شروع کیا۔ ہنوز اعوذ پڑھی تھی کہ ایک برتن جو ان کے پاس رکھا تھا اس کا سرپوش ہلا اور رکوع شروع کرتے ہی وہ سرپوش گز بھر اونچا ادھر جا ٹھہرا جب حافظ جی پڑھ چکے تو وہ بھی اپنی جگہ پر آ گیا مجھ کو بڑی حیرت ہوئی انہوں نے خاموشی کا سبب پوچھا تو میں نے یہ ماجرا بیان کیا۔ فرمایا کہ تمہیں قال میں ید طولی ہے مجھ کو حال میں اور میں تمام کلام مجید کا عامل ہوں آج شام کو اور بھی تماشا دکھاؤں گا۔ غرض ظہر کے وقت مجھ کو جنگل میں لے گئے اور کہا کہ آؤ وضو کر کے نماز پڑھ لیں۔ میں نے کہا بہت اچھا میں رہت کھینچتا ہوں آپ وضو کریں کہا اس کی

ضرورت نہیں تم سورہ یسین کنوئیں کے کنارے پر کھڑے ہو کر پڑھو۔ میں نے پڑھنا شروع کیا اور پانی نے جوش مارا آخر پڑھتے پڑھتے کنارہ پر آ گیا۔ ہم نے وضو کر کے نماز پڑھی پھر سر کرتے ہوئے کنوئیں پر پہنچے۔ حافظ جی بولے پیاس لگی ہے تم سورہ رحمن پڑھ کر انگلی پر دم کرو اور تین بار رہٹ کی طرف اشارہ کر کے چکر دے دو۔ میں نے ایسا ہی کیا رہٹ خود بخود چلنے لگا۔ جب پانی پی کر چل دیے تو کھیت والا ہمارے پاس دوڑا ہوا آیا کہ حضرت یہ کیا کر چلے۔ رہٹ تھمتا نہیں میرا کھیت ڈوبا جاتا ہے۔ حافظ جی نے کہا جاؤ اسی طور سے پڑھ کر انگلی پر دم کر کے اٹھتے تین چکر دے دو۔ اول تو میں نے زور کیا اور یونہی روکنا چاہا۔ بھلا میری تو کیا ہستی تھی وہ ایسے زور سے چلتا تھا کہ ہاتھی سے بھی نہ رکتا۔ آخر وہی عمل کیا۔ فوراً بند ہو گیا۔ حافظ جی نے والضحیٰ سے وائٹاس تک مجھ کو بھی اجازت دی تھی اور جو انہوں نے فرمایا وقت امتحان وہی اثر پایا۔ قاری صاحب نے ہم کو بھی ان تاثیرات کا مشاہدہ کرایا۔ ارادہ تھا کہ بعد حج نابینا حافظ کے پاس جا کر رہیں گے۔ جب بیت اللہ شریف سے واپس آئے تو ان کا انتقال ہو گیا تھا۔ کُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَيَبْقَىٰ وَجْهٌ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ



بھوپال سے اندور اور بمبئی کو

ایک روز ارشاد ہوا کہ جب ہم نے بھوپال سے آگے کا عزم کیا تو میاں وزیر علی سے پوچھا کہ کچھ خرچ ہے۔ بولے گیارہ ٹکے موجود ہیں۔ ہم نے کہا خرچ تو بہت ہے اب کیا دیر ہے چلو۔ آدھی رات کے وقت ہم دونوں چل نکلے جب اندور میں پہنچے تو کچھ پاس نہ تھا۔ مجبوری رسالہ کی مسجد میں قیام کیا وہاں کا ملا نہایت نیک بخت آدمی تھا اس نے دس بارہ روز ٹھہرایا بوقت روانگی پانچ روپے پیش کئے۔ ہم نے سید وزیر علی صاحب کی طرف اشارہ کیا انہوں نے انکار کیا تو ہم نے سمجھایا کہ میاں صاحب دعوت خدا کو کیوں روکتے ہو

آپ بھیک نہیں مانگتے مزدوری اور تجارت نہیں کرتے اس وقیری جامہ میں تو اسی طور سے ملے گا۔ بارے مان گئے اور روپے لے لیں وہاں سے روانہ ہو کر چاندوڑ پہنچے اکیس دن رہنے کا اتفاق ہوا۔ سید وزیر علی صاحب نے کمر ہمت باندھی اور کتابت و طباعت کے ذریعہ سے نو روپیہ جمع کئے۔ تب وہاں سے آگے کوچلے۔ ایک منزل میں سخت بارش ہوئی ہم دونوں کبل تان کر بیٹھ گئے تاہم کپڑے بہت بھیک گئے۔ سردی نے غلبہ کیا سامنے ایک مردہ ہندو کا جل رہا تھا وہاں خوب آگ تاپی اور کپڑے سکھائے۔ لیکن کپڑوں میں اس کی بدبو بس گئی دماغ پریشان ہونے لگا۔ جب ذرا ابر کھلا تو ہم نے غسل کیا اور کپڑے دھوئے تب ذرا طبیعت درست ہوئی۔ غرض چلتے چلتے بمبئی میں پہنچے اور مولوی عبدالحلیم صاحب کی مسجد میں قیام کیا۔ ملاء مسجد سے تکرار ہو گئی تھی دوسری مسجد میں جا ٹھہرے۔ لیکن مولوی صاحب موصوف نے یہ بات سن کر طلب کیا اور نہایت اخلاق سے پیش آئے اپنے پاس ٹھہرایا۔ یہاں تک کہ چند روز کے بعد اپنے گھر لے جا کر ہم کو کھانا کھلانے لگے۔



یہ فقیر نہیں مسخرے ہیں

ایک روز ارشاد ہوا کہ بمبئی میں ہم اور سید وزیر علی صاحب حکیم عبد اللہ شاہ کی ملاقات کو گئے وہاں بہت سے فقیر ہر قسم کے جمع تھے ہم تو سفید پوش تھے کسی نے کچھ نہ کہا لیکن سید صاحب کا رنگین لباس تھا ان سے گفتگو ہونے لگی ایک شخص نے پوچھا آپ کے پیر کون ہیں جواب دیا روٹی کھا طریقہ جواب دیا روٹی۔ غرض جو سوال کیا یہی جواب دیا۔ ایک شخص نے بولا بابا بزرگوں نے روٹی ترک بھی تو کر دی ہے۔ جیسے شیخ فرید الدین شکر گنج نے کیا تھا۔ ہم نے چپکے سے کہہ دیا کہ بیل پکے تو کوئے کے باپ کا کیا پدرم سلطان بود ترا چہ۔ یہ بات سن کر وہ لوگ کہنے لگے ارے میاں یہ تو کوئی وہابی سے معلوم ہوتے ہیں۔ ایک یولا صاحب اپنا شجرہ تو سناؤ۔ سید وزیر علی نے ایک خط جیب سے نکال ان کے سامنے رکھ دیا کہ یاروں کے

پاس تو یہ شجرہ ہے پڑھ لو۔ آپس میں وہ لوگ کہنے لگے ارے میاں کس سے گفتگو کرتے ہو یہ تو مسخرے معلوم ہوتے ہیں ہم نے جانا تھا فقیر ہوں گے۔ پھر حکیم عبداللہ سے ملاقات ہوئی وہ بڑے خلیق اور حاذق طبیب تھے پیری مریدی بھی کرتے تھے۔ بیت اللہ شریف سے واپس آ کر بھی ان کے مکان پر ہم نے قیام کیا تھا۔



جدہ کی بندرگاہ اس قدر جلدی

ایک روز ارشاد ہوا کہ جب ہم بمبئی سے جہاز پر سوار ہوئے تو اس کے معلم سے ہم نے پوچھا کہ میاں تم کو کبھی مرد خدا بھی ملا ہے اس نے کہا کہ ہاں دو مرد ملے ہیں ایک اس زمانہ میں تشریف لائے تھے جب میں خورد سال تھا اور میرا باپ معلم تھا اور دوسرے اب ملے ہیں۔ ہم نے کہا کہ بھائی ان کو تم نے کیونکر پہچانا تھا۔ کہا کہ جس وقت ہمارا جہاز حاجیوں کو لے کر چلا تو ایک فقیر ڈبوسہ سے نکل کر میرے والد کے پاس آن بیٹھا اور کہنے لگا اس میں تو بڑی تکلیف ہوتی ہے بھلا منزل مقصود پر کب پہنچیں گے۔ انہوں نے جواب دیا کہ سوا مہینہ میں۔ اس نے کہا یہ تو بڑی مشکل ہوئی ہمارا جی متلاتا ہے پہلے سے یہ حال معلوم ہوتا تو کبھی سوار نہ ہوتے والد نے کہا کہ صاحب میں مجبور ہوں اگر آپ کچھ ہمت رکھتے ہوں تو زور لگائیے تاکہ جہاز ساحل جدہ پر جا لگے۔ فقیر نے کہا اچھا یہ تو بتلاؤ پہلے کون سا ساحل آتا ہے کہا عدن پوچھا پھر جواب دیا محہ کہا اور جواب دیا حدیدہ بولا اور کہا جدہ تب فقیر نے فرمایا کہ بس لنگر ڈال دو۔ اور خود اٹھ کر ڈبوسہ کے اندر چلے گئے۔ میرے والد نے دریا کی طرف نگاہ کی تو کنارہ پر چراغ نظر آئے اور جدہ کے آثار معلوم ہوئے نہایت حیرت ہوئی کہ الہی یہ کیا معاملہ ہے پندرہ دن تک تو بمبئی سے چل کر کنارہ کا پتہ بھی نہیں لگتا ایک خلاصی کو حکم دیا کہ جلد ہوڑے پر سوار ہو کر جا اور کنارے کی خبر لا۔ وہ دیکھ کر واپس آیا اور کہا کہ صاحب بندر گاہ جدہ آ گیا۔ والد نے جہاز کو لنگر کیا اور فقیر کو ڈھونڈھا تو کہیں پتہ نہ لگا۔ اللہ اکبر بڑا

زبردست بزرگ تھا۔ مگر افسوس ہے پھر اس کی زیارت نہ ہوئی۔ ہم نے کہا کہ دوسرا کہاں ہے بولا میرے پاس بیٹھا ہے۔ ہم نے کہا کہ تم نے کیوں کر جانا۔ کہا کہ مجھ کو ہزار ہا آدمیوں سے ملنے کا تفاق ہوا اور بہت سے فقرا کی زیارت کی مگر کسی نے یہ سوال نہ کیا اور مرد خدا کا حال نہ پوچھا۔ آپ کے سوال سے میں جان گیا کیونکہ مرد کو مرد پوچھتا ہے۔

اولیا راے شناسد اولیا وزور اہم وزداند بے ریا
غیر جلیت نمید اند کے بے شناس جنس خود را ہر یکے

الْجِنْسُ يَمِيلُ إِلَى الْجِنْسِ



کعبہ کی چھت پر شیطان کی نماز

ایک روز ارشاد ہوا کہ بیت اللہ شریف میں ہم پہنچے تو حسن علی زمزمی کے حجرہ میں ٹھہرے بعد چندے مولوی محمد یعقوب صاحب اور مولانا شاہ اسحاق صاحب سے ملاقات ہوئی اور اتنا ربط بڑھا کہ روز مرہ کی آمد و رفت ہو گئی۔ ایک دم ہم نے مولوی محمد یعقوب صاحب سے کہا کہ ذات باری کا ظہور کیا عرب و ہندوستان میں کچھ جدا جدا ہے۔ کہا نہیں۔ پھر ہم نے پوچھا کہ ہردوار اور بیت اللہ شریف میں کیا فرق ہے۔ فرمایا کچھ نہیں۔ اس کے بعد ہم نے کہا کہ پھر آپ ہندوستان سے کیوں بھاگے فرمایا کہ بھائی ہم محمد بھی تو ہیں۔ یہ گفتگو ہماری مولانا اسحاق صاحب بھی پردہ کی آڑ میں بیٹھے سن رہے تھے اور ہم کو کچھ خبر نہ تھی۔ بعد ازاں مولوی محمد یعقوب صاحب سے ہم نے درخواست کی کہ حصن حصین کی ہم کو اجازت دے دیجئے۔ انہوں نے فرمایا کہ بڑے بھائی صاحب سے لو۔ دوسرے دن شاہ صاحب سے عرض کیا گیا بڑے خفا ہوئے کہ تم کو اجازت نہیں دیں گے کل تم دونوں کیا بک

رہے تھے۔ خیر ہم نے توبہ استغفار کی اور عفو قصور کرایا۔ پھر شاہ صاحب نے ہم کو حسن حصین پڑھائی اور اجازت دی۔ جب اجازت مل گئی تو ہم نے عرض کیا کہ حضرت سچ سچ فرمائیے کہ ہم دونوں جو گفتگو کر رہے تھے کیا وہ خلاف واقع تھی۔ تامل کیا اور فرمایا کہ ہاں سچ تو ہی ہے جو تم کہتے تھے۔ مگر بائی ہم محمد یوں کو ایسی بات زبان سے نکالنا زیبا نہیں کیونکہ ان باتوں سے حضرت رسول خدا خفا ہوتے ہیں۔ ہم نے کہا کہ خدا نے فرمایا کہ بس رہنے دو آگے گفتگو نہ کرو آدمی خراب ہو جاتا ہے اس وقت ہم نے کہا کہ الحمد للہ آپ بھی ہمارے شریک نکلے۔ بس ہم کو اتنا معلوم کرنا باقی تھا۔ اس بات پر ہنسے اور فرمانے لگے کہ بھائی ہم کو شرع شریف کا پاس دلچاظ رکھنا ضروری ہے۔ پھر ہم نے مولوی محمد یعقوب صاحب سے پوچھا کہ یہاں آپ نے کوئی فقیر دیکھا کہا کہ ہاں ایک نو وارد شہر کے باہر ٹھہرے ہوئے ہیں وہ بڑے کامل ہیں کل ان کے پاس چلیں گے۔ دوسرے دن گئے تو بہت آدمیت سے پیش آئے۔ مولوی صاحب نے ان سے توجہ کی درخواست کی۔ بولے کہ ابھی تم اس قابل نہیں اگر مہینہ تک آتے رہو تو شاید توجہ کے قابل ہو جاؤ۔ ہم نے عرض کیا کہ صاحب آپ کی توجہ میں ایسی کیا بات ہے کہا کہ مولوی صاحب کی تو کیا ہستی ہے پتھر بھی پاش پاش ہو جاتا ہے۔ ہم نے کہا کہ توجہ تو بہت قسموں کی دیکھی لیکن پتھر توڑ کبھی نہیں دیکھی۔ ہم تین چار آدمی پہاڑ پر گئے اور ایک بھاری پتھر لڑکا لائے اور ان بزرگ کے سامنے رکھ دیا ایک نگاہ ڈالی تو فوراً پتھر ریزہ ریزہ ہو گیا۔ ہم متحیر ہو گئے کہ اللہ اکبر بڑے زور کی نگاہ ہے ان کا طریقہ پوچھا تو کہا شیطانہ ہم سمجھے کہ مقررہ ملامیت ہیں۔ اس دن سے ہم روز مرہ جانے لگے۔ رفتہ رفتہ بے تکلفی ہو گئی ایک دن ان کا نام پوچھا تو بے ساختہ کہہ اٹھے کہ محمد۔ ہم نے کہا کہ سبحان اللہ آپ کا نام تو ابلیس ہونا چاہیے تھا۔ وہ ہنس پڑے اور کہنے لگے کہ لوگ مجھ کو بہت تنگ کرتے ہیں۔ اس لیے یہ بہرہ پ بھرا ہے اس میں بہت امن ہے۔ میرا نام محمد ہے اور خاندان قادر یہ ہے اس وقت جو صاحب بغداد میں سجادہ نشین ہیں انہیں سے مجھ کو بیعت ہے میرا وطن بھی بغداد ہے اور پیشہ تجارت ملک ملک کی سیر کی ہندوستان کے بڑے بڑے شہر بھی دیکھ آیا ہوں اب کی بار حج کے لیے یہاں چلا آیا۔ ہم نے کہا کہ صاحب یہ سب کچھ سہی لیکن یہ تو فرمائیے کہ آپ

کو تَطْهِيرُ الْقَلْبِ عَنْ مَاسِيَةِ اللَّهِ بھی حاصل ہوئی یا نہیں۔ آدمی تجھے کہنے لگے کہ
میاں اس کی تو ہوا بھی نہیں لگی۔ ہم نے کہا کہ بس صاحب توجہ پتھر توڑ ہوئی تو کیا اور نہ ہوئی تو
کیا۔

تومی شدید چہ شد ناتواں شدید چہ شد چینیں شدید چہ شد یا چناں شدید چہ شد
پنچ گونہ دریں گلستاں قرارے نیست تو گر بہار شدے ماخزاں شدید چہ شد
اس کے بعد مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ کو گئے وہاں ایک خواجہ سرائے سے مل ملا کر
شب کو مسجد نبوی میں رہنے کی اجازت لی۔ سید وزیر علی صاحب تو واپس ہندوستان کو روانہ
ہوئے اور ہم چھ مہینے کے بعد پھر مکہ معظمہ میں واپس آئے۔ کچھ عرصہ کے بعد ہمارے پاس
خرچ ختم ہو چکا تھا۔ حطیم میں میزاب رحمت کے تلے ہم اس فکر میں بیٹھے تھے کہ ایک ترک
نہایت حسین امیرانہ لباس پہنے ہوئے ہمارے پاس آیا۔ پانچ ریال دیئے اور کہا کہ خاطر جمع
رکھو آئندہ تم کو کبھی خرچ کی تنگی نہ ہوگی اور اگر کبھی تمہارا جی گھبرائے یا کسی چیز کی ضرورت ہو تو
فلاں جگہ ترک سواروں کے رسالہ میں ہمارے پاس چلے آنا۔ جب ہم ہندوستان میں اپنے
مکان پر آئے اور والدہ صاحبہ کی زیارت ہوئی تو ان سے معلوم ہوا کہ وہ انوار الحسن تھے۔ جو
ایام طفلی میں ابدال ہو کر غائب ہو گئے تھے انہوں نے یہ بات والدہ سے جا کر کہی تھی۔ ہاں
یہ بات خوب یاد ہے کہ اس دن کے بعد پھر کبھی تنگی خرچ کی نہیں ہوئی۔ ایک دن پام کعبہ کی
مرمت ہو رہی تھی ہم بھی مزدوروں میں شامل ہو گئے اور چونہ کی ٹوکری سر پر رکھ کر اونچے اونچے اور
دوگانہ ادا کیا۔ دوسرے دن یہ حال مولوی محمد یعقوب صاحب سے بیان کیا وہ بولے ارے
میاں کعبہ کی چھت پر تو شیطان بھی نماز پڑھا کرتا ہے۔ ہم نے کہا الحمد للہ یہ منزل بھی طے
ہوئی اور ایک عقدہ حل ہوا۔ کہ شیطان بھی نماز پڑھتا ہے۔



حلوے پر بزرگوں کی فاتحہ

ایک روز ارشاد ہوا کہ بیت اللہ شریف میں ہمارے والد ماجد کا ایک مرید شب برات کے دن تھوڑا سا حلو اچکا کر لایا اور کہا کہ بزرگوں کی فاتحہ دے دیجئے۔ ہم نے کہا کہ بھلے مانس دیکھ تو کسی مصیبت اٹھا کر ہم تم یہاں پہنچے ہیں بھلا اس ذرا سے حلوے کے لپکیوں بزرگوں کو تکلیف دیتا ہے اتنی دور دراز مسافت بیچ میں سمندر حائل۔ اور بالفرض وہ آ بھی گئے تو اتنے سے حلوے میں کیا بھلا ہوگا۔ کیا تم ان کو آپس میں لڑانا چاہتے ہو۔ ہنس کر کہنے لگا میاں صاحب آپ کو تو ہمیشہ ہنسی کی بات سوجھتی ہے آپ بزرگوں سے بھی نہیں چوکتے۔ خیر ہم نے فاتحہ پڑھ کر حلو تقسیم کر دیا۔



جُبَّہ شریف کی زیارت

ایک روز ارشاد ہوا کہ ہم بیت اللہ شریف سے روانہ ہو کر عدن میں پہنچے۔ شیخ عید۔ روس صاحب کی زیارت کی۔ یہاں سے چار دن کی مسافت طے کر کے زبید میں آئے حضرت اویس رحمت اللہ علیہ کا مزار شریف دیکھا وہاں ایک جُبَّہ شریف حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا موجود ہے اور یہ وہ جُبَّہ ہے جو حضرت عمر و علی رضی اللہ عنہما نے بہوجب وصیت حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اویس قرنی کو لاکر پہنایا تھا۔ ایک روز جُبَّہ شریف کی زیارت بھی ہم کو نصیب ہوئی۔ ہر چند لوگ منع کرتے رہے لیکن دل نہ رہ سکا مارے شوق کے جُبَّہ مبارک کو ہم نے اپنے سر پر رکھ لیا۔ جُبَّہ کا سایہ تو درکنار اس وقت ہمارا

سایہ بھی ندارد ہو گیا تھا۔ سبحان اللہ اب تک یہ معجزہ موجود ہے۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلَيْهِ ۞



قیس (مجنوں) کا ماتم کروں یا فرہاد کا

ایک روز ارشاد ہوا کہ ہم زبید میں پہنچے تو واجد علی شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے وہ بہت مہربانی سے پیش آئے اپنے پاس ٹھہرایا ان کی صحبت کی تاثیر سے ہمارا یہ حال ہو جاتا تھا جیسے کوئی بیداری میں خواب دیکھتا ہو اور تمام کائنات ہیچ معلوم ہوتی تھی۔ ان پر نسبت استغراق نہایت غالب تھی۔ ایک دن میاں صاحب نے ہم کو بھی توجہ دی تھی اس توجہ کی بدولت اس دن نماز ظہر قضا ہو گئی تھی۔ ہم نے بہت بزرگوں سے توجہ لی مگر ایسا حال کسی کی توجہ میں نہیں ہوا یہ بزرگ بھی اپنی حالت میں بڑے کامل اور زبردست تھے ایک روز میاں صاحب نے ہم سے پوچھا کہ تمہارا اصل مقصد اور مطلب کیا ہے۔ ہم نے کہا کہ حضرت توحید تنزیہی۔ فرمایا کہ اس میں تو بجز حیرانی و سرگردانی کے اور کچھ نہیں ہم نے عرض کیا کہ خیر ہرچہ باد اباد ہم تو اسی کے طالب ہیں۔

گرم رکھتے ہیں ملاقات بدونیک سے ہم تیرے ملنے کے لیے ملتے ہیں ہر ایک سے ہم ایک روز ہم جنگل کی طرف گئے ایک بدوی سے دریافت کیا بد مجنون فاین یعنی مجنون کا جنگل کدھر ہے۔ جواب دیا یا شایخ انا مجنون او انت مجنون ما هو مجنون یعنی میں دیوانہ ہوں یا تو کون مجنون تب خیال آیا کہ یہ سمجھا نہیں ہم نے بجائے مجنون کے قیس کہا۔ اس نے جواب دیا نَعَمْ تَعَالَى هِنَا یعنی آؤ میں بتا دوں۔ ہم کو لے گیا اور جگہ دکھلائی۔ اس وقت ہم کو یہ شعر یاد آیا۔

قیس کا ماتم کروں میں یا کروں فرہاد کا دونوں یاد آئے مجھے کوہ و بیاباں دیکھ کر



ہم بھی عارضی شیعہ بن گئے

ایک روز ارشاد ہوا کہ ہم زبید سے ملک خوارج کی طرف چلے ایک شیعہ میر جعفر علی بھی ہمارے ساتھ ہو لیے ہم نے کہا کہ یہاں سنتی و شیعہ کا دھرم نہیں آؤ تقیہ کر لیں آخر وہ بھی تو چھرات اور چھتیس راگنیوں سے باہر نہ ہوں گے۔ جس طرح وضو نماز ان کی ہوگی اسی طرح ہم بھی کریں گے۔ چلتے چلتے ایک قریہ میں پہنچے مسجد میں جا کر اترے اتفاق سے وہاں کا امام ایک ہندوستانی تھا اس نے بڑی خاطر و مدارات کی۔ تین دن اپنے پاس مہمان رکھا اور بہت خوش ہوا کہ ایک مدت کے بعد اپنے ملک والوں کی صورت نظر آئی ہے۔ ہم سے پوچھا کچھ پڑھے لکھے بھی ہو۔ ہم نے کہا صاحب بچپن میں پاؤ سپارہ پڑھا تھا سو وہ بھی بھول گئے اب تو دو چار سورتیں یاد ہیں۔ وہی نماز میں پڑھ لیتے ہیں پھر خود بخود اپنی داستان چھیڑی کہ میں مولوی محبوب علی کا شاگرد ہوں تحصیل علم کر کے لکھنؤ گیا شیعہ مذہب پسند آیا اس کو اختیار کر لیا۔ یہاں آ کر خارجی مذہب کے اصول ٹھیک معلوم ہوئے اس کو اختیار کیا۔ ہم نے کہا اگر لندن جاؤ تو کیا کرو چپ ہو رہا۔ تیسرے دن ہم کو رخصت کرنے گاؤں سے باہر آیا اور کہنے لگا سنو صاحب مسقط تک یہی بہروپ بھرے رہنا آگے کچھ کھٹکا نہیں ہم نے کہا بہروپ کیسا بولتا کیا میں جانتا نہیں تم سنی ہو اور یہ شیعہ اور دونوں صاحب علم بھی ہو یہ کہہ کر وہ تو واپس پھر گیا ہم آگے بڑھے راہ میں ایک ندی آئی اس کے دونوں کناروں پر آم کے درخت کھڑے تھے اس وقت ہم کو ہندوستان یاد آ گیا۔ ندی میں خوب نہائے چھوٹی چھوٹی مچھلیوں نے بدن کھجایا یا خارش ہو رہی تھی بہت بھلا معلوم ہوا۔ خدا کی قدرت دوسرے دن خارش جاتی رہی۔ الغرض بعد طے منازل ہم مسقط میں پہنچے یہاں ہم کو دولہ (یعنی حاکم شہر) نے بلا کر پوچھا کہ تمہارا مذہب کیا ہے۔ ہم نے کہا اہل سنت و جماعت۔ کہا کہ سنیوں کی مسجد میں جاؤ۔ میر صاحب نے شیعہ بتلایا ان کو کہا کہ امام بارگاہ میں ٹھہرو۔

پھر ہم دونوں سے کہا کہ تین روز تک سرکار سے کھانا ملے گا چوتھے روز اپنی فکر کر لینا۔ ہم نے کہا کہ صاحب ہم فکر نہیں کیا کرتے ہمارا رزاق خود ہماری فکر رکھتا ہے۔ اس نے ایک ایک آدمی بھی ساتھ کر دیا تا کہ جگہ پر پہنچا دے۔ مسقط سے چل کر بغداد شریف میں آئے چندے قیام کیا پھر نجف اشرف میں پہنچے۔ مزار پر انوار حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی زیارت کی پھر کوفہ میں آئے بڑھیا کا تنور بھی دیکھا جہاں سے طوفانِ نوح شروع ہوا تھا۔ اس تنور میں ایسا تعفن تھا کہ دماغ پھٹا جاتا تھا۔ اس کی گہرائی بھی بہت ہی تھی۔ ہم نے ایک دوری میں پتھر باندھ کر لٹکایا چار ڈوریاں باندھیں مگر تہہ کا پتہ نہ ملا۔ اتنے میں ایک بدو آ گیا خفا ہو کر بولا کہ ہندی تم کیا کرتے ہو۔ اگر ایسی لاکھوں رسیاں باندھتے چلے جاؤ گے تب بھی اس کی تہہ نہ پاؤ گے۔ پھر وہاں سے چل کر بلائے معلیٰ میں گئے سب بزرگوں کے مزارات متبرکہ کی زیارت کی۔ حضرت امام حسین السلام کا مزار شریف دوہرا ہے۔ ایک تہہ خانہ میں دوسرا اس کے اوپر ہے اور وہی زیارت گاہ خاص و عام ہے۔ تہہ خانہ میں جانے کی عام اجازت نہیں۔ ہم کو ایک ترک اپنے ساتھ لے گیا شمع کا فوری روشن تھی۔ خوشبو سے دماغ معطر ہوا جاتا تھا۔ ہم نے وہاں کے سوا کسی مزار پر شمع کا فوری روشن نہیں دیکھی۔ اس وقت تک ایک خیمہ بھی اس مقام پر نصب ہے جہاں حضرت امام حسین علیہ السلام نے اہل بیت کے لیے قیام کیا تھا۔ اس جگہ نہایت حسرت و بیکسی برستی ہے۔ کیسا ہی سنگدل کیوں نہ ہو وہاں دل موم ہی ہو جاتا ہے اور خود بخود جی بھر آتا ہے۔ طبیعت میں بیقراری پیدا ہوتی ہے اور وہاں ایک عجیب بات یہ دیکھی کہ مسجد ایک اور امام کئی یعنی ایک مسجد میں کئی امام جا بجا نماز پڑھاتے ہیں۔ ہم نے ان شیعوں سے دریافت کیا تو کہنے لگے کہ کسی کو کسی امام پر اعتقاد ہے کسی کو کسی پر اسی واسطے ایک امام کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے جس کو جس پر اعتقاد ہے وہ اس کے پیچھے نماز پڑھتا ہے اس لیے بہت امام ہو جاتے ہیں وہاں سے رخصت ہو کر پھر بغداد شریف میں آئے اور چار مہینہ تک رہے۔ ایک دن اس مقام کی بھی زیارت کی جہاں منصور حلاج کو سولی دے کر جلایا تھا۔ اس وقت ہم نے یہ دو شعر پڑھے۔

بعد از فنا بھی لے نہ گئے کوئے یار میں کیا بار تھا صبا میرے مشتِ غبار میں

آوارگانِ عشق کا پوچھا جو میں نے نشاںِ مشیتِ غبار لے کے صبا نے اڑا دیا
ایک دن حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کو گئے گور غریباں میں
آسودہ ہیں۔ مزار خام مگر مرجعِ انام ہے۔ سنی شیعہ سب ان کی زیارت کو آتے تھے بقول
سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ ۔

شنیدم کو در کرخ تربت بے ست بجز گور معروف معروف نیست
چند روز کے بعد ہمارے وہی ہمنام جن سے بنارس میں ملاقات ہوئی تھی مل
گئے۔ ایک روز ہم نے سنا کہ ہندوستان کے تین چار جولاءِ شہادہ نشین صاحب کو ایک ایک
ریال دے کر حسنی بن گئے اور نسب نامہ بھی حاصل کر لیا ہے حسب اتفاق ایک دن ہم اور
ہمارے ہمنام اور میاں حسین علی شاہ صاحب سجادہ نشین ایک دسترخوان پر کھانا کھا رہے تھے
اس وقت میاں غوث علی شاہ کو جو کہ سید حسنی تھے ہم نے چھیڑا کہ میر صاحب آپ بھی ایک
ریال حضرت کو نذر کر کے اولاد میں شامل ہو جائیے پھر خوب بن آئے گی۔ اس بات پر وہ
بہت خفا ہوئے اور کہنے لگے کہ ہم میں کچھ کسر ہے یا تم سے کچھ کم ہیں۔ اگر تمہارے ہاں
ایک امام ہے تو ہمارے خاندان میں گیارہ امام ہیں۔ باقی رہا فقر کا معاملہ وہ قبضہ قدرت میں
ہے ملے یا نہ ملے اس کی تلاش میں تشنہ لب پھرنا ہمارا کام ہے ۔

کام ماگر تر نشد از آب مقصد عیب نیست ز آنکہ اولادِ حسینم تشنگی میراثِ ماست
یہ بات سن کر سجادہ نشین صاحب نے فرمایا کہ تم کو کیوں رشک آیا۔ ہم نے کہا
صاحب رشک تو نہیں مگر رشک ضرور پیدا ہو گیا کہ کہیں ہمارے بزرگ بھی دُھنے جولا ہے ہی
نہ ہوں۔ یہاں نام لکھوا کر سید بن گئے ہوں۔ ہم کو تو اپنی سادات میں آج سے کلام ہو گیا۔
میاں صاحب نے فرمایا کہ یہاں شاہ عبدالرزاق صاحب اور عبدالوہاب صاحب کی اولاد کا
کچھ ذکر نہیں یہ دونوں صاحب زادے تو حضرت کی زندگی ہی میں تشریف لے گئے تھے۔
ہمارے اصلی اور نقلی دفتر میں ان بزرگوں کا نام ہی نہیں پھر ان کی اولاد کا کیا ذکر یہی تو صرف
غریب شاہ عبدالعزیز صاحب کی اولاد ہے اور اسی خاندان میں ہم سب کو شامل کر لیتے ہیں
کیونکہ مرید بھی بمنزلہ اولاد کے ہوتا ہے اور اس قسم کے لوگوں کا دفتر جدا بنا ہوا ہے بعد

چندے ہم بصرہ سے سورت روانہ ہو گئے سجادہ نشین صاحب نے ہم کو ایک ناخدا کے نام خط دیا اور کہا کہ وہ تم کو جہاز پر سوار کرا کے بمبئی پہنچا دے گا۔ ہم نے بصرہ میں پہنچ کر اس ناخدا کو خط دیا۔ اول اس نے سر پر رکھ کر قص کیا اور کہا کہ زہے قسمت پھر ہم کو بہت عمدہ مکان میں ٹھہرایا اور کہا کہ ابھی جہاز کی روانگی میں پندرہ دن کا عرصہ ہے آپ گھبرائیے نہیں شہر کی خوب سیر کیجئے۔ ہم نے کہا کہ اتنا خرچ نہیں کہ قیام کریں۔ کہا کہ خرچ کا فکر نہ کیجئے جو درکار ہو یہاں موجود ہے۔ پھر ہم نے شہر کی خوب سیر کی نہایت دیران اور کنگال شہر ہے۔ حضرت حسن بصری اور حضرت حبیب عجمی کے مزارات متبرکہ کی زیارت کی اور وہ دوکان بھی دیکھی جہاں حضرت حبیب عجمی کپڑے رنگا کرتے تھے اور حضرت حسن بصری آن کر چھپے تھے۔ لیکن رابعہ بصری کے مزار کا پتہ نہ لگا۔ پندرہ روز کے بعد جہاز بعلہ پر سوار ہو کر شہر سورت میں پہنچے چند روز ٹھہرے۔ میاں کلن شاہ کے پیر کا مزار دیکھا شہر سے جانب جنوب و شرق جنگل میں ہے نہایت پر تاثیر مزار ہے روز مرہ زیارت کرتے رہے وہاں سے سوار ہو کر بمبئی میں پہنچے اور حکیم عبداللہ شاہ صاحب کے مکان پر ٹھہرے ان کے ہاں ایک فقیر بہادر شاہ رہتے تھے۔ جو صاحب نسبت آدمی تھے ان سے ہماری بے تکلفی ہو گئی۔ انہوں نے بتلایا کہ پرانے قلعہ میں ایک مجذوب ہیں ان سے بھی ملو۔ ہم کچھ شیرینی لے کر ان کی خدمت میں گئے۔ دیکھتے ہیں پتھروں کی بوچھاڑ کی اور گالیوں کا تار باندھ دیا۔ پہلے تو ہم چپ ہو رہے پھر جو غصہ آیا تو ہم نے ان کی گردن جا پکڑی کہ تو نے سمجھا کیا تھا بچہ اب تو بو کچھ کسی کا بھلا برا کر سکتا ہے مار سکتا ہے جلا سکتا ہے۔ بولے کہ نہیں نہیں میں تو کچھ بھی نہیں کر سکتا۔ ہم نے کہا کہ پھر کس برتے پر تاپنی خیر چاہتے ہو تو شیرینی کھا لو اس نے چپکے سے کھالی اور دم نہ مارا۔ جب ہم مکان پر آئے تو میاں بہادر شاہ نے کہا کہ سید آپ کو یہ زیبا نہ تھا۔ آم جتنا بیٹھا ہو اچھا اور نیم جتنا کڑوا ہو بہتر۔ ہم نے کہا میاں صاحب کیا کریں غصہ آ گیا بھلا سنو تو سہی جو بھلا برا کچھ نہیں کر سکتا وہ اتنا ناز کیوں کرے شاہ صاحب نے کہا نہیں سید آپ کو نرمی زیبا ہے اور ان کو سختی۔ دوسرے دن ہم پھر گئے اور قصور معاف کرایا۔ بولے کہ ہاں بہادر نے کچھ کہا ہوگا۔ ہم نے کہا کہ بہار اور خزاں سے ہم کو کچھ غرض نہیں۔ لیکن اب قصور معاف کرو۔ خیر

انہوں نے معاف کر دیا۔ ہم نے کہا کہ اب تم جو چاہو سو کرو بڑیندو برائیندو۔ چند روز کے بعد وہاں سے روانہ ہوئے۔ اور منزل بہ منزل سیر کرتے ہوئے دہلی میں آ پہنچے اور چھ مہینہ تک زینت المساجد میں رہے۔

ایک روز ہم مرزا نوشہ کے مکان پر گئے نہایت حسن و اخلاق سے ملے آپ فرش تک آن کر لے گئے تمام حال دریافت کیا۔ ہم نے کہا کہ مرزا صاحب ہم کو آپ کی ایک غزل بہت ہی پسند ہے علی الخصوص یہ شعر

تو نہ قاتل ہو کوئی اور ہی ہو تیرے کوچے کی شہادت ہی سہی
کہا یہ شعر تو میرا نہیں کسی استاد کا ہے فی الحقیقت نہایت اچھا ہے۔

غزل مرزا نوشہ اسد اللہ خاں غالب مرحوم

عشق مجھ کو نہیں وحشت ہی سہی میری وحشت تیری شہرت ہی سہی
قطع کیجئے نہ تعلق ہم سے کچھ نہیں ہے تو عداوت ہی سہی
میرے ہونے میں ہے کیا رسوائی اے وہ مجلس نہیں خلوت ہی سہی
ہم بھی دشمن تو نہیں ہیں اپنے غیر کو تجھ سے محبت ہی سہی
اپنی ہستی ہی سے ہو جو کچھ ہو آگہی گر نہیں غفلت ہی سہی
عمر ہر چند کہ ہے برق خرام دل کے خون کرنے کی فرصت ہی سہی
ہم کوئی ترک وفا کرتے ہیں نہ سہی عشق رخصت ہی سہی
کچھ تو دے اے فلک نا انصاف آہ و فریاد کی رخصت ہی سہی
ہم بھی تسلیم کی خو ڈالیں گے بنے نیازی تیری عادت ہی سہی
یار سے چھیڑ چلی جائے اسد گر نہیں وصل تو حسرت ہی سہی

اس دن سے مرزا صاحب نے یہ دستور کر لیا کہ تیسرے دن زینت المساجد میں ہم سے ملنے کو آتے اور ایک خون کھانے کے لیے کہا تو کہنے لگے کہ میں اس قابل نہیں ہوں۔ میخوار و سیاہ گنہ گار مجھ کو آپ کے ساتھ کھاتے ہوئے شرم آتی ہے البتہ اولش کا مضائقہ نہیں۔ ہم نے بہت اسرار کیا تو الگ طشتری میں لے کر کھایا ان کے مزاج میں کمال

کسر نفسری اور فروتنی تھی۔

ایک روز کا ذکر ہے کہ مرزا رجب علی سرور مصنف فسانہ عجائب لکھنؤ سے آئے تو مرزا نوشہ سے ملے۔ اثنائے گفتگو میں پوچھا کہ مرزا صاحب اردو زبان میں کوئی کتاب عمدہ ہے۔ کہا چار درویش کی۔ میاں رجب علی بولے اور فسانہ عجائب کیسی ہے۔ مرزا بے ساختہ کہہ اٹھے اچی لاجول ولا قوۃ اس میں لطف زبان کہاں ایک تک بندی اور بھٹیاری خانہ جمع ہے۔ اس وقت تک مرزا نوشہ کو یہ خبر نہ تھی کہ یہی میاں سرور ہیں۔ جب چلے گئے تو حال معلوم ہوا بہت افسوس کیا اور کہا کہ ظالمو پہلے سے کیوں نہ کہا۔ دوسرے دن مرزا نوشہ ہمارے پاس آئے یہ قصہ سنایا اور کہا کہ حضرت یہ امر مجھ سے نادانستگی میں ہو گیا آئیے آج ان کے مکان پر چلیں اور کل کی مکانات کرائیں۔ ہم ان کے ہمراہ ہو لیے اور میاں سرور کی فرودگاہ پر پہنچے۔ مزاج پرسی کے بعد مرزا صاحب نے عبارت آرائی کا ذکر چھیڑا اور ہماری طرف مخاطب ہو کر بولے کہ جناب مولوی صاحب رات میں نے فسانہ عجائب کو جو بغور دیکھا تو اس کی خوبی عبارت اور رنگینی کا کیا بیان کروں نہایت ہی فصیح و بلیغ عبارت ہے۔ میرے قیاس میں تو ایسی عمدہ نثر نہ پہلے ہوئی نہ آگے ہوگی اور کیوں کر ہو اس کا مصنف اپنا جواب نہیں رکھتا۔ غرض اس قسم کی بہت سی باتیں بنائیں اپنی خاکساری اور ان کی تعریف کر کے میاں سرور کو نہایت مسرور کیا۔ دوسرے دن ان کی دعوت بھی کی اور ہم کو بھی بلایا۔ اس وقت بھی میاں سرور کی بہت تعریف کی مرزا صاحب کا مذہب یہ تھا کہ دل آزاری بُرا گناہ ہے اور درحقیقت یہ خیال بہت درست تھا۔ اَلْمُؤْمِنُ مِّنْ سَلِمِ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لَسَانِهِ

وَبَدَنِهِ

مباش در پے آزار ہر چہ خواہی کن کہ در طریقت ما غیر ازین گناہے نیست

ایک دن ہم نے مرزا غالب سے پوچھا کہ تم کو کسی سے محبت بھی ہے کہا کہ ہاں حضرت علی مرتضیٰ سے پھر ہم سے پوچھا کہ آپ کو ہم نے کہا کہ واہ صاحب آپ تو مغل بچہ ہو کر مرتضیٰ کی محبت کا دم بھریں ہم ان کی اولاد کہلائیں اور محبت نہ رکھیں کیا یہ بات آپ

کے قیاس میں آسکتی ہے۔



پیر کی شان میں مرید کے نخرے

ایک روز ارشاد ہوا کہ جب ہم دہلی کی زینت المساجد میں تھے تو وہاں ایک شخص میاں غلام فرید نام نہایت بھولے آدمی رہتے تھے مگر پیری مریدی کا ان کو بڑا شوق تھا۔ ایک دن کمبل پوش سے کہنے لگے کہ او کمبل پوش تو کسی کا مرید بھی ہے۔ وہ بولے کہ اسے پیر بھلا مجھ کو کون مرید کرتا ہے۔ میاں غلام فرید نے کہا کہ آئیں تجھ کو مرید کروں۔ میں نے کہا کہ میاں صاحب آپ کیا کرتے ہیں اس کے دام میں نہ آجانا یہ سارے جہان کا چھٹا ہوا غنڈہ ہے۔ ملک ملک پھرا ہے ہفت زبان جانتا ہے ہم تم جیسوں کو تو بازار میں کھڑا کر کے بیچ ڈالے بھلا تم کس کے فریب میں آگئے۔ اس کے جواب میں میاں غلام فرید کیا کہتے ہیں کہ نہیں جی اس کو اعتقاد آ گیا ہے کمبل پوش بولا ہاں پیر مجھے تو بہت ہی اعتقاد ہے میری ایسی کہاں قسمت جو تم مرید کر لو۔ میاں غلام فرید نے جھٹ ایک روپیہ کی شیرینی اپنے پاس سے منگائی۔ شیرینی کو دیکھ کر کمبل پوش بولا کہ پیر جی نہایت بھوکا ہوں۔ میاں صاحب نے کہا کہ اچھا اس میں سے خوب کھا۔ جب وہ شیرینی چٹ کر چکا تو میاں غلام فرید نے کہا کہ اب تجھ کو تعلیم کروں۔ اس وقت کمبل پوش کو جوش آیا اور رگ ہاشمی نے حرکت کی چہرہ سرخ ہو گیا اور کہا کہ سن بے تیری ایسی تیری کروں تو تیلی اور تیرا پیر بڑھی ہماری شان میں اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ اے مسخرہ تو ہم کو کیا تعلیم کرے گا ذکر مشغل مراقبہ قادر یہ چشتیہ نقشبندیہ یہ ہم سے پوچھ تو کیا جانے مشائخی کو۔ میں نے میاں غلام فرید سے کہا کہ کیوں صاحب ہم نہ کہتے تھے۔ بولے کہ یہ مردود ہو گیا ہے۔ دوسرے روز کمبل پوش پھر آئے اور ان سے قصور معاف کرایا اور کہا کہ پیر تم تو ہمارے پیر ہو ہی گئے۔ ایک روز میاں غلام فرید فجر کے وقت اللہ اللہ کرتے شجرہ پڑھنے لگے تو کمبل پوش بولا لا حول ولا قوۃ مرد آدمی

اللہ کا نام لیتے یہ کیا بکنے لگا کہ لارنس صاحب دیکھنے والے الکرینڈر کے الکنڈر دیکھنے والے متکلف کے اور وہ دیکھنے والے لونی اکڑ کے استغفر اللہ۔ پھر میاں غلام فرید آ کر دعائیں کہنے لگے یا بھیکہ یا بھیکہ تو کبیل پوش نے کہا اے احمق مانگے بھی نہ ملے گی خدا کو چھوڑ کر بھیکہ کا نام لیتا ہے مگر وہ بھی ایسا پختہ آدمی تھا کہ ایک نہ سنی۔



چاندنی چوک میں رنڈی کے مکان پر

ایک روز ارشاد ہوا کہ ہم جب وہلی کی زینت المساجد میں ٹھہرے ہوئے تھے ہمارے دوست کبیل پوش نے جو شاہ باقی اللہ صاحب میں رہتے تھے ہماری دعوت کی مغرب کے بعد ہم کو لے کر چلے۔ چاندنی چوک میں پہنچ کر ایک طوائف کے کوٹھے پر ہم کو بٹھا دیا اور آپ چپٹ ہو گئے۔ پہلے تو ہم نے خیال کیا کہ شاید کھانا اسی جگہ پکوا یا ہوگا مگر پھر معلوم ہوا کہ یوں ہی بٹھا کر چل دیا ہے۔ ہم بہت گھبرائے کہ بھلا ایسی جگہ کبخت کیوں لایا۔ دو گھڑی کے بعد ہنستا ہوا آیا اور کہنے لگا کہ میاں صاحب میں آپ کی بھڑک مٹانے کو یہاں بٹھا گیا تھا۔ بعد وہ اپنی قیام گاہ پر لے گیا اور کھانا کھلایا۔



لا الہ الا اللہ — محکم الدین رسول اللہ

ایک روز ارشاد ہوا کہ جب ہم کو زینت المساجد میں چھ مہینے گزر گئے تو ایک دن حسب اتفاق مرزا شہزادہ منگو آئے اور کہنے لگے کہ حضرت حج کو چلیے گا۔ ہم نے کہا کہ میاں ایک بار تو دھرم دھکے کھا آئے اگر کوئی اسی مقام سے سوار کر کے لے چلے اور یہیں لا کر اتارے تو خیر مضائقہ نہیں۔ دوسرے دن انہوں نے سچ مچ لا کر گاڑی کھڑی کر دی اور کہا کہ

سوار ہو جائے۔ پہلے تو ہم حیران رہ گئے کہ کل کی بات ہم تو ہنسی سمجھے تھے۔ خیر اسی دم سوار ہو لیے اور منزل بمنزل لدھیانہ پہنچے۔ وہاں سنا کہ محکم الدین شاہ بڑے کامل فقیر ہیں۔ ہم ان کے مکان پر گئے بہت اخلاق سے پیش آئے۔ ہم نے پوچھا کہ حضرت کا اس شریف۔ بولے خدا۔ ہم نے کہا سبحان اللہ۔ ہم تو آپ کو آسمان پر تلاش کرتے تھے آپ زمین ہی پر نکلے۔ پھر ہمارا نام پوچھا۔ ہم نے کہا صاحب آپ خدا کیسے ہیں کہ مخلوق کا نام بھی نہیں جانتے۔ ذرا تامل کیا اور سوچ کر بولے تم غوث علی ہو اور تمہارے والد کا نام احمد حسن اور دادا کا نام ظہور الحسن۔ ہم نے کہا کہ سب معلوم ہو گیا آپ ربانی خدا ہیں جب تک زانچہ نہیں کھینچتے کچھ معلوم نہیں ہوتا۔ اتنے میں ایک شخص مرید ہونے کو آیا بعد بیعت اس سے کہا کہ پڑھ لا الہ الا اللہ محکم الدین رسول اللہ۔ ہم نے کہا کہ بس صاحب رسول تو مدینہ والے کو رہنے دو۔ وہاں آپ کی دال نہیں گلے گی۔ خدا ہی بنے رہیے۔ آپ سے پہلے بھی اور بہت سے خدا بن چکے فرعون نمرود شہد ادو غیرہ۔ غرض تین دن وہاں ٹھہرے اور لاہور و ملتان ہوتے کراچی (پاکستان) بندرگاہ میں پہنچے وہاں سے جہاز پر چڑھے اور بغداد شریف میں جا اترے پھر کربلائے معلیٰ اور نجف اشرف کی زیارت کے مکہ معظمہ میں پہنچے اور بعد حج روضہ منورہ کی زیارت کو گئے۔ پھر مکہ میں واپس آئے مولوی محمد یعقوب صاحب سے ملاقات ہوئی فرمانے لگے کہ میاں تم تو ابھی گئے تھے پھر چلے آئے ہم نے کہا کہ صاحب گناہ عظیم ہوا معاف فرمائیے انشاء اللہ پھر ایسا تصور سرزد نہ ہوگا۔ ہنس پڑے کہ میں تم تو ہر بات میں قائل کر دیتے ہو۔ اچھا ہندوستان کا حال بیان کرو جو کچھ ہم کو معلوم تھا کہہ سنایا۔ غرض مکہ سے روانہ ہو کر بمبئی اور بمبئی سے چل کر دہلی میں پہنچے اور جس جگہ سے سوار ہوئے تھے وہیں پھر اترے ہمارے حج بھی ایسے تھے جیسے بچوں کی نماز۔ یعنی نہ ان پر نماز فرض نہ ہم پر حج فرض۔

تینوں بزرگوں کا پانی پر چلنا

ایک روز ارشاد ہوا کہ جب ہم دوبارہ بارادہ زیارت حرمین شریفین زاد ہما اللہ شرفاً و تعظیماً جہاز پر سوار ہوئے تو ایک عجیب تماشا دیکھا کہ تین شکستہ حال آدمی..... فی سبیل اللہ جہاز پر سوار تھے۔ ملا مان جہاز ان کے ساتھ کنج خلقی سے پیش آتے۔ جب نصف مسافت طے ہو چکی تو ناخدا نے ان با خدا لوگوں پر چوری کی تہمت لگائی اور بڑی لعنت و ملامت کی وہ تینوں دریا میں کود پڑے۔

دریں دریائے بے پایاں دریں بحر رواں فرسا دل افگندیم بسم اللہ بحر یہاں ساہا ایک تو پانی میں غرق اور دوسرا سطح آب پر اس طرح چلتے تھے جیسے کوئی خشکی پر چلتا ہو۔ جہاں تک نگاہ نے کام کیا اہل جہاز ان کو دیکھتے رہے پھر نظر سے غائب ہو گئے۔ جب ہم بیت اللہ میں پہنچے تو ان تینوں سے ملاقات ہوئی۔ ہم نے پہنچنے کی کیفیت پوچھی تو جواب دیا۔

تراکشی آورد ما را خدای

مدینہ منورہ تک ہمارا ان کا ساتھ رہا۔ ہم مدینہ منورہ سے منزل بمنزل دہلی پہنچے بعد چند روز کے پھر سیر و سیاحت کا شوق ہوا جا بجا کی سیر کرتے ہوئے چولی مہیسر پہنچے۔



وہ فقیر تھا یا فرشتہ

ایک روز ارشاد ہوا کہ ہم چولی مہیسر میں پہنچے تو شام ہو گئی موضع شاہ جہان پور وہاں سے دو کوس رہ گیا تھا ایک آدمی راستہ میں ہمارے ساتھ ہولیا تھا اس نے کہا کہ یہاں

نزد آمدی کے کنارے ایک باباجی کا مکان ہے۔ چلو اس میں رات بسر کریں گے۔ باباجی سے اجازت چاہی تو انہوں نے کہا کہ ہم کسی کو ٹھہرنے نہیں دیتے۔ ہم نے کہا خیر نہ سہی ہم باہر آئے اور پتیل کے پیڑ تلے بستر لگا دیا۔

درویش ہر کجا کہ شب آمد سر آئے اوست

ساتھی سے ہم نے کہا کہ اول آدمی رات کا پہرہ تو دے کچھلی آدمی رات میں ہم جاگتے رہیں گے کیونکہ یہ دریا کا کنارہ ہے شاید کوئی موذی درندہ چوٹ کر بیٹھے۔ ہم تو نماز عشاء پڑھ کر سو گئے اور وہ ساتھی جاگتا تھا کہ باباجی نے اپنے مکان کا پھاٹک کھولا اور ہم کو دیکھ کر آواز دی کہ کون۔ میری آنکھ کھل گئی جواب دیا کہ وہی مسافر جن کو تم نے ٹھہرنے نہیں دیا۔ بولے کہ چلے آؤ ہم اندر گئے تو دیکھا کہ نہایت وسیع مکان ہے۔ چاروں طرف پختہ حجرے بنے ہوئے۔ نماز کے لیے چبوترہ نہانے کو غسل خانہ حمام جائے ضرور سب موقع بموقع موجود ہیں۔ ایک حجرہ میں ہم کو بٹھلا دیا کھانا لائے تو میں نے کہا کہ ہم دونوں آدمی مسلمان ہیں ساتھ کھالیں گے۔ اس بات کو منظور نہیں کیا اور کہا کہ نہیں صاحب تم الگ کھا لو ان کو دوسرے حجرہ میں الگ کھلائیں گے۔ طرح طرح کے کھانے ہمارے رو برو چین دیئے کئی قسم کے چال اور کئی طرح کی دالیں اور چند وضع کی ترکاریاں اور روٹی وغیرہ اتنی چیزیں تھیں کہ ہماری عقل دنگ ہو گئی کہ اتنے عرصے میں اس اکیلے آدمی نے کس طرح تیار کی ہوں گی۔ بعد کھانا کھلانے کے بولے کہ ہمارے انکار سے تم نے بڑا مانا ہو گا لیکن بات یہ تھی کہ میں اس وقت تم کو بلا لیتا تو خاطر مدارات کرتا یا کھانا پکاتا۔ مجھے معلوم تھا کہ تم آج ہمارے مہمان ہو گے۔ اس لیے سب سامان مہیا کر لیا تب تم کو اندر بلایا۔ پھر ہم کو حجرے بھی جدا جدا رہنے کو دیئے۔ ایک جگہ نہ سونے دیا کہ فقیر تنہا بہتر ہے۔ صبح کو اٹھ کر ہم نے چلنے کے واسطے کمریا آمدی تو باباجی بولے واہ صاحب واہ۔

دل لیتے ہی جو عاشق و لگیر کا چلے تم آگ لینے آئے تھے کیا آئے کیا چلے
میاں صاحب ابھی کہاں جاتے ہو کوئی روز ٹھہرو۔ غرض بیس دن تک ٹھہرایا اور
دونوں وقت اسی انداز سے کھانا کھلاتے رہے۔ ہم کو اس بات کی بڑی حیرت تھی کہ نہ تو وہاں

کسی کو پانی بھرتے دیکھانہ روٹی پکاتے نہ دھواں اٹھتا دیکھانہ کبھی کسی کو جھاڑو دیتے دیکھا اور نہ پاخانہ صاف کرتے پایا لیکن سب مکان نہایت پاک و صاف رہتے تھے صورت بھی بابا جی کی ایسی پاکیزہ اور خوش منظر تھی کہ ہم نے اپنی عمر میں ایسا خوبصورت آدمی نہیں دیکھا۔ رخساروں کی چمک دمک ایسی تھی کہ داڑھی کی سیاہی کا عکس اس طرح پڑتا تھا جیسے آئینہ میں عکس عبادت بھی بابا جی کی نہایت عمدہ تھی اور ہر دم مشغول رہتے تھے عشاء کے وقت سے بیٹھتے تو صبح کر دیتے تھے اور جیسے بطون میں کامل تھے ایسے ہی حکمت و صنعت میں بھی لاجواب تھے۔ چنانچہ ایک دن دو جدائی آئے ایک ہندو تھا ایک مسلمان نے صورت دیکھتے ہی اس ہندو سے کہا کہ تمہارے گرو نے کچھ جاپ بتلایا تھا تم نے جاپ میں استری سے بھوگ کیا اس واسطے خون چکر کھا گیا۔ اس نے اس تصور کا اقرار کیا۔ فرمایا کہ اپنے گرو کے پاس چلے جاؤ وہی اس کی تدبیر کریں گے مسلمان سے کہا ٹھہرو تم کو دوادیں گے۔ دوسرے دن دریائے نربدا کے اندر گلے گلے پانی میں اس کو کھڑا کیا اور ایک چاول بھر دو اٹھلا دی۔ تھوڑی دیر بعد وہ چلایا کہ پیاس کے مارے مرا جاتا ہوں۔ کہا کہ خبردار پانی پئے گا تو فوراً مرجائے گا۔ کچھ پیچھ فاصلے سے اس کو ندی کے اندر ہی گھی پلاتے رہے۔ باہر نکلا تو اس کا بدن کنڈن کی طرح دکھنے لگا تھا۔ پھر اس کو رخصت کر دیا۔ ہم بیس روز تک ان کے پاس رہے لیکن کچھ بھید نہ کھلا کہ وہ شخص فرشتہ تھا یا خضر یا جن۔ صورت سے نہ تو ہندو ثابت ہوتا تھا نہ مسلمان۔ ایک روز ہم سے کہنے لگا کہ میاں صاحب تم کہاں جاؤ گے ہمارے ہی پاس رہ جاؤ مگر شرط یہ ہے کہ اگر ہم مرجاویں تو ہماری ٹانگ میں رسی باندھ کر نربدا میں لے جا کر ڈال دینا اور اگر تم مر گئے تو ہم شاہجہاں پور سے آدمی بلا کر تمہاری تجھیز و تکفین کر دیں گے۔ ہم نے کہا سنو بابا جی ہم رہتے تو اپنے گھر رہتے وہاں نہیں تو مکہ میں ٹھہرتے مدینہ میں قیام کرتے یا بغداد میں رہتے جب کسی جگہ نہ ٹھہرے تو یہاں پابند ہو کر کب رہ سکتے ہیں۔ غرض ہم نے چلنے کا قصد کر ہی دیا تب بابا جی نے مایوس ہو کر فرمایا کہ خیر مرضی مولیٰ از ہمہ اولیٰ۔ خدا حافظ۔ ہم دونوں وہاں سے سرونج کو روانہ ہوئے۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ وہلی سے جب ہم چلے اور امصار و دیار کی سیر کرتے ہوئے

مقام سرونج علاقہ ٹونک میں پہنچے تو وہاں میر وزیر علی صاحب سے دوبارہ ملاقات ہوئی۔
مقام سرونج میں دونوں جوان آدمیوں نے ہم سے درخواست کی کہ نام خدا بتلا دو۔ ہم نے
بتلا تو دیا لیکن یہ ہم کو معلوم نہ تھا کہ نتیجہ اور اتر کیا ہوگا۔ ایک تو چھ مہینے کے بعد تپ دق میں
مر گیا اس بیچارے کی نئی شادی ہوئی تھی اور دوسرا زندہ تو رہا مگر کچھ دیوانہ سا ہو گیا۔ وہاں سے
میر وزیر علی کو ہمراہ لے کر ہم کاپی میں پہنچے جہاں میر صاحب کا گھر ہے۔ ان کی نسبت ماموں
کے گھر ہو چکی تھی مگر شادی نہیں کرتے تھے ہم نے زبردستی ان کی شادی کرائی پھر وہاں سے
بجانب لکھنؤ روانہ ہوئے۔



ہم کو خدا پہ چھوڑ دو بہر خدا جو ہوسو ہو

ایک روز ارشاد ہوا کہ شمس آباد کے قریب جنگل میں ایک فقیر احمد شاہ صاحب
تھے ان کی شہرت سن کر ہم بھی گئے۔ دیکھا کہ ایک نہایت کہنہ اور بہت بڑی مسجد بادشاہی
وقتوں کی ہے اسی میں وہ رہتے ہیں۔ ہم کو دیکھ کر نہایت ترش روئی سے پیش آئے اور بولے
کہ صاحب یہاں نہ ٹھہرو آؤھی رات کے بعد یہاں شیر لگتا ہے ایسا نہ ہو کہ تم کو پھاڑ ڈالے۔
ہم نے کہا کہ خیر جو ہوسو ہو آج تو ہمیں قیام کریں گے۔

وہ تو اپنے حجرہ کا دروازہ بند کر کے سو رہے ہم نے نمازِ عشاء پڑھی پھر دو روٹیاں
جو ہماری تھیں کھا کر پانی پیا۔ اب سونے کا ارادہ ہوا ہم نے خیال کیا کہ یہ جنگل کا مقام ہے
شاید شیر لگتا ہو۔ مناسب یہ ہے کہ مسجد کی چھت پر سوئیں۔ اوپر چڑھے تو دیکھا کہ ایک کالا
سانپ نہایت لمبا اور موٹا پڑا ہوا ہے۔ ہم نے سوچا کہ یہاں تو شیر موجود ہے اور نیچے صرف
احتمال۔ پھر نیچے اترے خیر نیند تو نہ آئی۔ مگر ہم وضو کر کے تمام رات چبوترہ پر بیٹھے رہے۔ صبح
کی نماز پڑھی میاں صاحب بھی نکلے اور پوچھا کہ شیر آیا تھا کہ نہیں۔ ہم نے کہا کہ صاحب تو
آپ شیر ہیں اور تو کوئی نظر نہیں آیا۔ تھوڑی دیر کے بعد بستی سے ایک شخص اپنے بچے کو لے کر

آیادم کرایا اور تعویذ لکھا کر لے گیا۔ جب کھانے کا وقت ہوا تو وہی شخص کچھ روٹیاں اور چھاچھ لے کر آیا۔ ہم نے میاں صاحب کی تواضع کی انہوں نے انکار کیا اور کہا کہ آپ کھاویں۔ ہم نے کہا کہ پہلے آپ نوش فرمادیں تب ہم بھی کھالیں گے غرض ان کو بھی ہم نے ساتھ کھلایا۔ ان کے پاس بہت سے لوگ تعویذ گنڈے والے آیا کرتے تھے اور اس ذریعہ سے بہت سا روپیہ جمع کر لیا تھا۔ اسی واسطے کسی مسافر کو اپنے پاس ٹھہرنے نہیں دیتے تھے۔ ہم سے کہنے لگے کہ میرا ارادہ اس مسجد کی تعمیر کا ہے۔ ہم نے کہا کہ میاں صاحب جنگل میں مورنا چاکس نے دیکھا۔ تم اپنی مسجد کو درست کرو مگر ان کے خیال میں یہ بات نہ آئی۔ تو وہاں سے چل دیئے پھر سنا کہ ان کا انتقال ہو گیا اور کئی مسکے روپیہ اور اثرفیوں کے نکلے کچھ روپیہ تو سرکار نے ان کے مزار پر لگا دیا اور باقی اپنے خزانے میں داخل کیا۔ دولت جمع کرنے والوں کا یہی انجام ہوتا ہے۔



فقیر کا راز ظاہر ہو گیا

ایک روز ارشاد ہوا کہ جب ہم قنوج میں پہنچے تو شہر کے باہر ایک تکیہ میں جا اترے وہاں کوئی فقیر نظر نہ آیا خیال کیا کہ شاید کہیں گیا ہو گا۔ تھوڑی دیر بعد ایک بڑھیا آ کر جھاڑو دینے لگی۔ ہم نے پوچھا کہ یہاں کا فقیر کہاں ہے۔ وہ بولی کہ کچھ نہ پوچھو ایک عجیب معاملہ ہے۔ ہم نے کہا کہ کچھ بیان کر۔ بولی کہ دس برس سے میرا بیٹا گم تھا بہت خاک چھانی تعویذ گنڈے عمل ٹوٹے سب کئے۔ کچھ نہ ہوا ناچار ہو کر اس تکیہ کے فقیر کے پاس آئی اور حصول مراد کے لیے یہاں کی جاروب کشی اختیار کی۔ ایک عرصہ تک اس نے منہ نہ لگایا آخر ایک دن میرا مطلب پوچھا تو میں نے اپنی داستان سنائی فرمایا کہ میں تو اس لائق نہیں لیکن ایک مرد کامل ہیجروں کے طائفہ میں ڈھولک بجایا کرتا ہے فلاں محلہ میں جا اور اس سے عرض حال کر ہر چند انکار کرے ایک نہ مانیو اور اس کے دروازہ پر ڈھکی دیکھ کر بیٹھ کر جائیو لیکن خبردار

میرا نام زہار نہ لینا۔ میں گئی اور جو کچھ سکھا دیا تھا وہی کیا۔ کہنے لگے تجھ کو کسی نے بہکا دیا ہے ناچ راگ کی کوئی بات ہو تو مجھ سے پوچھ لے میں تو بیخبر ہوں اور جھٹ ازار بند کھول کے دکھلا دیا۔ مگر میں نے ایک نہ سنی اور ڈھٹی دے کر بیٹھ گئی۔ آخر کار وعدہ کیا کہ اچھا تیرا کام ہو جائے گا۔ مگر پہلے یہ بتلا کہ تجھ کو میرا پتہ کس نے دیا۔ غصہ باولی ہوتی ہے نا چار اس فقیر کا نام لینا پڑا۔ فرمایا کہ خیر اس کبخت نے ہم کو بھی خراب کیا اور آپ بھی برباد ہوا۔ ہم تو سمجھے تھے کہ کسی لائق ہو گیا ہے۔ اب اس کو بھی ہجڑوں میں شامل کر لیں گے مگر افسوس کہ خام نکلا اس کے عبد میرے سر پر ہاتھ رکھا اور فرمایا کہ اطراف عالم میں نظر کر اور دیکھ تیرا لڑکا کہاں ہے۔ دیکھتے دیکھتے معلوم ہوا کہ میرا لڑکا ایک قافلے میں گھوڑے کی باگ پکڑے چلا جاتا ہے۔ میں خوشی کے مارے چلا اٹھی کہ یہ رہا میرا لڑکا۔ فرمایا کہ اس کا ہاتھ خوب مضبوط پکڑ لے۔ میں نے ہاتھ پکڑا اور انہوں نے اپنا ہاتھ اٹھایا تو دیکھتی کیا ہوں کہ لڑکا مع گھوڑے کے میرے پاس موجود ہے مگر فقیر صاحب ندارد ہیں۔ لڑکے کو ساتھ لے کر ہنسی خوشی اپنے گھر آئی۔ پھر جی میں آیا کہ تکیہ والے فقیر کی شکر گزاری کروں۔ یہاں آ کر دیکھا تو اس کو بھی نہ پایا ابھی چار دن اس معاملہ کو گذرے ہیں دونوں صاحبوں کا پتہ نہیں خدا جانے کہاں گئے۔ اب میں اس فقیر کی یاد میں ہر روز اس تکیہ کی چاروب کشی کرتی ہوں اور پانی بھر کے رکھتی ہوں تاکہ مسافر آرام پاویں۔



قنوج کے عقیدے تمند باشندے

ایک روز ارشاد ہوا کہ قنوج کے جنگل میں ایک مزار حضرت سید شریف زندنی کے نام سے مشہور ہے۔ نہایت پر فضا اور گنجان درختوں کے بیچ میں ہے۔ خوف کے مارے رات کے وقت وہاں کوئی نہیں رہتا۔ ہم وہاں گئے تو مجاور نے کہا کہ صاحب یہاں حضرت کسی کو رہنے نہیں دیتے۔ ہم نے کہا کہ اچھا ہم حضرت سے دریافت کر لیں گے۔ دوسرے

دن مجاور آیا کہ فرمائیے کیا حکم ہوا۔ ہم نے کہا کہ ہم کو تو حضرت نے اپنے پاس رہنے کی اجازت دے دی۔ دل میں ہم نے سوچا کہ کیسے بیوقوف لوگ ہیں۔ جنگ اور درختوں کی گنجانی کی وجہ سے رہتے ہوئے خوف معلوم ہوتا ہے اور مشہور یہ کر دیا کہ حضرت کا حکم نہیں۔ مجاور نے جا کر لوگوں میں شہرت کر دی کہ ایک فقیر آئے ہیں اور رات کو بھی مزار پر رہتے ہیں حضرت نے اجازت رہنے کی دی ہے۔ پھر تو تمام زن و مرد قنوج کے امنڈ پڑے رہنا دشوار کر دیا۔ آخر ہم تین چار روز بعد وہاں سے چل دیئے۔



لکھنؤ کے بوڑھے معشوق کا چرچا

ایک روز ارشاد ہوا کہ لکھنؤ میں سید وزیر علی صاحب بھی ہمارے ساتھ تھے وہاں مولوی سلامت اللہ صاحب سے ملاقات ہوئی۔ اگرچہ مولوی صاحب اس زمانہ میں بہت ممن تھے لیکن حسن و صورت میں ایسے ہی بے نظیر تھے جیسے حسن سیرت میں۔ ایک دن میاں وزیر علی الگ بیٹھے کہہ رہے تھے کہ تمام عمر میں بوڑھے معشوق ہم نے یہی دیکھے ہیں۔ مولوی صاحب کے کان میں اس بات کی بھنک پہنچ گئی۔ فرمایا کون صاحب ہیں ذرا ہم بھی تو اپنے عاشق کی صورت دیکھیں۔ اتنا کہتے ہی میاں وزیر علی بھاگ گئے مگر مولوی صاحب پہچان گئے اور کہا کہ شاید میاں وزیر علی ہوں گے پھر ہماری طرف خطاب کیا کہ صاحب تمہارے مزاج میں تو بڑی صلاحیت معلوم ہوتی ہے۔ شریف اور طریقت کے سب اعمال کرتے ہو۔ لیکن سید وزیر علی سے آپ کا میل جول کیوں کر ہوا۔ یہ تو بڑے رند مشرب معلوم ہوتے ہیں۔ ان کی باتیں کچھ اور ہی قسم کی ہیں۔ پھر مولوی صاحب کچھ کچھ گئے اور کہنے لگے کہ یہ تو ہماری ہی صحبت کا اثر ہے۔ شاید ہاتھی کے دانت دکھانے کے اور ہیں اور کھانے کے اور۔



سنی عالم کی دلیری برسر منبر

ایک روز ارشاد ہوا کہ مولوی سلامت اللہ صاحب شجاعت و جواں مردی میں بھی یگانہ زمانہ تھے۔ چنانچہ نقل ہے کہ نواب لکھنؤ نے ایک روز برسر دربار یہ بات کہی کہ سنی لوگ بڑے بہادر ہوتے ہیں۔ ہم نشین بولے کہ قبلہ عالم یہ سب کہنے کی باتیں ہیں اگر مقابلہ ہو تو حال کھل جائے۔ نواب نے کہا اچھا دیکھا جائے گا۔ اتفاق سے عید رمضان آئی۔ نواب نے مولوی سلامت اللہ صاحب کو پیام بھیجا کہ صبح کو آپ تشریف لا کر نماز پڑھائیں۔ مولوی صاحب کو اندیشہ ہوا کہ خدا خیر کرے دیکھئے کیا معاملہ پیش آئے۔ اپنا تمام اسباب اور کتابیں طالب علموں کو تقسیم کر دیں اور کہا کہ بھائی اگر صبح و سلامت آئے تو واپس کر لیں گے ورنہ یہ تمہارا مال ہے۔ عید کی صبح کو کپڑے بدل خوشبو لگا۔ تیر کمان ڈھال تلوار پستوال قرین پانچوں ہتھیار سجا کر گھوڑے پر سوار ہوئے اور نماز کے وقت نواب صاحب کے امام باڑے میں جا اترے۔ نواب نے نماز پڑھانے کا اشارہ کیا۔ بے تکلف کھڑے ہو گئے نماز پڑھائی اور بعد نماز دلیرانہ و مردانہ خطبہ کی قرأت شروع کر دی۔ جب خطبہ ثانیہ کی نوبت آئی تو صحابہ کرام کے نام نہایت شد و مد کے ساتھ مکرر پڑھے اور بڑی دھوم دھام سے خطبہ تمام کیا۔ نواب صاحب نے ایک ہزار روپیہ نقد اور خلعت و دستار نذر کی۔ مولوی صاحب نے وہ سب سامان نقد و جنس مجتہد صاحب کے سامنے رکھ دیا اور کہا کہ یہ سب آپ کا حق ہے۔ میں نے نواب صاحب کے حکم کے بموجب نماز پڑھادی لیکن میں غاصب نہیں ہوں۔ جو کسی کا حق لے لوں۔ ہر چند نواب صاحب نے اصرار کیا مگر مولوی صاحب نے نہ مانا اور خالی ہاتھ رخصت ہوئے۔ نواب صاحب نے اپنی پسین سوار کر دی اور وہ سوار ساتھ کر دیئے کہ باعزاز و اکرام پہنچا دو۔ جب مولوی صاحب چلے آئے تو نواب صاحب نے مصاحبین اور امراء کو چھیڑا کہ دیکھو سنی کیسے بہادر ہوتے ہیں ایک پیر مرد جریدہ کس کروفر

سے تمہارے دشمنوں کا نام برسر منبر اٹھا کر پڑھ گیا وہ تنہا اور تم ہزاروں کسی سے کچھ بھی نہ ہو سکا۔ دیکھو بہادر ایسے ہوتے ہیں اور سب سے بڑھ کر یہ شجاعت کی کہ جو کچھ ہم نے دیا اس کی مطلق طمع نہ کی سب نقد و جنس قبلہ و کعبہ کے سامنے پھینک کر چلا گیا۔ پھر تو مصاحب و حواشی شیخی بگھارنے لگے کہ پیر و مرشد یہ حضور کا پاس و لحاظ تھا ورنہ ہم یوں کرتے یوں کرتے۔ نواب صاحب نے فرمایا کہ بس رہنے بھی دو اگر تم مرد ہو مکتے اور کچھ کر گزرتے تو بھلا میں تمہارا کیا کر سکتا تھا۔ عرض سب شرمندہ ہو کر خاموش ہو گئے۔



تبر اڑھنے پر لڑائی ہو گئی

ایک روز ارشاد ہوا کہ قبلہ گا ہی صاحب کا رسالہ ماہ محرم میں لکھنؤ پہنچا اور پڑاؤ میں خیمہ زن ہوا۔ ہمارے چار سپاہی شہر کی زیارت کو گئے۔ حضرت عباس کی حاضری کا دن تھا۔ وہ سپاہی ایک امام بارگاہ میں جا پہنچے ہر قسم کا کھانا رکھا ہوا تھا اول تو مرثیہ ہوا بعد میں صحابہ اکرام کی شان میں کچھ بکنے لگے۔ چاروں یاروں نے گپتیاں نکالیں تمام شیعہ بھاگ گئے امام بارگاہ خالی ہو گیا وہ سپاہی سب کھانا اٹھا کے چل دیئے۔ اب مارے خوف کے کوئی شخص ان کے نزدیک نہیں آتا۔ زور زور سے پتھر مارتے ہیں جب یہ حملہ کرتے سب بھاگ جاتے۔ آخر کار لڑتے جھگڑتے چلے آتے تھے کہ رسالہ میں خبر پہنچی۔ چند سوار دوڑے سب کو مار کر بھگا دیا اور دس آدمی گرفتار کر کے لائے انگریز کو خبر ہوئی بہت خوش ہوا اور کہا کہ رسالہ دار صاحب یہ کھانا ہمارے سامنے تقسیم کر دو اور ہم کو بھی تبرک دو۔ ہمارے سپاہیوں نے خوب بہادری کی ہم بہت خوش ہوئے یہ قابل انعام ہیں۔ اتنے میں نواب صاحب کے چوہدار پہنچے اور رقعہ دیا کہ ہمارے مجرم تمہارے رسالہ میں ہیں بھیج دو۔ صاحب نے انہیں کے دس آدمی مقید حوالے کئے کہ یہ مجرم ہیں لے جاؤ۔ عرض کسی سے کچھ بھی نہ ہو سکا۔



کچھ خبر نہیں کہ میں کون ہوں

ایک روز ارشاد ہوا کہ ہم لکھنؤ کی ایک مسجد میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ اتفاقاً ایک امیر سیر کو جاتا تھا۔ دیکھا تو سامنے سے سلیمان صاحب انگریز آتا ہے اس خیال سے کہ انگریز کو سلام کرنا پڑے گا وہ امیر جھٹ پٹ مسجد میں چلا آیا جہاں ہم ٹھہرے ہوئے تھے۔ سلیمان صاحب اس بات کو تاڑ گیا وہ بھی پیچھے پیچھے مسجد میں آ پہنچا اور جھک کر اس امیر کو سلام کیا اور کہا کہ دیکھو سلام کرنے سے کیا میری توقیر گھٹ گئی یا آپ کا دین و اسلام کچھ بڑھ گیا۔ آپ نے کیوں منہ چھپایا کیا ہم خدا کے بندے نہیں ہیں وہ امیر بہت شرمندہ ہوا۔ اس کے بعد سلیمان صاحب ہماری طرف کو آیا تو ہم نے اٹھ کر سلام کیا اس نے پھر امیر سے کہا یہ مسافر سلام کرنے سے کیا کافر ہو گیا۔ پھر میری طرف متوجہ ہوا اور پوچھا کہ آپ کون ہیں۔ میں نے کہا کہ صاحب یہ تو مجھ کو بھی خبر نہیں کہ میں کون ہوں۔

کچھ نہیں کھلتا مجھے میں کون ہوں صورت حیرت ہوں یا شکل جنوں
پھر پوچھا آپ کی قوم کیا ہے۔ میں نے کہا کہ صاحب جو آدم کی قوم ہے۔ کہا
آدم کی کیا قوم ہے۔ میں نے کہا کہ مجھ کو نہیں معلوم یہ آدم سے پوچھئے۔ پھر کہا آپ کہاں
سے آئے میں نے کہا جہاں سے سب آئے وہ بہت حیران ہوا اور بولا کہ صاحب جو بات
ہم پوچھتے ہیں اس کا الٹا ہی جواب دیتے ہو۔ پھر تو ان کو الفت ہو گئی۔ کبھی کبھی ہمارے پاس
آنے لگے ایک روز بڑے تکلف سے دعوت کی۔ غرض فقیر کو چاہیے کہ ہر رنگ کا تماشا
دیکھے۔ اور کسی کو بُرا نہ جانے کیونکہ ذات باری ہر جگہ برابر ہے۔

خدا ہر شے کے اندریوں نہاں ہے کہ جوں توں گل کی گل کے درمیاں ہے



پانچ ماہ کا حمل برداشت نہ ہوسکا

ایک روز ارشاد ہوا کہ لکھنؤ میں ایک امیر زادہ شیعہ ہمارے پاس آیا کرتا تھا۔ اتفاق سے اس کی تاریخ نکاح قرار پائی۔ برات کے وقت خود آیا اور با اصرار تمام ایک ہاتھی پر سوار کر کے ہم کو بھی لے گیا اور حسب وعدہ ہم کو علیحدہ مکان میں اتارا کوئی آدمی رات گزری ہوگی کہ نوشہ کا باپ بزم عقد میں شریک ہونے کے لیے ہم کو لے گیا۔ صیغہ شروع ہونے کو تھا کہ ایک دایہ سر محفل آن کر کہنے لگی کہ اس نیک بخت پارسا لڑکی کو پانچ مہینے کا حمل بھی ہے مگر حرام کا نہیں بلکہ متاع شرعی کا ہے۔ یہ بات سن کر دو لہا چونکا اور بے باکانہ کہہ اٹھا کہ میں نکاح نہیں کرتا۔ ہر پند لوگوں نے سمجھایا ایک نہ مانی۔ اس کے باپ نے ہم سے کہا کہ صاحب یہ آپ کا معتقد بہت ہے کچھ آپ ہی اس کو سمجھائیے۔ ہمارا تو کہنا ماننا نہیں۔ ناچار ہم نے پاس جا کر کہا کہ صاحب زادہ وجہ انکار کیا ہے۔ بولا کہ حضرت یہ بچپن کی چاٹ لگی ہوئی آئندہ کب چھوٹے گی۔ ہم نے کہا کہ میاں جب تمہارے مذہب میں یہ امر جائز اور درست ہے تو برا کیوں سمجھتے ہو۔ کہا کہ صاحب ایسے مذہب کو بھی میرا سلام ہے۔ اس کے باپ نے کہا ہیں کیا تو سنی ہو گیا بولا کہ ہاں پہلے تو نہ تھا مگر اب بیشک ہو گیا۔ یہ کہہ کر اٹھ کھڑا ہوا محفل درہم برہم ہو گئی ہم بھی اپنے مکان کو چلے آئے۔ صبح کو وہ امیر زادہ آیا کہ حضرت مجھ کو مرید کر لیجئے۔ ہم نے کہا کہ بھائی ہم ہیں قادری اور تم کو ان سے عداوت ہے پھر بات کیوں کر بنے گی مع

اس کی رسوائی ہے ماس جس سے تجھے پیر ہے

جواب دیا کہ حضرت گزشتہ سے توبہ اور آئندہ کو ان کا غلام ہوں۔ جب اس نے بہت اصرار کیا تو مجبوراً ہم نے بیعت کر لیا۔ زمانہ غدر تک تو اس کے خط آتے رہے پھر کچھ حال نہ معلوم ہوا خدا جانے زندہ بھی ہے یا نہیں۔



تو میرا نواسہ کیوں ہوتا

ایک روز ارشاد ہوا کہ لکھنؤ سے ہم اپنے وطن کو روانہ ہوئے جب نیپھال گاؤں نور پور میں پہنچے تو مسجد میں جا اترے۔ عصر کے وقت ہمارے ماموں صاحب چری کا بار سر پر رکھے مسجد کے سامنے سے گزرے ایک شخص نے مسجد میں سے پکار کر کہا کہ ہمارے میر صاحب بڑے بھاگوان ہیں جب باہر سے تشریف لاتے ہیں تو بھرے پُرے آتے ہیں آپ ہنستے ہوئے چلے گئے۔ پھر نماز کے واسطے مسجد میں تشریف لائے میاں جی نے کہہ دیا کہ میر صاحب آج ایک مسافر بھی آ گیا ہے۔ بعد نماز مغرب ہم کو اپنے گھر لے جا کر بٹھایا اور خود کسی کام کے لیے باہر گئے گھر میں صرف نانی صاحبہ بخار کی شدت میں پڑی کراہتی تھیں۔ وقت فرصت کو غنیمت سمجھ کر ہم ان کے پاؤں دبانے لگے فرمایا کون۔ عرض کیا کہ مسافر ہوں۔ اور سید آپ کا نواسا۔ خفا ہو کر بولیں کہ تو میرا نواسا کیوں ہوتا خدا جانے کون ہے کون نہیں میرے پاؤں کو ہاتھ مت لگا۔ اتنے میں ماموں صاحب آگے پوچھا کیا ہے۔ نانی صاحبہ نے فرمایا کہ یہ نامحرم مسافر کہتا ہے کہ میں تمہارا نواسا ہوں اور پاؤں دبانے کو آ بیٹھا۔ ماموں نے کہا کہ خیر نواسا نہیں نواسوں کے برابر تو ضرور ہے اگر پاؤں دباتا ہے تو کیا مضائقہ ہے۔ لیکن انہوں نے نہ مانا۔ کھانا کھا کر ہم مسجد میں آئے صبح سویرے اٹھ کر گھر کو روانہ ہوئے۔



۲۲ برس کے بعد والدہ کی زیارت

ایک روز ارشاد ہوا کہ جب بیھال کے گاؤں سے چل کر وطن میں پہنچے تو محلہ کی مسجد میں جاٹھہرے۔ مسجد کے ملانے ہمارے گھر خبر کی کہ آج ایک مسافر نو وارد مسجد میں آ گیا ہے۔ شام کے وقت ہمارا چھوٹا بھائی حیدر حسن جس کی عمر بارہ برس کی تھی ہمارے لیے کانالایا۔ ہم نے اس کا اور باپ دادا کا نام اور قوم پوچھی سب باتوں کا جواب ٹھیک دیا۔ برتن واپس لے کر گھر گیا اور والدہ صاحبہ سے ساری باتیں بیان کیں وہ سن کر چپ ہو رہیں۔ ایک روز ہم نے حجام کو بلایا اور حجامت بنوائی۔ ہمارے سر میں ایک نشان تھا۔ بشکل چلیپا۔ وہ دیکھ کر بولا کہ حضرت اگر قصور معاف ہو تو کچھ عرض کروں۔ ہم نے کہا کہ اچھا کہو۔ بولا کہ یہ نشان جو آپ کے سر پر ہے میرے ہاتھ کا ہے اب یہ نہیں معلوم کہ آپ وہی ہیں یا کوئی اور ہم نے حال پوچھا تو اس نے ہمارا قبیہ ہو ہو سنایا کہ سید احمد علی کا ایک لڑکا تھا غوشن نام اس کے سر میں میں نے ایسا شگاف دیا تھا۔ مدت ہوئی کہ وہ گم ہو گیا آج تک پتہ نہیں۔ ہم نے اس کو لطائف الخیل سے ٹال دیا۔ بھائی حیدر حسن ہمارے واسطے روز کھانا لاتا اور ہم اس سے کچھ نہ کچھ ہنسی کی بات کہہ دیتے ایک دن ہم نے کہا کہ آؤ بھائی ہمارے ساتھ کھا لو۔ اس نے بڑا مانا والدہ سے جا کہا کہ یہ مسافر مجھ کو روز چھیڑتا ہے اور دیکھتا رہتا ہے آج سے روٹی دینے نہیں جاؤں گا۔ اتفاق سے اس دن ملا کی کہیں دعوت تھی مغرب کی اذان ہم کو دینی پڑی۔ والدہ صاحبہ نے آواز پہچان لی شام کو حیدر حسن کھانا لایا تو یہ پیام دیا کہ کل صبح کو آپ کی دعوت ہے مکان پر چل کے کھانا۔ ہم نے دل میں کہا خدا خیر کرے کہیں بڑی بی نے

پہچان تو نہیں لیا۔ صبح کو ہم بلائے گئے پردہ ہوا صحن میں بیٹھے۔ والدہ صاحبہ نے پہلے تو پس پردہ ہم کو خوب دیکھا بھالا۔ پھر باہر نکل کر ہمارے دونوں ہاتھ پکڑ لیے اور فرمایا ماروں تھپڑ۔ ہم نے کہا کہ ہیں ہیں!! مائی صاحبہ میرا کیا گناہ ہے۔ گھر میں بلا کر غریب و مسافر کو مارتی ہو۔ فرمایا خوب ابھی انکار ہی کئے جاتا ہے ہم نے تجھ کو کھلایا پلایا پالا پرورش کیا ہماری گود میں ہوش سنبھالا چھوٹے سے بڑا ہوا ہم تجھ کو نہ پہچانیں گے۔ اب چوبیس برس بعد آیا تو چوروں کی طرح مسافر بن کر مسجد میں ٹھہرا۔ اس وقت ہم سے کیا بھول ہوئی کہ بے ساختہ زبان سے نکل گیا کہ میں غوث بن نہیں ہوں۔ یہ بات منہ سے نکلی تھی کہ انہوں نے ہنس کر فرمایا کہ ہاں تو غوث بن نہیں تو اس کا نام کیسے معلوم ہوا۔ اس کے بعد ہم نے قدم بوسی کی۔ انہوں نے ہم کو چھاتی سے لگایا اور زار زار رونے لگیں اتنے میں دوسری والدہ صاحبہ بھی خفا ہوتی آئیں کہ ارے بے مروت بے وفا تو ہم سب کو بھول گیا چوبیس برس میں ایک دفعہ بھی اپنی خبر نہ بھیجی۔ بڑی والدہ نے فرمایا کہ کیا اس نے کہیں شادی کر لی تھی یا کہیں کا بادشاہ بن گیا تھا جو بھول گیا۔ بے چارہ قسمت کا مارا نصیبوں کی گردش سے در بدر پھرتا رہا یہی غنیمت سمجھو کہ آنکلا اور ہم کو اپنی صورت دکھادی اگر نہ آتا تو ہم کیا کر لیتے۔ المختصر ہم نے منت سماجت کر کے سب کو راضی کر لیا اور چوبیس روپے جو ہمارے پاس تھے سب کے سامنے رکھ دیئے۔ حیدر حسن سے ہم نے کہا کہ لو اب تو ہم تمہارے بھائی ہیں آؤ مل لو۔ وہ رونے لگا۔ ہم نے پیار کیا اس کا عجیب حال تھا جہاں ہم کو دیکھتا رو دیتا۔ ہم نے بہت پوچھا کہا میں نہیں جانتا کیا بات ہے آپ کو دیکھ کر بے اختیار میرا جی بھر آتا ہے۔ ہمارے آنے کی خبر سن کر نانی صاحبہ بھی تشریف لائیں۔ میں نے کہا اس وقت اپنے پاؤں دبوائے نہیں تھے اب میں بھی آپ سے نہیں ملتا۔ فرمایا کہ تو بڑا دعا باز اور فریبی ہے کیوں نہیں کہا تھا کہ میں غوث بن ہوں۔ پھر میں نے قدم بوسی کی۔ انہوں نے بہت پیار کیا۔ چند روز کے بعد ایک دن والدہ صاحبہ فرمانے لگیں

کہ بھائی غوثن کیا بیت اللہ شریف میں تم کو خرچ کی تکلیف ہوئی تھی اور کسی ترک نے تم کو پانچ ریال دے کر کہا تھا کہ خاطر جمع رکھو آئندہ کبھی تکلیف نہ ہوگی۔ میں نے اقرار کیا تو فرمایا کہ وہ تیرا بھائی انوار الحسن تھا اس نے جس وقت تم کو پانچ ریال دیئے تھے اسی وقت آ کر مجھ سے یہ حال کہا تھا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ تو غوثن سے ملا کیوں نہیں۔ اس نے کہا کہ اگر ملتا تو وہ میرا پیچھا نہ چھوڑتا محبت جوش کرتی طرفین کے لیے خرابی پڑتی۔ چند روز کے بعد سب گھر والے ہمارے سر ہوئے کہ تمہاری منسوبہ اب تک بیٹھی ہوئی ہے اور کسی سے نکاح نہیں کرتی بہتر ہے کہ اب تم شادی کر لو۔ یہ مضمون سن کر ہم بہت گھبرائے آخر بڑی مشکل سے اس نیک بخت کی شادی بھائی سید الحسن کے ساتھ کرادی۔ کیوں کہ ان کی بیوی کا انتقال ہو گیا تھا۔ پھر ایک دن والدہ صاحبہ نے کہا کہ تیرے حصہ کی جائیداد موجود ہے مناسب ہے کہ سید الحسن اپنے حقیقی بھائی کے نام لکھ دے میں نے عرض کیا کہ ان سے کیا خصوصیت ہے مجھ کو تو سب بھائی برابر ہیں چنانچہ سب کو برابر تقسیم کر دی۔



عاشق ہونا ہندو خاتون پر

ایک روز راقم نے عرض کیا کہ حضرت کبھی آپ کو عشق بھی ہوا ہے۔ ارشاد ہوا کہ جب ہم گھر سے چل کر بنارس میں پہنچے تو وہاں ہمارے بھائی فیض الحسن تھانیدار تھے۔ ان سے مل کر بہت خوش ہوتی۔ بھائی نے ہر چند اصرار کیا کہ مکان پر ٹھہرو مگر ہم کو سوائے مسجد کے آرام کہاں تھا۔ گنگا کے کنارے ایک مسجد تھی اس میں قیام کیا۔ ایک طرف گھاٹ دوسری

جانب شارع عام۔ بھائی صاحب بھی روزمرہ وہاں تشریف لاتے۔ کھانا بھی وہی بھیجتے تھے۔ ایک دن بعد نماز عصر دیوار مسجد پر بیٹھے ہم سیر دیکھتے تھے کہ یکا یک ایک نازنین مہ جبین غارت گردنیا و دین چودہ برہمن کشمیری ہم جوگیوں کے گروہ میں آفتاب عالمتاب کی طرح نظر کو خیرہ کرتی ہوئی دکھلائی دی۔

ہم نے مسجد کے ملا سے کہہ دیا کہ ہمارے بھائی آئیں یا کھانا بھجوائیں تو تم کہہ دینا کہ وہ چلتے میں بیٹھے ہیں اور سب سامان مجھ کو دے دیا ہے جسے وقت ضرورت ہوگی میں کھانا تیار کر کے کھاؤں گا۔ اب کچھ ضرورت و بال سے کھانا بھیجنے کی نہیں ہے۔ ملا کو یہ بات سمجھا کر ہم نے حجرہ کا دروازہ بند کیا اور اس پری رو کا تصور باندھا۔ اس عرصہ میں نماز روزہ کھانا پینا سب بالائے طاق رکھ دیا۔ آٹھویں دن وہ تصویر مجسم بن کر سامنے آ کھڑی ہوئی۔ اسی دن وہ دلربا اپنے شوہر کے ساتھ تھالی میں شیرینی رکھے مسجد کے اندر آ موجود ہوئی۔ دس روز سے ہم تسخیر محبوب کا عمل پڑھ رہے تھے۔ اس نے حجرہ کی زنجیر کھڑکائی ادھر دل نے گواہی دی کہ لو مطلوب آ پہنچا۔ ہم نے کنڈی کھول دی وہ دونوں اندر آئے دیکھا تو اس کا شوہر بھی حسن و جمال میں بے مثال تھا ہم نے پوچھا تو دونوں کس لیے آئے ہو کہا ہم کو اولاد کی تمنا ہے۔ خیر ہم سمجھ گئے کہ یہ سب فساد عمل تسخیر محبوب کا ہے ورنہ ابھی تو ان کے دن خود سیر تماشے کے ہیں کسی اولاد اور کس کی تمنا اس عودت نے ہماری طرف نکلنے کی باندھ دی اس کے شوہر سے ہم نے کہا ذرا تم باہر جا کر زنجیر لگا لو ہم کو اس سے ایک پردے کی بات پوچھنی ہے۔ وہ غریب دروازہ بند کر کے باہر ہو گیا۔ اس زمانے میں ہماری عمر پینتالیس سال کی تھی ہم نے دل سے کہا کہ بولو حضرت اب کیا ارادہ ہے اگر اس کو محبوب بناتے ہو تو میاں بیوی دونوں راضی ہیں مگر اب وہ عمر جوانی کہاں اور اگر نہیں بنانا چاہتے ہو تو اپنی ماں بہن کو کیوں چھوڑا

جس کے لیے آٹھ دن سے یہ بیتابی اور بے قراری تھی۔ وہ موجود ہے تسخیر عمل محبوب کامیاب رہا۔ دل نے جواب دیا یہ بھی ایک کھیل کھیلنا تھا سو کھیل چکے بس اب کوئی خواہش باقی نہیں۔ اس کے بعد ہم نے اس سے دو ایک باتیں پوچھ کر اس کے خاوند کو بلا لیا اور تعویذ لکھ کر اس کے حوالے کیا اور کہا کہ جاؤ خدا حافظ۔ ان کے جانے کے بعد خیال آیا کہ حضرت عشق ضرور کچھ نہ کچھ رنگ لائیں گے اور اس کو بھی ستائے گا یہاں سے چل دینا ہی بہتر ہے۔ یہ سوچ کر ہم آدھی رات کو چل دئے اور وہاں سے بیس کوس پر جا کر دم لیا۔ دوسرے دن وہ نیک بخت بھی شوہر کو ہمراہ لیکر گاڑی میں بیٹھ کر عصر کے وقت اسی مقام پر آن پہنچی۔ بال پریشان بہت اُداس چہرہ پڑا مردہ دل افسردہ پاس آن کر لگی زار زار دہنے اور بار بار کہنا شروع کیا کہ آپ بنا رس تشریف لے چلیں۔ جب دونوں نے بہت اصرار کیا تو کہنا پڑا کہ ہم یہاں ایک کام کے لیے آتے ہیں وہ ہو جائے گا تو دو چار دن میں خود بخود چلے آئیں گے۔ غرض تسلی و شفای دے کر ان کو ادھر روانہ کیا اور ہم نے گاڑی لے کر لکھنؤ کی راہ لی، معلوم نہیں کہ اس پر کیا گذری۔ اثنائے راہ میں شاہ کڑا کا مزار آیا۔ اس کی زیارت کو گئے۔ چونکہ پنجشنبہ کا دن تھا اس وقت ایک طوائف مجرا کرتی اور یہ غزل گاتی تھی۔

مارا بغمزہ گشت و تضارا بہانہ ساخت خود سوئے ماندید و حیارا بہانہ ساخت
ناگہاں ایک فقیر لنگوٹی بند لاشی ہاتھ میں لیے محفل میں آ کووا اور یہ شعر پڑھ کر
ناچنے لگا۔

آنکس کہ خاک مارا گل کرو خانہ ساخت خود در میاں در آمد مارا بہانہ ساخت
اس وقت اہل محل پر ایک عجیب حالت طاری ہو گئی۔ کسی کو کسی کی خبر نہ رہی۔ دو چار چکر مار کر وہ چل دیا معلوم نہ ہوا کہ کہاں سے آیا کدھر گیا کوئی اس کو پہچانتا بھی نہ تھا۔

وہاں سے چل کر ہم لکھنؤ پہنچے اور چندے قیام کر کے سنبھل کا ارادہ کیا۔ جہاں ہمارے پیر مرشد مولانا حبیب اللہ شاہ صاحب نقشبندیہ کا مزار ہے۔



قسمت کی بد نصیبی کو حضرت سلیمان کیا کریں

ایک روز ارشاد ہوا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام ایک شہر میں پہنچے دیکھا کہ ایک بوڑھا ضعیف لکڑیوں کا گٹھاسر پر رکھے چلا آتا ہے اس کے حال زار پر رحم آیا نام دریافت فرمایا۔ کہ کہ سلیمان حضرت کو خیال آیا کہ سبحان اللہ ایک میں سلیمان ہوں کہ تمام ملک زیر نگیں ہے اور یہ ایک سلیمان ہے کہ پیری میں ایسی سخت مصیبت جھیلتا ہے فوراً اپنے تاج میں سے ایک لعل اس کو حالہ کیا اور کہا کہ لے تجھے بلکہ تیری اولاد کو بھی کفایت کرے گا مناسب ہے کہ آئندہ اس محنت کو چھوڑ دے اور آدمی سے بسر کر بڑھے نے لکڑیوں کا بار سر سے پھینک دیا اور لعل کو لے کر شاد و خرم گھر کو چلا بار بار لعل کو دیکھتا اور حیران ہوتا کہ اللہ تعالیٰ نے کیا قدر و قیمت اس سنگریزہ کو عطا کی ہے یکا یک ایک چیل نے اس کو گوشت سمجھ کر چھپنا مارا اور صاف لے اڑی بڑھا ہاتھ ملتا رہ گیا اب یہ فکر پڑی کہ آج زن و مرید کو کیا کھلاؤں گا چلو پھر اپنے گٹھے کو سٹگو اڈا اور بیچ کھوج کے پیٹ پالو وہاں جا کر دیکھا تو گٹھا بھی کوئی اٹھالے گیا تھا ناچار شرم کے مارے رات جنگل ہی میں کائی صبح دم بھر لکڑیاں چننے لگا اتنے میں حضرت سلیمان کی سواری آئی سوچا کہ یہ حریص بوڑھا اب بھی اپنی معمولی مشقت میں مصروف ہے دریافت کیا تو اس نے قصہ سنایا حضرت کو پھر رحم آیا اور دوسرا لعل عنایت کیا آج بڑھے نے نہایت احتیاط سے مٹی میں بند کر گھر کی راہ لی رستہ میں ایک ندی تھی جب منجد حار میں پہنچا تو پاؤں اُکڑ گئے دو چار ایسی ڈبکیاں کھائیں کہ ڈوبتے ڈوبتے بچا اور لعل ہاتھ سے نکل گیا پھر حسرت و افسوس کے ساتھ واپس گیا اور لکڑیاں چننے لگا۔ حضرت سلیمان

کے لشکر کا کوچ ہوا تو پھر دیکھا کہ وہی بد قسمت بوڑھا لکڑیوں کا پشتارہ باندھے چلا جاتا ہے۔ پھر طلب فرمایا اور حال پوچھا اس نے کیفیت واقع عرض کی اور کہا کہ آج تیسرا دن ہے خدا جانے زن و فرزند پر کیا گذری ہوگی۔ حضرت کو بہت ہی رحم آیا اور تیسرا لعل جو نہایت ہی گراں بہا تھا اس لودیا اب کی دفعہ خوب کس کے پکڑ میں باندھا تھوڑی دُور چلا تھا کہ ایک سوار نمودار ہوا اس نے تاڑ لیا کہ اس بڈھے کی پکڑی میں لعل چمکتا ہے گھوڑا دوڑا کر قریب آیا اور پکڑی اچک یہ جاوہ جا۔ جھٹ نظروں سے غائب ہو گیا بڈھا روٹا پیٹتا حضرت سلیمان کے پاس حاضر ہوا اور کہا کہ اے پیغمبر خدا آپ نے خوب میری راہ کھوٹی کی خدا نے جو کچھ میرے نصیب میں لکھا تھا میں اس پر راضی تھا آپ نے چاہا کہ مجھ کو نقر سے نجات ہو سو یہ بات خدا کو منظور نہ تھی آپ کے چاہنے سے میں امیر تو نہ بنا البتہ اس کے عوض میں مجھ کو اور میرے بال بچوں کو تین دن فاقہ کشی کرنی پڑی۔ حضرت نے فرمایا کہ سلیمان کیا کرے جب خدا ہی نہ چاہے غرض بڈھا بدستور لکڑیاں لاتا اور کنبے کو پالتا قضا را حضرت سلیمان کی انگشتری گم ہو گئی ماہی گیر کے گھر جا کر رہے جب دوبارہ تخت سلطنت ملا اور لشکر کا گذر اس لکڑہارے کی بستی میں ہوا تو آدمی بھیج کر اس کو طلب فرمایا اس نے جواب دیا کہ اب تو بغیر سواری کے ایک قدم بھی نہیں چل سکتا حضرت کو تو تعجب ہوا سواری بھیج کر بلوایا اور حال دریافت کیا اس نے عرض کیا کہ جب آپ کے رہتے ہوئے لعل گم ہو گئے اور میری آس ٹوٹ گئی تو میں نے بے اختیار خداوند کریم کی جناب میں گریہ و زاری شروع کی کہ خدایا تیرے نبی نے بہت کوشش کی مگر تو نے نہ چاہا تو کچھ بھی فائدہ نہ ہوا اب سوائے تیرے کسی کا آسرا نہیں تو ہی اپنے خزانہ غیب سے وہ کھوئے ہوئے لعل عنایت کرا تا تھا ایک دن حسب عادت لکڑیاں توڑنے کو درخت پر چڑھا وہاں چیل کا گھونسلہ تھا دیکھا تو وہی تینوں لعل رکھے ہیں ان کو پا کر اب میں امیر کبیر بن گیا۔ جب تک سلیمان علیہ السلام پر بھروسہ تھا تو محروم رہا جب خدا کی طرف خلوص دل سے متوجہ ہوا تو مال مال ہو گیا۔



فقیر نے بددعا کی تینوں مرگے

ایک روز ارشاد ہوا کہ کلکتہ کے نواح میں ایک بزرگ تھے دس بیگہ زمین انکی وجہ معاش تھی جب کہ بندوبست اراضی شروع ہوا تو حاکم نے اس زمین کی ضبطی کا حکم نافذ کیا فقیر صاحب نے بہت واویلا کی مگر کسی نے نہ سنی تب حاکم کے لیے بددعا کی وہ مر گیا۔ دوسرا حاکم آیا تو اس کے سامنے اپنا رونا رویا اس نے بھی کچھ نہ سنا جو حکم ہو چکا تھا وہی بحال رہا اس کے واسطے بھی تیر دعا لگایا وہ بھی مر گیا تیسرا حاکم آیا وہ بھی اسی طرح بددعا کے فقیر کا شکار ہوا جب چوتھے حاکم کو کرسی حکومت ملی تو اس نے فہم و فراست سے معلوم کیا کہ جو حاکم آتا ہے وہ مر جاتا ہے کچھ اس کا سبب ہے پوچھا تو کسی نے تمام حال فقیر کا سنا دیا نئے حاکم نے فقیر کو بلایا اور کہا کہ سنو صاحب جو کچھ ہونا تھا وہ تو ہو چکا میں اس حکم ضبطی کو منسوخ نہیں کر سکتا لیکن تم صبر کرو میں پکا وعدہ کرتا ہوں کہ اتنے عرصہ میں تمہارے لیے معافی زمین کی سند منگا دوں گا اس وعدہ سے فقیر کی تسلی ہو گئی حاکم نے حسب وعدہ منجانب سرکار سند بنام فقیر منگالی اور جا کر اس کے حوالہ کی کہ لیجئے اپنی زمین کی سند لیکن مجھ کو اس بات کا جواب دیجئے کہ یہ تین خون جو دس بیگہ زمین کے واسطے آپ نے کئے یہ کس کے سر ہوں گے گو عدالت ظاہری اس کا مواخذہ نہ کرے لیکن خدائے غیب دان کے سامنے تو اس کی باز پرس ضرور ہوگی اور آپ تو فقیر خدا پرست ہیں خدا پر توکل نہ ہو سکا کیا اسی دس بیگہ زمین کو اپنا رزاق سمجھتے ہو جس کے واسطے مخلوق خدا میں سے تین آدمیوں کو غارت کر دیا اس وقت فقیر کی آنکھیں کھلیں رونے لگا اور بولا کہ صاحب ہم سے بڑی خطا ہوئی کہ ہم نے خدا کو بھول کر اس زمین پر نظر رکھی اور درحقیقت تم تو ہمارے مرشد و رہنما ہی نکلے کہ ہم کو خواب غفلت سے بیدار کر دیا۔



بنانا یا گھر بگڑ گیا

ایک روز ارشاد ہوا کہ دنیا بھی شیخ چلی کا گھر ہے جب بوجھ سر سے پھینک دیا پھر کچھ بھی نہیں شیخ چلی سے ایک شخص نے کہا کہ یہ تیل کا مٹکا میرے گھر پہنچا دے تو میں تجھ کو ایک ٹکے دوں گا اس نے کہا کہ بہت اچھا مٹکا سر پر رکھا اور چلا راستہ میں خیال آیا کہ اس ٹکے کی مرغی لوں گا وہ انڈے بچے دے گی ان کو بیچ کر ایک عمدہ نسل کی بکری خریدوں گا۔ جو ایک بار میں دو دو تین بچے دے گی چند روز میں بکریوں کا ایک ریوڑ میرے پاس ہو جاوے گا اس وقت بکریاں بیچ کر ایک گائے نہایت اچھی خریدوں گا جو بہت سارا دودھ دے گی اور ہر سال بیاوے گی کچھ عرصہ میں گائے بکریوں کے میرے گھر میں افراط ہو جاوے گی اور میں ایک امیر اور خوش حال آدمی بن جاؤں گا اس وقت شادی کروں گا پھر میرے بیٹا ہوگا پھر وہ چلنے پھرنے بات چیت کرنے لگے گا جب میں باہر سے آیا کروں گا تو وہ پکارے گا ابا جان ابا جان ہمارے لیے کیا لائے اس وقت میں خفا ہو کر کہوں گا (دُ) یہ کہنا تھا کہ تیل کا مٹکا سر پر سے گر کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ اب شیخ چلی ہیں کہ رو رہے ہیں مٹکے مالک نے کہا ارے یہ کیا کیا میرا تیل کا مٹکا کیوں پھوڑ دیا۔ خفا ہو کر بولا واہ صاحب تم کو اپنے مٹکے کی فکر ہے میرا تو سارا بنانا یا گھر بگڑ گیا۔

اے مصحفی میں روؤں کیا پھلی صحبتوں کو بن بن کے کھیل ایسے لاکھوں بگڑ گئے ہیں اگر ہم اس مثل میں غور کرو تو عرفان بھی ختم ہے وہ نکاح چلی کا نام خدا ہے جو تعلیم شیخ سے حاصل ہونی ہے اس کی بدولت تمام انڈے بچے گائے بکری پیدا ہوتے ہیں یعنی سالک راہ کو منازل و مقامات اور کس و کرامات ذکر و فکر ذوق و شوق سوز گداز علم و انکشاف کیفیت و حالت یہ سب امور پیش آتی ہیں انجام کار جہاں مٹکا پھوٹا یہ سب بکھیرا تمام ہوا۔ انت پھوٹ سب مائی ہوئی لینا ایک نہ دینا دوئی!

اللہ تعالیٰ کی محبت مال سے ہزار درجہ زیادہ ہے

ایک روز ارشاد ہوا کہ مجھ کو والدہ ماجدہ نے خفا ہو کر فرمایا کہ جا یہاں سے کالا منہ کر میں نے کہا کہ بہت اچھا اس زمانہ میں میری دس برس کی عمر تھی چپکے سے چل دیا وطن سے ۲۰ بیس کوس چل کر ایک مولوی صاحب کے پاس جو کہ ہمارے خاندان سے واقف تھے ٹھہر گیا یہاں تمام بستی میں تلاش ہوئی پتہ نہ لگا مہینہ بھر کے بعد گھر والوں کو خبر ملی کہ فلاں مقام پر قیام پذیر ہے چچا صاحب تشریف لائے میں نے کہا کہ صاحب میں تو گھر نہیں جاتا۔ یہیں پڑھوں۔ مولوی صاحب نے بھی کہا کہ کیا مضائقہ ہے یہ بھی گھر ہے وہ بھی گھر یہاں پڑھنے دیجئے غرض چچا صاحب واپس چلے گئے چند روز کے بعد والدہ صاحبہ نے ایک میراثی بھیجا اور پیغام دیا کہ اگر اپنی خیر چاہتے ہو تو بچہ چپکے سے چلے آؤ ورنہ میں خود ان کے تمام رستے جو تیاں مارتے لاؤں گی جب یہ پیغام وعید پہنچا تو چارونا چاراس کے ہمراہ ہو لیے جب گھر پہنچے تو خوف کے مارے رو برو نہیں جاتے آخر قہر درویش برجان درویش جی سخت کر کے گئے اور جھٹ والدہ صاحبہ کے قدموں میں جا گرے اب غصہ تو بھول گئیں چھاتی سے لگا کر رونے لگیں اور بہت پیار کیا غرض یہ ہے کہ جب محبت مادری کی یہ نوبت ہو تو کیا خداوند حقیقی کو اتنی محبت بھی نہ ہوگی؟ نہیں بلکہ کروڑوں درجہ والدین کی محبت سے زیادہ ہے کھلانا پلانا سلانا جگانا اٹھانا بیٹھانا ہر طرح کی پرورش ہر قسم کی خبر گیری رنگارنگ کی ناز برداری یہ ہر وقت کون کرتا ہے۔

اے ترا باہر دے رازے دگر ہر گدارا بردرت نازے دگر
 زباب عشق تارے بیش نیست ہست ہر جانمہ و سازے دگر
 جس وقت حضرت نوح علیہ السلام نے کفار کے حق میں بددعا کی کہ لَا تَذَرُ عَلَيَّ
 الْأَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دِيَّارًا ۝ اے پروردگار میرے مت چھوڑ زمین پر کافروں میں

سے بسنے والا۔ تو اللہ تعالیٰ جل شانہ نے فرمایا کہ اچھا کشتی بنالے اور جو بیٹھے اس کو بٹھالے حضرت نوح کا بیٹا کشتی میں سوار نہ ہوا اور ڈوب گیا تو حضرت نے عرض کی الہی مجھ سے تو یہ وعدہ کیا تھا کہ تیری اہل کو نہیں ڈبوؤں گا۔

وعدہ کر دی مررا تو بارہا کہ بیا بد اہلت از طوفان رہا۔
دل نہادم بر امیدت اے سلیم پس چرا بر بود سیل از من کلیم
حکم ہوا کہ اے نوح ہم نے تمہاری خاطر سے اپنی تمام مخلوق کو ڈبو دیا ہماری بندگی سے تو خارج نہ تھے گو بت پرستی کرتے تھے ہمارا کیا حرج تھا البتہ تمہارا کہنا نہیں مانتے تھے سو ہم نے تمہاری دعا قبول کی اور سب کو غرق کر دیا تم کو ذرا بھی خیال نہ ہوا اپنی ایک بیٹے کے واسطے ایسا جی کڑا کیا ہم اپنی مخلوق کی جن کو پالا پرورش کیا اتنی بھی محبت نہ تھی ہمارا وعدہ تھا ٹھیک ہے کیوں کہ وہ تمہارے اہل میں سے کب تھا۔



دیکھ تو جانہار تجھ کو محمود لے جاوے گا

ایک روز ارشاد ہوا کہ سلطان محمود غزنوی غزائے ہندوستان میں ایک ہندو بچہ کو گرفتار کر کے لے گیا اس کو نہایت شفقت و محبت سے رکھا اور یہاں تک کہ التفات اس کے حال پر کیا کہ ایک حصہ لشکر سلطانی کا اس کے جلو میں مقرر ہوا اور وہ کسی مقام کا حاکم بنایا گیا اس وقت وہ نہایت غم گین ہو کر رو پڑا سلطان نے دریافت کیا کہ یہ موقع تہنیت و انبساط کا تھا نہ گریہ و زاری کا کیا سبب ہے کہ تو روتا ہے وہ بولا جب میں بچہ تھا اور گھر میں شوخی کیا کرتا تھا تو میرے ماں باپ مجھ کو ڈرایا کرتے تھے کہ دیکھ تو جانہار تجھ کو محمود لے جاوے گا میں یہ نام سن کر سہم جاتا اور اپنے دل میں سوچتا کہ خدا جانے محمود کیا آفت اور کیسی بُری بلا ہے جس

سے مجھ کو ڈراتے ہیں لیکن اب مجھ کو محمود سے کام پڑا تو منکشف ہوا کہ محمود تو ماں سے زیادہ شفیق اور باپ سے زیادہ مہربان ہے کاش اس وقت میری ماں ہوتی جو مجھ کو ڈرایا کرتی تھی اور اس لطف کو دیکھتی کہ محمود نے کیا کیا عنایتیں میرے حال پر کی ہیں وہ حالت جو میری ماں کے نزدیک اسفل السافلین سے بدتر تھی اس وقت میرے واسطے اعلیٰ علیین سے بہتر ہے الغرض بھلائی برائی کسی شے کی اپنی حالت کی مناسبت پر موقوف ہے پس حقیقت میں اپنی حالت ہی بری یا بھلی ہے چنانچہ نقل ہے کہ ایک بزرگ نے اپنے مرید کو حکم دیا کہ چلم بھر اس نے کہا کہ آگ نہیں اس نے کہا کہ جاؤ دوزخ میں سے لے آؤ وہاں پہنچا تو دیکھا کہ ایک چٹیل میدان ہے آگ کا پتا بھی نہیں مالک دوزخ سے پوچھا اس نے جواب دیا کہ میاں یہاں تو کچھ بھی نہیں جو کوئی آتا ہے اپنا دوزخ اپنے ساتھ لاتا ہے یعنی وہی اس کی حالت اور اس کے خیالات آتش دوزخ ہیں لیکن ہر ایک کی حالت چوں کہ اس کے ساتھ مناسبت رکھتی ہے اس کے لیے موجب راحت ہے اور دوسری کی حالت کے اعتبار سے باعث کلفت ہے سرد خطہ کے رہنے والے گرم ملک کو دوزخ جانتے ہیں اور گرم ملک والے سرد خطوں کو بلائے جان سمجھتے ہیں لیکن جو شخص گرمی و سردی کے بکھیڑے سے پاک ہو اس کے لیے سب مقام برابر ہیں اسی لیے توحید و یک رنگی کے عالم میں نہ عذاب ہے نہ ثواب ہو کہ خدا جبار و قہار بھی ہے اور غفور الرحیم بھی ہے پس ان دونوں میں جس طرف تمہارا خیال و وہم پختہ ہوگا وہی پیش آوے گا انا عند ظن عبدی بی۔ چنانچہ دو بھائی تھے برہمن ان کے گھر میں ایک بت تھا۔ ایک بھائی جو کہ متقی اور عابد تھا وہ ہمیشہ اس کی پوجا کرتا دوسرا رند تھا وہ ہر صبح کو اس بت کے سر پر پانچ جوتیاں لگاتا۔ ایک روز متقی برہمن نے سپنا دیکھا کہ ٹھا کر جی کہتے ہیں کہ یا تو اپنے بھائی کو اس فعل سے روک ورنہ ہم تیری گردن توڑیں گے اس نے کہا کہ مہاراج میں تو آپ کی پوجا کرتا ہوں میری گردن کیوں توڑتے ہو اسی کی گردن نہ توڑو جو

بے ادبی کرتا ہے کہا کہ وہ تو ہم کو مانتا ہی نہیں اُس کی گردن نہیں توڑ سکتے لیکن تو مانتا ہے اس لیے تیری خبر ضرور لیں گے حاصل یہ ہے کہ جس صفت کو کوئی شخص موجب نفع و نقصان خیال کرتا ہے وہ اس پر موثر ہوتی ہے۔



چاروں نے ملکر ایک عورت بنائی بادشاہ نے

ہڑپ کرلی

ایک روز ارشاد ہوا کہ چار مسافر سفر کو چلے ایک نجار ایک درزی ایک سنار ایک فقیر چلتے چلتے جب رات ہو گئی تو جنگل میں قیام کیا باہم صلاح کی کہ ہر ایک آدمی ایک ایک پہرہ رات کو پہرہ دے تاکہ کوئی صحرائی جانور چوٹ نہ کرے اور خیریت سے رات کٹ جائے پہلا پہرہ نجار کا تھا تینوں یار سو گئے اور وہ جاگتا رہا سوچا کہ خالی سے بیگار کوئی شغل کرنا چاہیے اپنے اوزار نکال کر ایک درخت کا ٹاٹا اور اس کی لکڑی سے ایک نہایت نازنین شکل عورت کی گھڑی دوسرا پہرہ درزی کا تھا اس نے پہلے یار کی کارگزاری دیکھ کر اپنی صناعتی شروع کی اور ایک عمدہ پوشاک تیار کر کے اس تصویر نازنین کو پہنا دی اور تیسرے پہرہ پر سنار کو جگایا اس نے دیکھا کہ پہلے دو یاروں نے تو خوب کارستانی کی ہے مجھ کو بھی کچھ کرنا چاہیے سونے چاندی کے تاروں کا بہت خوش نما زیور بنایا اور اس دل پذیر تصویر کو آراستہ کر دیا۔ چوتھے پہرہ پر فقیر اٹھا اور دیکھا کہ سابقین حریفوں نے تو عجب فتنہ برپا کیا ہے اب ہم کیا کریں کوئی ہنر کوئی صنعت کرتے تو ہم کو آتا نہیں کچھ تو کیا چاہیے وضو کر کے قاضی الحاجات کی جناب

میں التجا شروع کی کہ الہی ان تینوں یاروں نے تو اپنی اپنی ہنرمندی ظاہری کی مجھ بے ہنر کو رفیقوں کی نظر میں حقیر نہ کر اور اس جسم بیجان میں اپنی قدرت کاملہ سے روح پھونک دے اس کی دعا مستجاب ہوئی صبح کو اٹھ کر سب یاروں نے دیکھا کہ ایک معشوقہ پری جمال حور شمال آراستہ و پیراستہ بیٹھی ہے تیر غمزہ چاروں کے جگر سے پار ہوا اور ہر ایک اس کا دعویدار ہوا باہم بحث و تکرار ہونے لگی۔ آخر یہ ٹھہری کہ عدالت میں چلو قاضی جو فیصلہ کر دے اسی پر سب راضی ہو جائیں عدالت میں پہنچے اور قصہ بیان کیا قاضی جی اس کی صورت دیکھ کر پھسل پڑے بولے کہ تم چاروں جھوٹ بولتے ہو یہ تو ہماری لوٹھی تھی چند روز ہوئے کہ گھر سے بھاگ گئی تھی اب یہ پانچوں مدعی بن کر بادشاہ کے روبرو گئے بادشاہ کی نیت بھی اس کے حسن و جمال کو دیکھ کر بگڑ گئی اور کہا یہ تو ہماری حرم ہے تم پانچوں فریبی ہو۔

ہم نے چاہا تھا کہ حاکم سے کرینگے فریاد وہ بھی کم بخت چرا چاہنے والا نکلا ایک فقیر نے یہ حال سنا وہاں آیا اور کہا کہ تم سب ناحق جھگڑتے ہو یہاں سے قریب جنگل میں ایک درخت ہے جس کو شجرۃ الحکم کہتے ہیں اس کے پاس جاؤ اور اپنا اپنا دعویٰ بیان کرو جو مستحق ہوگا اس کو مل جائے گی۔ اس ہدایت کے بموجب چاروں مسافر اور بادشاہ اور قاضی سب جمع ہو کر مع اس عورت کے شجرۃ الحکم کے پاس پہنچے اور سب نے اپنا دعویٰ بیان کیا ایک بیک وہ درخت پھٹا اور وہ نازنین اس میں سما گئی۔

صورت از بے صورتے آمد بروں باز شد انا الیہ راجعون
صورتے از پردہ آمد عیاں باز اندر پردہ خواهد شد نہاں!
یہی کیفیت انسان خاکی نژاد کی ہے کہ اس جہاں میں قدم رکھتے ہی انواع اور اقسام کے دعویدار اس کے کھڑے ہو جاتے ہیں ماں باپ کو پرورش کا دعویٰ استاد کو تربیت کا پیر کو ہدایت کا آقا کو حق نمک کا حاکم کو حفاظت کا رشتہ داروں کو قرابت کا دوستوں کو محبت کا

صاحب امت کو ابلاغ رسالت کا مثلاً ہر مسلمان کو ضرور ہے کہ صبح و شام نبی علیہ السلام پر درود بھیجے اور ان کی آل و اصحاب کی خیر مناوے۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ سات مسافر ہم سفر تھے راہ میں ایک ندی آئی جب پار ہو گئے تو سب کو خیال ہوا کہ گنتی کر لینی چاہیے کوئی ہم میں سے کم تو نہیں ہوا ایک شخص نے گنتی کی اپنے سوا باقیوں کو گنا تو چھ ہوئے فکر ہوا کہ لو بھی ایک کم ہو گیا دوسرے نے کہا میاں تم کو حساب نہیں آتا میں شمار کرتا ہوں اس نے بھی اپنے کو نہ گنا تو وہی چھ ہوئے اسی طرح ہر ایک نے حساب کیا وہی چھ کے چھ جب تو یقین ہو گیا کہ بے شک ایک آدمی نثارو ہے ضرور غرق ہو گیا سب جمع ہو کر رونے لگے اتنے میں ایک سوار آیا پوچھا ارے تم پر کیا آفت نازل ہوئی انہوں نے تمام قصہ بیان کیا سوار نے کہا اگر میں تمہارے سب آدمی جتنے تھے پورے کر دوں تو کیا دو گے بولے کہ صاحب اگر ہم پورے سات ہو جاویں تو سات روپے آپ کی نذر کریں گے اس نے کوڑا سنبھالا اور کہا کہ لو! گنتے جاؤ ایک ایک کے کوڑا مارتا گیا اور انگ کھڑا کرتا گیا ساتوں پورے ہو گئے بہت خوش ہوئے اور شکر گزاری کر کے نذرانہ پیش کیا اسی طرح اپنوں کا حال ہے کہ اپنے آپ کو نہیں دیکھتا ادھر ادھر خیال دوڑاتا اور جا بجا ٹٹولتا ہے در بدر مارا پھرتا ہے یہ نہیں جانتا کہ جو کچھ ہے میرے اندر ہے۔ مَن عَرَفَ نَفْسَهُ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهُ۔



راج گدی چھوڑ فقیری لی

ایک روز حاضر خدمت مبارک ہوا اُس وقت بے ثباتی دنیا کا ذکر تھا ارشاد ہوا کہ یہ دنیائے بے بقا ایک خواب و خیال ہے اس میں دل لگانا عقل سے بعید ہے۔ ایک نقل یاد آئی۔ کسی شہر میں ایک راجہ تھا اس نے اپنے کھانے پکانے والوں سے کہا کہ جلد کھانا تیار کرو بھوک لگی ہے غرض کھانے کی تیاری ہونے لگی اور راجہ کو نیند آگئی خواب میں دیکھا کہ شکار کے واسطے معہ لشکر کے جنگل کو روانہ ہوا ایک جانب سے ہرن نکلا راجہ نے اس کے پیچھے گھوڑا ڈالا لشکر سے جدا ہو گیا بہت دور پہنچ کر اس کو شکار کیا اور واپس چلا لیکن مارنے پیاس کے بیتاب تھا ادھر ادھر پانی کی تلاش کی۔

ناگہاں ایک گاؤں نظر آیا اور اس کے قریب ایک کنواں دیکھا ایک ناکتھ لڑکی بھنگی کی پانی بھر رہی تھی راجہ نے آتے ہی پانی مانگا لڑکی نے اوکھ سے پانی پلا دیا جب پی چکا تو پوچھا تو کون ہے اس نے کہا کہ میں بھنگی کی لڑکی ہوں راجہ کو بڑا افسوس ہوا اور کہا کہ ہائے میرا ادھر بھٹت ہو گیا وہ لڑکی اپنا گھڑا لے کر گھر کو روانہ ہوئی راجہ پیچھے ہولیا اس کے گھر والوں نے پوچھا کہ مہاراج آپ کیسے تشریف لائے راجہ نے کہا کہ میرا تو دھرم بھٹت ہو گیا اس کے ہاتھ کا پانی پی لیا۔ اب میں تم لوگوں میں رہوں گا بھنگی نے تمام برادری جمع کی اور اس کو بھنگیوں میں داخل کر کے لڑکی کی شادی راجہ سے کر دی اب راجہ بھنگی بن گئے ٹوکر اٹھا اور جھاڑو دینا اختیار کیا اور اولاد بھی پیدا ہوتی بارہ برس تک اسی حال میں گزرے آخر بیمار پڑا ہر چند علاج کیا کچھ سود مند نہ ہوا اسی بیماری میں مر گیا یہاں خواب میں تو مرا اور وہاں آنکھ کھل گئی اب راجہ کو ایک جنوں پیدا ہوا اور چت بھنگ ہو گیا یعنی متحیر کہ یہ معاملہ تھا پوچھا کہ ہم کتنی دیر سوئے لوگوں نے جواب دیا کہ صاحب ابھی تو آپ نے کھانے کی تیاری کا حکم دیا ہے۔ کچھ یوں ہی آپ کی آنکھ جھپک گئی تھی اب کھانا تیار ہوا جاتا حکم دیا کہ خیر کھانا

موقوف لشکر تیار ہو ہم شکار کو چلیں گے غرض اسی طرح جیسا کہ خواب میں دیکھا تھا شکار کے لیے روانہ ہوئے۔ وہی صحرا وہی میدان وہی کنواں آیا اور اسی طور کی بستی دیکھی بھنگیوں کے محلہ میں پہنچا وہاں رونے کی آواز سنی جا کے دیکھا تو اس کی صورت کا ایک آدمی مرا پڑا ہے اور اس کی جو روپے روپیٹ رہے ہیں حال دریافت کیا بھنگیوں نے چھلی سرگذشت وہی بیان کی جس طور سے راجہ نے خواب میں دیکھا تھا یہ سن کر اور بھی حیران ہوا کہ یہ تمام کیفیت تو مجھ پر گذری اور میں ہنوز زندہ ہوں پھر میں کون ہوں اور یہ مردہ کون ہے بہت دیر تک سوچتا رہا آخر یہ سمجھ میں آیا کہ یہ دنیائے فانی ایک خواب و خیال ہے راج پٹ چھوڑ کر فقیری اختیار کی اور باقی عمر گوشہ نشینی میں گذاری۔



ابن یامین پر چوری کا الزام

ایک روز ارشاد ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے شیطان کی گردن میں طوق لعنت ڈال کر اپنا مقید کر لیا دوسرے کی اطاعت و فرمانبرداری کے کام کا نہیں رکھا۔ جیسے حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائی بنیامین کو سال بھر تک اپنے پاس رکھا تھا۔ حضرت یوسف کے بھائی بن یامین خرید غلہ کے واسطے کنعان سے مصر میں آئے چوں کہ ان کو بھائی کی محبت زیادہ تھی اس لیے چاہا کہ کسی ڈھب سے ان کو جانے نہ دوں چنانچہ یہ تدبیر کی کہ بن یامین کے سامان میں سرکاری پیمانہ پوشیدہ رکھو ادیا جب پیمانہ کی جستجو ہوئی تو ان کے اسباب میں سے برآمد ہوا اور جرم ان پر ثابت ہو گیا اس لیے اس زمانہ کے قانون شریعت کے موافق سال بھر ان کو حضرت یوسف کی خدمت میں رہنا پڑا۔ اسی طرح شیطان کو بھی سجدہ کے نہ کرنے سے اپنا قیدی کر لیا اور طوق لعنت اس کے گلے میں ڈال دیا تاکہ لوگ اس سے نفرت کریں۔ جیسے کہ خوبصورت بچہ کی پیشانی پر نظر بد کے لیے اس کی ماں سیاہی کا ٹیکا لگا دیتی ہے۔



تجھ کو کونسا عمل پسند ہے

ایک روز ارشاد ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جناب باری تعالیٰ میں مرض کی کہ تیری بارگاہ میں میرا کونسا فعل پسند ہے تاکہ میں اس کو زیادہ کروں حکم ہوا کہ تمہارا یہ فعل ہم کو بہت پسند آیا کہ زمانہ طفلی میں جب تمہاری ماں مارا کرتی تھی تو تم مار کھا کر بھی اسی طرف دوڑتے تھے پس طالب خدا کو بھی یہی لازم ہے کہ گو کیسی ہی مصیبت و سختی و ذلت و خواری پیش آوے لیکن بہر حال خدا کی طرف متوجہ رہے ۔

غم نہ کیجئے غم کا اور شادی نہ کیجئے عیش کی دونوں حالت دیکھئے منہ سے نہ کچھ فرمائیے!
 قومے بہ تمنائے زور مال خوش اند قومے بتا شائے خط و حال خوش اند
 لہ نہا ہمہ اسباب خرابی دارند خوش حال کساینکہ بہر حال خوش اند
 اور یہ بات تو شیطان ہی پر ختم ہے کہ اتنی ذلت و خواری اٹھائی طوق لعنت پہن لیا
 مگر بھول کر بھی غیر کا نام نہیں لیتا۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ ایک شخص نے شیطان سے دوستی پیدا کی اور پوچھا کہ یا تم کو لوگ کیوں بدنام کرتے ہیں اس نے کہا کہ میرا تو کچھ بھی قصور نہیں صرف دشمنی سے برا بھلا کہتے ہیں ۔

بر اندا ختم بیخ شان از بہشت کنونم بکین سے نگار نذرشت
 آؤ میں تم کو ایک تماشا دکھاؤں مگر خاموش دیکھتے رہو کچھ دم نہ مارو ایک شہر میں
 لے گیا اور کہا کہ آج اس کی بربادی کا حکم ہے اب دیکھو کیا ہوتا ہے حلوائی کی دکان میں
 چاشنی پک رہی تھی شیطان نے اس میں سے انگلی بھر کر دیوار سے لگا دی فوراً مکھیوں کا
 جھگھٹ ہو گیا چھپکلی نے ان کی تاک لگائی حلوائی کی بلی نے چھپکلی پر داؤ لگایا کہ چھپٹا مارے
 نگہاں ایک فوج کا سپاہی ادھر سے گزرا اس کے ساتھ نہایت تیز شکاری کتا تھا اس نے جو بلی
 بیٹھی دیکھی جھٹ اس کو جادو چا بلی چاشنی کے اندر گری اور جھلس گئی حلوائی کو غصہ آ گیا کہتے

کے سر میں ایسا کفچہ مارا وہیں ڈھیر ہو گیا پھر سپاہی پر کہاں تاب بگڑ گیا اور حلوائی کا مارتے مارتے خون کر دیا حلوائیوں نے جمع ہو کر سپاہی پر یورش کی وہ بھی وہیں مر گیا۔ لشکر میں جو سپاہی کے قتل کی خبر پہنچی تو لگا کے توپ خانہ تمام شہر کو اڑا دیا جب یہ ماجرا گذر چکا تو شیطان اس شخص کی طرف متوجہ ہوا کہ کہو دوست اب اس میں میرا کیا قصور ہے صرف انگلی چاشنی میں نے لگادی تھی باقی بکھیڑا کس نے کیا لیکن کرنے والے کا نام کوئی نہیں لیتا مجھی کو نشانہ بنا رکھا

ہے۔

آپ کرتے ہیں جہاں کا نام ہے آپ کے ہاتھوں میں سارا کام ہے مجھ کو کچھ اختیار نہیں جو کام ہونے والا ہے اسی کو میں کرتا ہوں ورنہ میری کیا مجال

ہے۔



اللہ اپنی بلا اپنے پاس رکھ

ایک روز ارشاد ہوا کہ جب حضرت سلیمان علیہ السلام کو سلطنت ملی اور جن وانس و حوش و طیوران کے تابع کئے گئے تو حضرت عزت میں عرض کی کہ شیطان کو بھی میرا مطیع کر دیجئے حکم ہوا کہ یہ فتنہ عالم ہے اس کو اپنے پاس مت بلاؤ ورنہ تمہاری ملک داری میں خلل واقع ہوگا لیکن حضرت نے باصرار یہی التجا کی تو شیطان کو حکم ہوا کہ جا سلیمان کی فرماں برداری کرنا چار حاضر ہوا اور پائے تخت کے پاس بیٹھ کر رونے لگا۔ حضرت نے پوچھا روتا کیوں ہے بولا کہ میں بھلا تھا۔ برا ملعون تھا یا مرحوم مقبول تھا یا مردود جیسا تھا اسی در کا بندہ تھا مگر اب فی الحقیقت میرے گلے میں طوق لعنت پڑ گیا اور سچ سچ کا مردود ہو گیا کیوں کہ غیر کا تابع کیا گیا حضرت نے تسلی دی کہ میرا تو یہ ارادہ تھا کہ قیامت کے دن بہشت میں تجھ کو ہمراہ

لے چلوں گا بھلا شیطان اس لالچ میں کب آتا تھا کہا کہ واہ حضرت ایسا بہشت کہ غیر کے
توسل سے ملے ہزار دوزخ سے بڑھ کر عذاب الیم ہے اور جس دوزخ کے لیے خاص
سرکاری حکم ہو اس پر ہزار نعیم بہشت قربان ہیں ۔

خفا کہ باعقوبت دوزخ برابر ست رفتن پپائے مروی ہمسایہ در بہشت
تین دن تک شیطان روتا رہا آخر اس کی گریہ وزاری اور آہ و بیقراری نے اثر
دکھایا ۔

زاہر گریاں شاخ سبز و تر شود زانکہ شمع از گریہ روشن تر شود
تاگرید ابر کے خند و چمن تاگرید طفل کے جو شد لبن
کام تو موقف زاری دل سب بے تضرع کامیابی مشکل
حضرت سلیمان علیہ السلام کو حکم تھا کہ اپنی مزدوری سے قوت لایموت حاصل
کریں چنانچہ زنبیل بانی کیا کرتے تھے ان تین دن کے عرصہ میں کوئی زنبیل نہ بکی اور حضرت
کو روٹی نصیب نہ ہوئی ناچار التجا کی کہ اب کیوں کر بسر کروں خزانہ سے کھانے کا حکم نہیں اور
زنبیل کے دام نہیں اٹھتے حکم ہوا کہ زنبیل بکے کیوں کر دلال تو تمہارے پاس مقید ہے عرض
کی کہ الہی تو اپنی بلا کو اپنے ہی پاس رکھ میں اس کی اطاعت سے باز آ یا عرض چوتھے دن اس
دلاور پہلوان نے قید سے رہائی پائی اور اطراف جہاں میں پھرو ہی دھوم مچائی ۔

سرمہ تو حدیث کعبہ و دیر مکن! دروادی شک چو گمراہاں سیر کن
روشیوہ بندگی ز شیطان آموز یک قبلہ گزریں سجدہ بر غیر مکن
پریت تو کیجئے ایک سے جا سے جی پلتیائے تھوڑ تھوڑ کی پریت میں مت کلنک چڑھ جائے



آج رات اس شہر پر خوب پیشاب کرو

ایک روز ارشاد ہوا کہ جب فرعون نے اَنَا رَبُّكُمْ الْاَعْلٰی کا دم بھرا تو ابلیس نے مجسم ہو کر اس سے درخواست کی کہ مجھ کو اپنا پیغمبر بنائے فرعون نے کہا کہ اچھا آج سے تو ہمارا پیغمبر ہے اتفاقاً خشک سالی ہوئی اور خلقت تنگ آگئی سب نے جمع ہو کر فرعون کے سامنے ڈہائی دی کہ تو تو خدا ہے پانی کیوں نہیں برساتا اس نے شیطان کو اشارہ کیا کہ ہاں پیغمبر کوئی ترکیب پانی برسانے کی نکال ورنہ اس خدائی اور پیغمبری کی قلعی کھل جائے گی اور مخلوق منحرف ہو جائے گی۔ شیطان بولا اہ۔ یہ کیا بڑی بات ہے ان لوگوں سے کہہ دیجئے کہ آج رات کو ہم پانی برسا دیں گے۔ لوگ یہ مژدہ سن کر چلے گئے شیطان نے اپنی تمام ذریعات کو بلا کر حکم دیا کہ آج رات بھر اس شہر پر خوب پیشاب کرو انہوں نے ایسا ہی کیا صبح کو لوگ اٹھے تو دیکھا کہ پانی تو برسا مگر مارے بدبو کے دماغ پھٹا جاتا ہے الہی یہ کیسا پانی برسا ہے! کھیتوں کو جا کر دیکھتے ہیں تو رہی سہی کھیتی بھی جل گئی پھر لوگ دوڑے اور فرعون سے جا کر فریاد کی کہ صاحب یہ تو خوب پانی برسا فرعون نے متعجب ہو کر شیطان سے پوچھا کہ او پیغمبر یہ کیا کام کیا وہ بولا کہ ارے الحق تو سمجھ تو سہی جہاں تجھ سانا بکار خدا اور مجھ سامرود و پیغمبر ہوگا وہاں بارانِ رحمت بھی ایسا ہی نازل ہوگا۔

وزیرے چنین شہر یارے چناں جہاں چوں نگیرد قراری چناں
تجھ کو شرم نہیں آتی اسی برتے پر خدائی کرتا ہے کہ پیغمبر سے مدد کا طالب ہوا۔ توف
ہے تیری خدائی پر۔ اس کے بعد ارشاد ہوا کہ یہی حال ظاہری صوفیوں کا ہے کہ توحید میں دم
مارتے ہیں انا الحق کہتے ہیں اور خدا بننے کو تیار ہیں لیکن خدمت مریدوں پہ سے لیتے ہیں اور
ان کی امداد پر نظر رکھتے ہیں۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ فرعون کے گھر میں انار کا درخت تھا شیطان نے ایک انار توڑ کر اس کی دو قاشیں کیں اور فرعون سے کہا کہ اگر تو سچا خدا ہے تو اس انار کو جیسا تھا ویسا ہی بنا دے۔ اُس سے کیسا ہو سکتا تھا اپنا سامنہ لے کر رہ گیا پھر شیطان نے انار کو بدستور شاخ میں لگا دیا اور کہا کہ اسی پر خدا بنا ہے کہ ٹوٹا ہوا انار بھی نہ جوڑ سکا بھلا پیدا تو کیا کر سکتا تھا دیکھو مجھ کو اتنی قدرت و طاقت ہے لیکن اب تک خدا بننے کا خیال بھی نہیں آیا۔ ارے احمق کو تو بندگی ہی زیب دیتی ہے نہ خدائی۔ ایک روز میں نے حسب عادت عرض کیا کہ

بازگواز نجد واز یاران نجد تا درو دیوار ہا آرے بوجد

اس وقت آپ لیٹے ہوئے تھے اٹھ بیٹھے اور فرمایا کہ

ہر کسے راہر کارے ساختند میل آن اندر دیش انداختند



دونوں دیوتاؤں کو لڑنے دو

ایک روز ارشاد ہوا کہ زینت المساجد میں ایک روز کسبل پوش سے مولوی محبوب علی کی گفتگو ہونے لگی اس آیت کے معنی فلیعبدو ربّ هذا البیت الذی مولوی صاحب تو کہتے تھے کہ بیت سے مراد کعبہ ہے اور کسبل پوش کا قول تھا کہ بیت سے عبارت قبل انسانی ہے یہاں تک کہ بحث ہوئی کہ نوبت لڑائی تک پہنچی اتنے میں مولوی فضل حق صاحب تشریف لائے دونوں صاحبوں کی تقریر سنی اور میری طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے کہ صاحب آپ خاموش بیٹھے سنتے ہیں فیصلہ کیوں نہیں کر دیتے میں نے کہا کہ مولوی صاحب مجھ کو ایک نقل یاد آئی ہے۔ میرٹھ میں لالہ بانکے رائے کے مکان پر میں مقیم تھا جہاں ایک چھوٹا سا درخت پیپل کا لگا ہوا تھا اتفاقاً گائے اس درخت کو ایک روز کھانے لگی میں نے اس کو ہٹا دینے کے لیے کہا تو لالہ بانکے رائے بولے کہ میاں چپکے ہی رہو یہ دونوں ہمارے دیوتا ہیں آپس میں خود ہی سمجھ لیں گے دونوں کے درمیان ہم کیوں دخل دیں۔ سو جناب عالی یہ دونوں صاحب

ہمارے دیوتا ہیں اور ان کا معاملہ خضر و موسیٰ علیہما السلام کا سا ہے۔ شریعت و طریقت کی جنگ ہے ابھی ہذا فِرَاقُ بِنِي وَ بَيْنِكَ کہہ اٹھیں گے بھلا میں ان کو کیا سمجھاؤں۔
 من زقرآن مغزرا برداشتم استخوان پیش سگاں انداختم
 آپ تشریف رکھے اور ان دونوں صاحبوں کو لڑنے دیجئے یہ بات سن کر دونوں
 صاحب ہنس پڑے اور کہا کہ واہ صاحب آپ نے ہم دونوں کو کتا بنایا۔



اندھوں کے شہر میں ہاتھی کا گذر

ایک روز ارشاد ہوا کہ ایک شہر اندھوں کا تھا اس میں ہاتھی آیا چار پانچ اندھے بڑے شوق سے دوڑے ہوئے گئے کہ دیکھیں ہاتھی کیسا ہوتا ہے ٹولنا شروع کیا کسی نے کان کو ہاتھ لگایا، کسی نے دم کو، کسی نے پاؤں ٹولے، کسی نے پشت، کسی نے سونڈ جب اپنی اپنی جگہ میں واپس آئے تو عارفانِ فیل نے حقائق و معارف بیان کرنے شروع کئے ایک نے کہا کہ سبحان اللہ ہاتھی بعینہ چھانچ ہے دوسرے نے بیان کیا کہ اللہ اکبر مثل ستون ہے تیسرے نے کہا کہ میں نے خوب تحقیق کیا کہ بالکل دیوار ہے چوتھے نے کہا کہ مجھ کو منکشف ہوا کہ ہاتھی ایک لاٹھی ہے، غرض سب نے اپنا علم و عرفان جو جس کو حاصل ہوا تھا ظاہر کیا اگرچہ سب کا مشاہدہ اور سب کی تحقیقی بجائے خود درست تھی اور ان کو درحقیقت یہی منکشف ہوا تھا لیکن حقیقت فیل سے سب نا آشنا اور نا بینا تھے پس معرفت خدا بھی اندھوں کا ہاتھی ہے۔ اس پر سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ مَا عَرَفْنَاكَ حَقًّا مَعْرِفَتِكَ۔ یہ بات اپنی ہی نسبت نہیں ارشاد کی بلکہ سب کو شامل کر لیا کیونکہ عرفنا میں ضمیر جمع کی ہے یعنی کسی نبی یا ولی کو معرفت کلی حاصل نہیں ہوتی۔



سچ کہو تو جوتوں پٹو

ایک کسی شخص نے سوال کیا کہ حضرت مولانا روم صاحب و شیخ فرید الدین عطار و شاہ بوعلی قلندر کی توحید میں کیا فرق ہے آپ نے ارشاد فرمایا کہ تین مسافر چلے جاتے تھے سر راہ کنواں نظر آیا ایک عورت پانی بھرتی تھی۔ مسافر اول نے کہا کہ مائی صاحبہ پانی پلا دیجئے اس نے نہایت مہربانی سے پلایا۔ دوسرے مسافر نے کہا کہ میرے باپ کی جو رو پانی پلا دے وہ عورت گالیاں دینے لگی لیکن پانی پلا دیا۔ تیسرے مسافر نے بالکل صاف صاف کہہ دیا وہ اینٹ پتھر لے کر اس کے پیچھے دوڑی ہر چند کہ از روئے معنی مطلب تینوں شخصوں کا ایک تھا مگر طرز بیان اور تاثیر الفاظ ہر ایک کی جدا تھی ایک میں پاس ادب تھا دوسرے میں بے حجابی تیسرا تو بالکل ہی پھلکا تھا یہ ہی کیفیت مولانا روم اور شیخ عطار اور شاہ بوعلی قلندر کی توحید کی ہے مطلب یہ ہے کہ حضرت مولانا روم کا کلام چون کہ مطابق شریعت ہے اس لیے اہل ظاہر کے نزدیک بھی مقبول و مسلم ہے اور شیخ عطار کا کلام ایسا ہے کہ اہل ظاہر اس کو دیکھ کر چونکتے ہیں لیکن قلندر صاحب کا کلام توحید میں ایسا صاف و بے باکانہ ہے کہ اہل ظاہر اس پر لاجول و استغفار پڑھتے ہیں۔ حقیقت میں سچ بات کہنا بہت مشکل کام ہے۔ ایک نقل ہے کہ ایک لڑکا تھا اس کو لوگ اکثر مارا پیٹا کرتے ایک بار اس کی ماں نے پوچھا کہ بیٹا تم کو لوگ کیوں مارتے ہیں اس نے جواب دیا کہ میں سچ بات کہہ دیتا ہوں اس لیے مجھ کو لوگ چین نہیں لینے دیتے ماں بولی کہ بھلا سچ کہنے پر بھی کوئی مارتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے اس نے کہا اگر تمہارے سامنے بھی سچی بات کہدوں تو تم بھی مارنے لگو گی۔ اس نے کہا کہ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا لڑکا بولا کہ اچھا میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ باپ تو میرا مذت ہوئی مر گیا اب تم کنگھی پٹی کا جل سرمہ کس کے واسطے کرتی ہو ماں نے لیکے جوتی خوب پیٹا۔ لڑکے نے کہا کہ دیکھ لو سچ بات کا یہ نتیجہ ہوتا۔



روٹیاں کٹائے گیا

ایک روز ارشاد ہوا کہ ہم مراد آباد سے سنبھل کو آتے تھے راہ میں دو کہار ملے ان کے پاس کچھ بوجھ نہ تھا اس لیے چلنا دو بھر ہوا ہم سے کہا کہ میاں صاحب اپنا اسباب اس بہینگی میں رکھ دو ہم نے سوچا کہ اگر یہ لوگ ہمارا اسباب لے کر اڑ گئے تو کہاں ان کے پیچھے دوڑتے پھریں گے ان کا اعتبار کیا ہم نے کہا۔

(میں اپنا بوجھ دوسرے پر نہیں رکھتا) ناچار انہوں نے چند اینٹ پتھر بہینگی میں رکھے اور اسی تیزی سے چلنے لگے جیسی ان کی عادت تھی۔ یہی کیفیت سالکان طریقت کی ہے کہ جب تک زہد و ریاضت اور مشقت و عبادت کا بار گران نصیب وقت نہ ہو عمر بسر کرنی دشوار معلوم ہوتی ہے تمام جہاں کسی نہ کسی قید میں مقید ہے غرض وہی کہار دو پہر کے وقت رستہ میں کنواں اور درخت کا سایہ دیکھ کر ٹھہر گئے اور روٹیاں پکانی شروع کر دیں۔ ہمارے پاس روٹیاں موجود تھیں کھاپی کے ایک درخت کے سایہ میں لیٹ گئے جب کہار روٹی پکا چکے تو ایک کہار جو بھگت تھا۔ سالک رام کی پوجا میں مشغول ہوا اور دوسرا قضائے حاجت کے لیے گیا کتا موقع پا کر سب روٹیاں لے گیا اور وہ بھگت پو جا کے سبب سے بول نہ سکا۔ جب ہی فارغ ہوا اور دوسرا ساٹھی پاخانہ سے واپس آیا دونوں میں جنگ شروع ہوئی ایک تو کہتا تھا کہ میں رفع حاجت کے لیے گیا تھا تو نے کتے کو کیوں نہ مارا۔ دوسرا کہتا تھا کہ مارتا کیسے میں تو سالک رام کی (پوجا) کر رہا تھا ہم نے کہا کہ میاں تو نے ہم سے روٹیوں کی نگہبانی کے لیے کہہ دیا ہوتا تو باطمینان سالک رام کی (...) خدمت کی ہوتی یہ سن کر وہ ہنس پڑا۔



لنگوٹی منہ پر دے ماری

ایک روز ارشاد ہوا کہ ایک مجذوب تھے ننگے مادر زاد دو چار دنیا دار معتقد ہو گئے خدمت کرنے لگے چند روز کے بعد ان سے کہا کہ میاں صاحب برہنہ رہنا خلاف شرع ہے شرافت سے لنگوٹی باندھ لو خیر انہوں نے حسب درخواست لنگوٹی باندھ لی اتفاقاً ایک دن لنگوٹی سن گئی چوہے جو آئے تو لنگوٹی کتر ڈالی اور جسم کو زخمی کیا صبح کو معتقدین آئے میاں صاحب کا حال دیکھا کہا کہ حضرت بہتر یہ ہے کہ بلی پالی جاوے تاکہ موذی چوہوں کو کھا جاوے غرض ایک بلی لائے دو چار روز اس کے واسطے دودھ لاتے رہے ایک دن عرض کیا کہ میاں صاحب اس روز کے بکھیڑے سے تو یہی بہتر ہے کہ ایک بکری لے آویں اس کے دودھ سے بلی پلتی رہے گی غرض بکری بھی لا باندھی چند روز تو بکری کے واسطے چارہ لاتے رہے پھر اپنے دھندے میں لگے ہر روز کی خدمت کون کرتا کیوں کہ دنیا داروں کا اعتقاد ایسا ہی ہوتا ہے ابھی تو اتنا بڑا اور ذرا دیر میں بالکل غائب قہر درویش۔ برجان درویش اب میاں صاحب خود جاتے اور جگنلی سے بکری کا چارہ لاتے ایک روز درخت پر چڑھ گئے تاکہ پتے توڑیں پاؤں جو پھسلا دھم سے نیچے گرے ایسی چوٹ لگی کہ بازو ٹوٹ گیا۔ مکان پر پہنچ کے مرہم پٹی کی۔ مریدان سست اعتقاد بھی جمع ہو کر عیادت کے واسطے آئے پوچھا کہ حضرت یہ کیا ہوا اس کے جواب میں مجذوب نے کھول لنگوٹی ان کے منہ پر ماری کہ لو سارا اسی کا فساد ہے۔ خبردار جو آئندہ تم آئے۔



امیر تیمور کا خواب

ایک روز ارشاد ہوا کہ جب تیمور صاحب قرآن نے خواجہ حافظ علیہ الرحمۃ کا یہ شعر

سنا

اگر آں ترک شیرازی بدست آرد دل مارا بخال ہندو شن بخشم سمرقند و بخارا را
تو حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ میں نے سمرقند و بخارا کو سخت جنگ
اور خونریزی کے بعد حاصل کیا ہے آپ نے ایک خاں پر نثار کر دیا خواجہ حافظ نے فرمایا کہ
اسی دریادلی اور بخشش نے تو ہمیں ایسا مفلس بنا دیا کہ تن پر کپڑا بھی نہیں رہا یہ کہہ کہ خواجہ
صاحب نے امیر کی بڑی تعظیم و تریکم کی وہ عذر معذرت کرنے لگا کہ میں اس قابل نہیں
آپ بڑے بزرگ و تارک ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ نہیں صاحب ہم سے بڑھ کر آپ
تارک ہیں امیر بولا بھلا حضرت میں کیا ترک کیا ہے۔ آپ تو دنیا کے تمام تعلقات و
مکروہات کو ترک کر کے آزاد ہو بیٹھے ہیں خواجہ صاحب نے کہا کہ یہی تو فرق ہے کہ ہم ایک
دنیاے دون کو جس کی کچھ اصل و حقیقت نہیں نعمائے عقبی کے عوض چھوڑ بیٹھے لیکن تم ہم سے
بڑھ کر ہیں کہ اس دنیا کے واسطے عقبی جیسی اعلیٰ چیز کو ترک کیا۔ پس تم قائل تعظیم ہو اس بات
نے امیر کے دل پر ایسا اثر کیا کہ وہ سب جاہ و خشم سے الگ ہو ایک پہاڑ کی کھوہ میں جا بیٹھا
تیسرے روز جناب علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں تیمور اٹھ اور
تلوار باندھ ملکوں کو فتح کر اللہ تعالیٰ نے تجھ کو اسی کام پر مقرر کیا ہے اس دیوانہ کی بات کا کچھ
خیال مت کر

ہر کے راہر کارے ساختند میل آن اندر و لش انداختند

چوں کہ مشیت ایزدی میں تیمور کے لیے لشکر کشی اور ملک گیری تھی نہ کہ گوشہ نشینی اور فقیری اس واسطے اس کو ایسی ہی ہدایت کی گئی اور جس کام کے واسطے پیدا کیا گیا تھا اسی کی طرف راغب کیا گیا۔



صبغة اللہ سے رنگین رام

ایک روز ارشاد ہوا کہ ایک شخص پٹیالہ میں تھے پہلے تو ان کا نام صبغة اللہ تھا پھر انھوں نے پیشانی پر قشقہ لگایا اور گلے میں زنار ڈالا پنڈتوں کی سی وضع بنائی ایک دن ایک شخص شیخ کریم الدین دہریہ بڑھانوی کے مریدوں میں سے ان کی ملاقات کو آیا اور پوچھا کہ آپ کا نام کیا ہے بولے کہ صبغت کے معنی ہیں رنگ اور اللہ کے بجائے ہم نے رام بدل دیا ہے یعنی رنگین رام ہمارا نام ہے۔ اُس نے سکر یہ شعر پڑھا ۔

کے لیے قشقہ لگایا مہ جبین پر نازنین کفر اور اسلام کیا ایک فرق ہے فہمید کا پھر اس نے رنگین رام کے منہ پر تھوک دیا اور کہا کہ تو نے کفر و اسلام میں کیا فرق دیکھا جو ایک قید سے نکل کر دوسری قید میں جا پھنسا

آخرچہ بدی شد ز خدا و ز رسول

اگر نکلنا تھا تو دونوں سے نکلا ہوتا ہم تو سمجھے تھے کہ تو موحد ہے تو تو ابھی کفر و اسلام ہی کی قید میں مبتلا ہے یہ کہہ کر چل دیئے اور اس کے پاس نہ ٹھہرے۔



میں کون ہوں؟

ایک روز ارشاد ہوا کہ ایک وہی آدمی نے پہچان کے لیے اپنے گلے میں سُرخ دھجی ڈالی تاکہ میں لوگوں میں گم نہ ہو جاؤں۔ ایک کو اس کا یہ خبط معلوم ہو گیا اس نے بوقت خواب وہ دھجی اس کے گلے میں سے نکال اپنے گلے میں ڈال لی اور اس کے سامنے بیٹھ گیا جب وہ نیند سے چوڑکا اور آنکھ کھلی تو دیکھا کہ علامت شناخت دوسرے کے گلے میں ہے اس سے کہا کہ میاں تو میں ہے پھر میں کون ہوں یا میں تو ہوں اور تو میں ہے یا تو تو ہے اور میں میں ہوں بتا میں کون ہوں سو یہی حال عارف کا ہے کہ جب منزل عرفان میں پہنچتا ہے تو متحیر ہو کے کہتا ہے کہ میں کون ہوں۔



خدا کچھ نہیں امام حسین سب کچھ

ایک روز ارشاد ہوا کہ شہر لکھنؤ میں ایک سنی شیعوں کی محفل میں پہنچا اور کہا کہ رات میں نے عجیب و غریب خواب دیکھا ہے کہ زبان کو پاراے بیان نہیں تمام اہل محفل مشتاق ہوئے کہ قبلہ کچھ تو ارشاد کیجئے اس نے کہا کہ رات میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک سواری نہایت شان و تجل سے اور دھوم دھام سے چلی آ رہی ہے ایک زرق و برق لشکر ہمراہ ہے ہاتھی گھوڑے اونٹ ہر طرح کے ساز و سامان سے آراستہ و پیراستہ ہیں لشکر کے جھنڈوں پر زردوزی پہریرے اڑتے ہیں میں نے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ حضرت امام حسین علیہ

السلام سید الشہداء شہید کربلا کی سواری ہے اس کے بعد ایک اور سواری نمودار ہوئی ساز و سامان تو سب کچھ تھا مگر پہلی سواری کی سی کز و فر اور زیب و آرائش نہ تھی معلوم ہوا کہ یہ سواری حضرت امام حسن کی ہے اس کے بعد ایک تیسری سواری نمودار ہوئی صرف سوار و پیادہ ہمراہ تھے اور کوئی بات شان و شوکت کی نہ تھی سنا کہ یہ حضرت علی مرتضیٰ شیر خدا تشریف لیے جاتے ہیں اس کے پیچھے ایک اور گرداٹھی اس میں سے ایک اور بزرگ مع چند سواروں کے ظاہر ہوئے جن کے گھوڑے بے سرو سامان اور ڈبلے پتلے تھے سنا کہ یہ حضرت محمد مصطفیٰ رسول خدا ہیں میں یہ کیفیت دیکھ ہی رہا تھا کہ دُور سے ایک ٹٹو نظر آیا اس پر ایک پیر کہن سال سر جھکائے بڑی افسردگی کی حالت میں بیٹھے ہیں نہ تو ٹٹو کا چار جامہ درست نہ پوری ڈپچی سلامت ایک رکاب اونچی ایک نیچی قدم رکھتا کہیں ہے پڑتا کہیں ہے بڑے میاں کے کپڑے بھی میلے کھیلے پاؤں میں پھٹی جوتیاں نہ کوئی خدمت گار ہے نہ سائیں میں نے بعد آداب ان سے پوچھا کہ حضرت آپ کون ہیں انہوں نے فرمایا کہ اے میرے بندہ خالق موجودات موجد کائنات میں ہی تو ہوں تو لوگ نہ میری خبر لیتے ہونہ میرے نام پر کوڑی دیتے ہو رسول کی فاتحہ بھی سال میں ایک بار کہیں کہیں ہو جاتی ہے علیؑ کے نام پر بھی محبان علی کسی قدر خیر خیرات کرتے ہیں حسنؑ کی محفلیں بھی کم ہوتی ہیں حسینؑ کی تو بڑی بڑی امام بارگاہیں اور لنگر خانے جاری ہیں ان سب کے پاس ساز و سامان بہت کچھ ہیں ہمارے پاس کیا خاک ہو ہم کو تو کوئی بھی نہیں پوچھتا اتنے میں آنکھ کھل گئی یہ بات شیعہ لوگ سن کے بہت خفا ہوئے اور کہا کہ میاں تم کیسے بہتان لگاتے ہو اور جھوٹے خواب بیان کرتے ہو اس نے کہا کہ صاحبوں کو کبھی خدا کا نام لیتے بھی نہ سنا سو یہی حال ہے تمام جہاں کا کہ خدا کو کوئی پوچھتا ہی نہیں۔ ہر ایک نے اپنے اپنے مقاصد و مطالب کو معبود بنا رکھا ہے۔



کنیز نے ہارون الرشید کو پسند کیا

ایک روز ارشاد ہوا کہ خلیفہ ہارون الرشید نے ایک بار جشن شہاہانہ کیا ہر قسم کی اشیاء میں بہا جمع کیں اور حکم دیا کہ جو شخص جس چیز کو ہاتھ لگا دے وہ اسی کو ملے گی اس حکم کے سنتے ہی ہر شخص اپنی پسند کے موافق چیزوں کی لوٹ پر ٹوٹ پڑا ایک کنیز تھی اس نے پھر پوچھا کہ حضور جو جس کو ہاتھ لگا دے وہ اس کے لیے ہے۔ کہا کہ ہاں اس نے فوراً خلیفہ وقت پر ہاتھ رکھ دیا اور کہا کہ اصل کو چھوڑ کر فرع کی طرف کیوں جاؤں خلیفہ نے کہا کہ تو نے ہم کو اختیار کیا تو اب تمام سلطنت تیری ہے۔ واہ ری کنیز ہزاروں مردوں پر فوقیت لے گئی اس ہمت اور سمجھ پر قربان جائے

نہ ہر زن زن است و نہ ہر مرد مرد خدا پنج انگشت یکساں نہ کرو
حقیقت میں یہ بڑے بلند ہمت و جوان مرد کا کام ہے کہ فرع کو چھوڑ کر اصل کی

طرف دوڑے۔

من غلام آن مس ہمت پرست گو بغیر کیمیا نارو شکست
سب سے بیگانہ ہے یار شناسا تیرا حور پر آنکھ نہ ڈالے کبھی شیدا تیرا



ایک غیر مسلم مومن بن گیا

ایک روز ارشاد ہوا کہ لکھنؤ میں ایک ہندو رسالدار تھا فضول خرچی کی وجہ سے قرض دار ہو گیا نالش کی نوبت پہنچی عدالت سے حکم گرفتاری جاری ہوا جب یہ خبر ملی تو بھاگ کر نواب صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ حضور میں مومن ہوتا ہوں نواب بہت خوش ہوئے اور اس کا تمام قرض ادا کر دیا خیر مومن تو ہو گیا مگر دیوالی و سہرہ شب برات محرم گیارہویں سب کچھ کرتا سکھوں کے وعظ میں شیعوں کی مجالس میں ہندوؤں کی کتھائیں پیراگیوں کی سجا میں سب جگہ شریک ہوتا یہاں تک کہ بھینگوں کے لال گرد کی نظر و نیاز بھی دیتا کسی غماز نے نواب صاحب کو خبر دی کہ حضور یہ رسالدار تو لاندہب ہو گیا ہے سارے کام کرتا ہے نواب صاحب نے بلا کر کہا کہ تم مومن ہو کر یہ پا کھنڈ کرتے ہو۔

دو رنگی چھوڑ کر یک رنگ ہو جا۔ سرا سر موم ہو یا سنگ ہو جا۔ اس نے جواب دیا کہ حضور آپ ہی کے مذہب کا یہ مسئلہ ہے کہ انجام کار خاتمہ پر موقوف ہے بالفرض اگر آپ کے مذہب کے موافق میرا انجام بخیر نہ ہوا تو لامحالہ کسی دوسرے فریق میں شامل کیا جاؤں گا اس واسطے سب کی نذر بھینٹ ادا کرتا ہوں کہ جس طرف جاؤں گا وہیں میری خاطر ہوگی ورنہ سب مذہبوں کے رہنما میرے کیا رشتہ دار ہیں۔ جن کے واسطے یہاں وجہ اتنا صرف گوارا کرتا ہوں۔ غرض یہ کہ جس آدمی کو یک سوئی حاصل نہیں ہوتی وہ اسی طرح ہر طرف سہارا ڈھونڈتا ہے اور مارا مارا پھرتا ہے کہ کوئی تو میری مدد کرے گا حالانکہ سوائے خدا کے کوئی کسی کے کام نہیں آتا۔



پینمبر کو بھی کوٹھری میں بند کر دیا

ایک روز ارشاد ہوا کہ حضرت دانیال علیہ السلام بسبب عدم اتباع امت کے خفا ہو کر پہاڑ پر جا بیٹھے ملک میں قحط سالی ہوئی لوگوں نے ان کو تلاش کیا مگر کہیں پتہ نہ لگا پینمبر خدا کو دور روٹی صبح و شام فرشتے پہنچا جاتے اور مخلوق ہلاک ہوئی جاتی تھی نہایت عجز و انکسار سے دُعا مانگی کچھ اثر نہ ہوا کیوں کہ بارش کا ہونا پینمبر خدا کی دُعا پر منحصر تھا تب اللہ تعالیٰ نے ان کی روٹی موقوف کر دی دو چار روز تو صبر و ثبات سے بیٹھے رہے آخر پہاڑ سے اتر کر کسی بستی میں گئے اور ایک عورت سے روٹی مانگی اس نے جواب دیا کہ ہمارے گھر میں جتنے آدمی ہیں ہر ایک کے حصہ کی ایک ایک ہلکی چپاتی رکھی ہے اگر تم کو دی جائے تو ہم مرجائیں گے معاف فرمائیے انہوں نے بہت اصرار کیا تا چار اس عورت نے ہر ایک کی روٹی میں سے ایک ایک ٹکڑا توڑ کر حضرت کو دے دیا اس کا چھوٹا لڑکا جو آیا تو دیکھا کہ میری روٹی توڑ کر اس فقیر کو دے دی وہ رونے لگا اور اپنے کو مار مار کے مر گیا اس کی ماں رونے لگی حضرت پینمبر صاحب بھی گھبرائے ان لوگوں سے کہا کہ اچھا میں دعا کرتا ہوں آپ نے دعا کی تو وہ لڑکا زندہ ہو گیا لوگ جان گئے کہ یہی پینمبر وقت ہیں جو روپوش ہو گئے تھے فوراً پکڑ لیا اور کہا کہ تم بارش کے واسطے دُعا کرو انہوں نے انکار کیا لوگوں نے ایک کوٹھری میں بند کر کے بھس کی دھونی کر دی جب دھونیں کے مارے بہت دم گھبڑایا تو فرمایا کہ اچھا مجھ کو چھوڑ دو اب میں دُعا کروں گا لوگوں نے نہ مانا اور کہا کہ پہلے دعا کرو پھر رہائی ہوگی آخر تنگ آ کر دُعا فرمائی بارش ہونے لگی اس وقت لوگوں نے اپنا قصور معاف کرایا۔ اس پر منشی فضل رسول صاحب نے سوال کیا کہ حضرت یہ کیا بات تھی اسی کی مخلوق اسی کی بارش رسول کا واسطہ کیا ضرور تھا ارشاد ہوا کہ رسول کی عظمت اور مرتبت منظور تھی ورنہ اس کا فعل کسی واسطہ پر موقوف نہیں۔



حضرت بایزید مور کی شکل بن گئے

ایک روز ارشاد ہوا کہ ابتداء میں حضرت بایزید بسطامی نے ایک دیگ کھانے کی پکائی صلا عام دیا کہ جس کو جو کھانا مرغوب و مطلوب ہو اس میں سے نکالے اور کھائے، چنانچہ تمام شہری اور مسافر لوگ ٹوٹ پڑے اور کھانے لگے لیکن دیگ خالی نہ ہوتی تھی اتفاق اسی روز ایک مسافر سرائے میں وارد ہوا حضرت نے مرید کو بھیج کر اس کی دعوت کی ہر چند اصرار کیا مگر اُس نے انکار کر دیا اور کہا کہ میں یہ کھانا ہرگز نہیں کھاؤں گا یہاں تک کہ حضرت خود تشریف لے گئے اور کھانے کی توضیح کی اس نے کہا اچھا میں تو آدمی کا گوشت کھاؤں گا یہ بات سُن کر حضرت بایزید چکرائے اور فرمایا گوشت جہاں سے چاہو کاٹ لو اور نوش کرو۔ مسافر بولا کہ وہ آپ بھی آدمی بن گئے ذرا اپنی جانب غور تو کیجئے۔ انہوں نے بنظر بطون اپنی شکل کو ملاحظہ کیا تو دیکھا کہ بصورت طاؤس ہیں اس وقت مسافر نے کہا کہ ابھی تو خدا خدا کر کے مور کی صورت بنے ہو جب آدمی کی صورت نصیب ہوگی اس وقت دعویٰ کرنا بھلا ابھی سے کس برتے پر مخلوق خدا کو کھانا کھلاتے ہو یہ بات کہہ کر غائب ہو گیا۔ حضرت بایزید روئے اور فوراً دیگ توڑ پھوڑ کر پھینک دی غرض مردان خدا کے نزدیک کرامت بھیغ غایت کمال نہیں ہے۔



ایک راجہ کو بے ادبی کی سزا

ایک روز ارشاد ہوا کہ راجہ کیپٹل (کرناٹ) کو تعصب مذہبی بہت تھا ایک دفعہ اس نے وہاں کے شاہ ولایت شاہ کمال الدین کیپٹلی کی قبر کے اوپر چوکی لگا کر اٹھان کیا اسی وقت

مادہ فاج گرا بہت گھبرایا اور نواب گنج پورہ کہ (چوں کہ رسم دوستی تھی) پیغام بھیجا کہ آپ کے شہر میں مسکی رام سلہی ایک گروکیمیا گر رہتا ہے اس سے چاول بھرا کسیر لے کر بھجوائے تاکہ میں مرض سے نجات پاؤں نواب نے بصد مشکل اس فقیر سے قدرے کسیر لے کر بھجوائی راجہ کو وہم پیدا ہوا کہ نہیں معلوم یہ کسیر اصلی ہے یا نہیں اس لیے امتحان کرنا چاہیے چنانچہ تانبے پر وہ مقدار کسیر موافق ترکیب ڈالی گئی تو سونا بن گیا تب اس کو یقین ہوا اور دوبارہ نواب سے درخواست کی یہاں کیمیا گر کو عالم خواب میں شاہ ولایت نے متنبہ کیا کہ راجہ کو سزا بے ادبی ملی ہے تم ہرگز کسیر نہ دینا۔ نواب صاحب نے اس فقیر سے پھر سوال کیا اس نے کہا کہ راجہ غضب الہی میں مبتلا ہے میں اس کو ہرگز دو انہ دوں گا اگر آپ کو اپنی زمین کا گھمنڈ ہو تو میں آج یہاں سے جاتا ہوں نواب نے اس کی تسلی کی اور کہا کہ اگر یہ بات ہے تو مت دو ہم کو کیا غرض راجہ ہے تو اپنے گھر کا ہے اس کے بعد جناب و قبلہ نے فرمایا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام پر کیسے کیسے ظلم ہوئے لیکن لشکر یزید کو کچھ سزا نہ دی اور شاہ ولایت نے راجہ کو فوراً گستاخی کا مزہ چکھا دیا گیا یہ ان سے کامل تھے۔ پھر فرمایا کہ نہیں حضرت امام مرد میدان رضا اور تسلیم تیر قضا تھے اور یہ بزرگ رضا و تسلیم میں ناقص۔



حضرت سلیمان کی بیوی ماہی گیر کی لڑکی

ایک روز ارشاد ہوا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا لشکر ایک راہ سے گذرا کسی غریب ماہی گیر کی لڑکی جو نہایت بد شکل و بد قوارہ تھی بڑی ہی شوق اور امنگ سے اس لشکر کی سیر کو دوڑی اس کی ہم جولیوں نے طعن کیا اور چھیڑا کہ یہ تو نور بھری صورت اور یہ اشتیاق تو ایسی گھبرا کر لپکی کہ سلیمان کی بیوی ہی بن جائے گی اس غریب نے کچھ نہ کہا اور جل بھن کر چپ ہو رہی خدا کی قدرت کچھ دنوں بعد وہ انگشتی کہ جس پر اسم اعظم کندہ تھا۔ حضرت سلیمان کے پاس سے دیونے جرائی اور سلطنت ان کے قبضہ تصرف سے نکل گئی اتفاقاً سی

ماہی گیر کے گھر میں آ کر رہے جس کی وہ لڑکی تھی اور ماہی گیر کا پیشہ اس کے ساتھ یہ بھی کرنے لگی وہ ہر روز ایک مچھلی ان کو دیا کرتی ان کی خصلت ماہی گیر کو ایسی پسند آئی کہ اپنی لڑکی کا نکاح ان سے کر دیا ایک دن اسی ماہی گیر کے جال میں تین مچھلیاں لگیں اپنی لڑکی کو صاف کرنے کے واسطے دیں اس نے مچھلی کا پیٹ چاک کیا تو ایک انگشتی برآمد ہوئی سوچی کہ باپ کو دوں یا شوہر کو آخر سوچ بچار کر شوہر کی نذر کی۔ حضرت نے اس کو لے لیا اور کہا الحمد للہ پھر وہی سلطنت تھی اور وہی کارخانہ اور وہ دختر ماہی گیر جس کو ہم جولیوں نے طعنہ دیا تھا مشیت ایزدی سے سلیمان علیہ السلام کی بیوی بن گئی اب چھیڑنے والیاں شرمندہ ہوئیں اور اپنا قصور معاف کرایا۔

کسے در عمر خود نشید ازیں سنجیدہ تر سخنے کہ در میخانہ گفتے رند بے خود بے سرو پائے
 بز ن جام و مر بخان بیچ چیز برام شو منکر کہ ہر مورے سلیمانست و ہر چند نسیت عنقائے
 کہتے ہیں کہ جس وقت حضرت سلیمان کی خاتم گم ہو گئی تھی تو اس وقت بھی آپ
 نے الحمد للہ کہا تھا کسی نے دریافت کیا کہ گم ہونے پر بھی الحمد للہ اور پانے پر بھی الحمد للہ
 اس میں کیا حکمت تھی آپ نے فرمایا کہ جب انگشتی گم ہوئی اور سلطنت جاتی رہی تو ہم
 نے اپنے دل کی حالت پر نظر کی کچھ خوشی اور مسرت نہ دیکھی ہم نے شکر کیا کہ اس کھونے اور
 پانے کا کچھ اثر نہ ہوا اور استقلال میں فرق نہ آیا۔



کما تا ہے کوئی کھا تا ہے کوئی

ایک روز ارشاد ہوا کہ کما تا کوئی ہے اور کھا تا کوئی ہے جس کے مقدر میں جو کچھ
 ہوتا ہے اسی کو ملتا ہے ایک پیر جی کو ہوسی کی دھت تھی ہزاروں نسخہ جمع کر لیے اور مدتوں
 پھونکا پھانکی کرتے رہے۔ اکیس زنبی اتفاقاً ایک نئے مرید نے پیر سے استدعا کی کہ کوئی
 ترکیب کیمیا کی ارشاد ہو جائے۔ انہوں نے بے تکلف اپنی بیاض اس کے سامنے رکھ دی کہ

جس نسخہ کو تیراجی چاہے نقل کر لے اس نے ایک نسخہ انتخاب کر لے اور اس کو آزما یا تو ٹھیک نکلا سونا بنا کر پیر جی کو بھی دکھلایا اور ان کے کمال کا نہایت اعتقاد اس کے دل میں پیدا ہوا۔ سونا دیکھ کر پیر جی کی آنکھیں کھل گئیں۔ مرید سے پوچھا کہ یہ کونسا نسخہ تھا اس نے بجز اس بات پر کچھ نہ بتلایا کہ آپ ہی کی کتاب کا نسخہ پیر جی نے بہت التجا کی لیکن پتہ نہ دیا۔

کیما گر بغصہ مردہ و رنج ابلہ اندر خیرابہ یافتہ گنج



دریا میں جادوئی معشوقہ کا ہاتھ

ایک روز ارشاد ہوا کہ ایک گرو نے اپنے چیلہ سے بعد تعلیم کے کہا کہ فلاں پہاڑ میں ایک تالاب ہے اس کے اندر سے ایک رنگین ہاتھ کسی معشوقہ حور بمثال کا چیت کے مہینے پہلی تاریخ نکلتا ہے اس کی ہتھیلی پر ایک زمر دیں انگو رکھا ہوتا ہے اگر وہ کسی کے ہاتھ لگ جائے تو کیا کہنے اس کی خاصیت یہ ہے کہ اس کو کھا کر جہاں چاہے اڑتا پھرے اور روئے زمین کے تمام خزانے اس پر عیاں ہو جاتے ہیں اور دل مثل آفتاب منور ہو جاتا ہے لیکن اس کا ہاتھ آنا نہایت مشکل ہے جب اس کو کوئی لینا چاہے تو وہ تازمین لینے والے کا ہاتھ ایسا زور سے پکڑتی ہے کہ پھر چھوٹ نہیں سکتا پانی میں کھینچ کر اس شخص کو لے جاتی ہے مگر ہاں کوئی صاحب ہمت ہو تو کچھ دشوار نہیں ہمت مرداں مدد خدا الہمت اسم الاعظم جب اس گرو کا انتقال ہو گیا تو وہ شخص اس جستجو میں تالاب پر پہنچا وقت معتز رہے پر وہی ہاتھ جو گرو نے بتلایا تھا نکلا۔ لیکن اٹھانے کی ہمت نہ بندھی سوچا کہ کسی پہلوان کو لاؤں چنانچہ ایک بڑا شہ زور پہلوان نو کر رکھا سال بھر تک خوب اس کو کھلایا پلایا جب وقت معین قریب آیا تو اس کو تلاب کے کنارے لے گیا ایک شخص تماشا شانی بھی ان کے ساتھ ہو لیا جب ہاتھ نکلا تو پہلوان سے کہا کہ اسی کام کے لیے تجھ کو نو کر رکھا ہے یہ انگو جس طرح بنے اٹھالے پہلوان نے ہاتھ ڈالا جھٹ اس معشوقہ کے ہاتھ نے پہلوان کا ہاتھ پکڑ لیا بہت دیر تک زور آزمائی ہوتی رہی

آخر وہ معشوقہ پہلوان کو کھینچتی ہوئی تہ کو لے گئی یہ دونوں کف افسوس ملتے رہ گئے تماشا سانی نے فقیر سے اس انگور کے اوصاف دریافت کئے غرض فقیر تو مایوس ہو کر چل دیا مگر تماشا سانی دھونی مار کر وہیں بیٹھ گیا جب وہ تاریخ آئی تو ہاتھ برآمد ہو ایہ شخص کنارہ پر آیا اور کہا کہ یہ ایک طلسم ہے دور سے انگور نظر آتا ہے اگر سچ ہے تو ہمارے قریب لاؤ تا کہ خوب دیکھ بھال کر اس کے اٹھانے کو ہاتھ ڈالیں وہ ہاتھ قریب تر آ گیا اس شخص نے خوب دیکھ بھال کے اور تاک لگا کے اس معشوقہ کے ہاتھ کے نیچے اپنا ہاتھ لے جا کر ایک تھکی دی کہ انگور اچھل کر باہر آ پڑا اور جھٹ دوڑ کر اٹھا لیا تالاب کے اندر سے آواز آئی کہ اود غاباز تو نے بڑا قریب کیا اب میرے ہاتھ سے بچ کر کہاں جائے گا اس نے فوراً وہ انگور کھا لیا اور اڑ کر چل دیا غرض یہ ہے کہ جن کی قسمت میں نہ تھا وہ تو ڈوب کے مر گئے اور جس کے نصیب میں تھا اس نے ایسی آسانی سے حاصل کر لیا۔



جس کی موت تھی اس پر بجلی گری

ایک روز ارشاد ہوا کہ سات مسافر چلے جاتے تھے یکا یک گھٹا انڈی اور آسمان پر چھا گئی بجلی کوند نے لگی بادل گرجنے لگا ترخ شروع ہو گیا ناچار مسافروں نے پہاڑ کی ایک کھوہ میں پناہ لی لیکن بجلی دم بدم اس غار میں آتی اور واپس چلی جاتی تھی سب نے خیال کیا کہ بھائی ہم میں سے کسی نہ کسی کی قضا آئی ہے ایسا نہ ہو کہ ایک کے بدلے سب ہلاک ہو جائیں مناسب ہے کہ ایک ایک آدمی غار سے باہر نکلے جس کی قضا ہے اس کو بجلی مار لے گی چنانچہ ایک نکلا دوسرا نکلا غرض چھ آدمی باہر آ گئے ساتویں کو غار کے اندر ہی بجلی نے جلا دیا۔ غرض یہ کہ جو کچھ ہونے والا ہے وہ تو بہر حال ہو کر رہتا ہے۔



ایک روپے میں وزارت، دو روپے میں بادشاہی

ایک روز ارشاد ہوا کہ جس زمانہ میں شجاع الدولہ ایران سے چل کر دہلی میں پہنچا تو اس کے پاس سوائے ایک خنجر کے اور کچھ نہ تھا چوک کے بازار میں چلا جاتا تھا کہ ایک دیوانہ ساقی بولا ایک ٹکے میں وزارت اور دو ٹکے میں بادشاہی بکتی ہے جس کو لیتی ہو لے لو، شجاع الدولہ یہ صدا سنکر اپنا خنجر ایک بنے کے پاس لے گیا اور کہا کہ ایک ٹکے میں گرور کھلے اس نے کہا کہ صاحب میں ایسی۔ بیش قیمت چیز ایک ٹکے میں نہیں رکھ سکتا آپ یوں ہی لے جائیے ایک ٹکے اٹھا کر حوالہ کیا اس نے لا کر فقیر کو دیا وہ بولا کہ وزارت مبارک یہاں سے جاتے ہی سنا ہی ملازمت میں داخل ہوا اور کچھ عرصہ کے بعد منصب وزارت پر پہنچ گیا۔ اس کے بعد ارشاد ہوا کہ بھلا ہم پوچھتے ہیں اس فقیر نے سوائے شجاع الدولہ کے اور کوئی دس بارہ آدمی بھی وزیر بادشاہ بنا دئے۔ اصل بات یہ ہے کہ جس کے مقدر میں وزارت تھی اس کے واسطے فقیر کی زبان بھی ہلی۔ اگر کسی دوسرے کے لیے دعا کرتے بھی تو کیا ہوتا۔ ابو جہل کی قسمت میں کفر تھا ہر چند کوشش ہوئی لیکن استدعا رسولؐ بھی مقرون باجابت نہ ہوئی۔ چاک کو تقدیر کے ممکن نہیں کرنا رفو سوزن تدبیر ساری عمر کوستی رہی



نادر شاہ نے قلندر صاحب کا مزار توڑ ڈالا

ایک روز ارشاد ہوا کہ ایک خواجہ سرا بادشاہ دہلی کی طرف سے پانی پت کا عامل منفر ہوا کسی وجہ سے اس نے مبارزن خان کو جو کہ قلندر صاحب کے محبوب تھے طمانچہ مارا یہ خیر قلندر صاحب کو پہنچی آپ نے ناراض ہو کر شاہ دہلی کو یہ رقعہ لکھا۔
 شخہ دہلی را اعلام آنکہ پس دریدہ پیش بریدہ ناحق طمانچہ بر روئے درویش کشیدہ

چنانچہ فریادش باسماں رسیدہ یا بچالیش دیکری بفرست ورنہ بجائے تو دیگرے رسیدہ بادشاہ یہ رقعہ پڑھ کر ڈر گیا اور فوراً اس کے بجائے دوسرا عامل تبدیل کر دیا لیکن جو مرضی الہی ہوتی ہے اس میں کوئی پیر یا پیغمبر دم نہیں مار سکتا۔ جب نادر شاہ وارد پانی پت ہو تو اس نے سنا کہ قلندر صاحب کے مزار پر کئی من چاندی کا کثیر الگا ہوا ہے زیارت کے بہانہ سے آیا اور کثیر اکھڑوا کر لے گیا اس کو گمان گذرا کہ شاید قبر شریف بھی چاندی کی ہے ایک ہاتھی تلوار کا مارا غلاف کٹ گیا قبر پر خط پڑا چنانچہ اب تک نشان موجود ہے اس غارت گری کے بعد نادر شاہ نے کہا کہ قلندر پہلے تو قلندر نہ تھا مگر اب میں نے قلندر بنا دیا اس بات کو سن کر حاضرین مجلس میں سے ایک شخص بولا کہ حضرت اس گستاخی کی سزا قلندر صاحب نے نادر شاہ کو کچھ نہ دی آپ نے فرمایا کہ خلاف مشیت ایزدی کوئی کچھ نہیں کر سکتا دیکھو کر بلا میں کیا معرکہ گذرا پیغمبر خدا صلعم اور علی مرتضیٰ کے نور چشم و لخت جگر کا گلا کاٹا گیا مگر تقدیر الہی میں کچھ دخل نہ دے سکے پھر قلندر صاحب نادر شاہ کو کیا سزا دیتے حکم الہی اسی طور سے صادر ہو چکا تھا اگر مرضی خدا نہ ہوتی تو جس بادشاہ کے نام رقعہ لکھا تھا اس کے حق میں بھی کچھ نہ کر سکتے۔



پپیل کا درخت نہ کاٹ ایک اشرفی روزانہ لے

ایک روز ارشاد ہوا کسی مقام میں ایک درخت پپیل کا تھا اکثر لوگ اس کی پرستش کیا کرتے تھے ایک مرد متقی کو بڑا معلوم ہوا رات کے وقت کلہاڑا لے کر کاٹنے کو جا چڑھا اس نے ایک دو ہاتھ مارے تھے کہ ایک خوبصورت عورت نظر آئی اور کہا کہ تو یہ خیال چھوڑ دے ایک اشرفی روز لے لیا کروہ متقی دام طمع میں پھنس گیا اور ایک اشرفی گرہ میں پانندہ وہاں سے چل دیا۔ دوسرے دن اشرفی لینے آیا تو وہاں کچھ نہ پایا پھر کلہاڑا سنبھالا اور کاٹنے کا ارادہ کیا تو آواز آئی کہ خبردار تیری گردن توڑ دی جائیگی اگت پتا بھی توڑا پوچھا کیوں کہا کہ جب تو تیری نیت خالصاً اللہ تھی اور اب اشرفی کے لالچ سے تو نے یہ ارادہ کیا ہے جا اپنی راہ لے ورنہ

مارا جائے گا میں جن ہوں ۔
 طمع راسہ حرف است دہرہ تہی ازاں نیست مر مطعان راہی



تلوار لے کر برہمن کو کاٹ ڈالا

ایک روز ارشاد ہوا کہ لاہور میں ایک مسلمان راجہ رنجیت سنگھ کا ملازم تھا وہ حضرت غوث الاعظم کی گیارہویں کیا کرتا تھا ایک سال ایسا اتفاق ہوا کہ اس کو کچھ میسر نہ آیا ناچار گائے جو اس نے پال رکھی تھی ذبح کر ڈالی اور فاتحہ کے لیے کھانا پکایا۔ ایک ہمسایہ برہمن ہجوم دیکھ کر تاڑ گیا اور اس کو آ کر دھمکایا کہ تو نے گائے ذبح کی ہے راجہ کو خبر دیتا ہوں اس نے بہت منت سماجت کی کہ میں نے عالم مجبوری میں یہ کام کیا ہے اور خیر اب تو مجھ سے خطا ہوگئی تو معاف کر کچھ تو ہمسائیگی کا لحاظ کر تیرے ہاتھ کیا آئے گا میں مفت میں مارا جاؤں گا۔ اس برہمن نے ایک نہ سنی اور کہا کہ میں ضرور تجھ کو سزا دلاؤں گا ابدر بار میں جا کر دوہائی دیتا ہوں جب اس نے دیکھا کہ دشمن کسی طرح نرم نہیں ہوتا کسی بہانہ سے اس کو الگ لے گیا اور ایک ہاتھ تلوار کا ایسا چھوڑا کہ برہمن کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ جب آدھی رات ڈھلی تو اس کی لاش کو گٹھری میں باندھ دریاے روای میں پھینکنے کے لیے چلا اتفاق سے رات بہت تھی دروازہ شہر پر پہرہ والوں نے روکا کہ کون جاتا ہے جواب دیا کہ دھوبی ہوں ان کو شک ہوا کہ گٹھری ٹٹولی تو آدمی کی لاش معلوم ہوئی فوراً گرفتار کر لیا اور صبح کو راجہ کے سامنے پیش کیا اظہار کے وقت راجہ نے کہا کہ ہم کوچ پسند ہے جو سچی بات ہے بیان کرو اس نے کہا کہ صاحب خیر جو ہو سو ہو میں بھی سچ سچ کہہ دیتا ہوں آئندہ آپ کو اختیار ہے جو سزا چاہے دیجئے یہ کہہ کر تمام ماجرا راست راست بیان کر دیا راجہ بولا کہ اس کیفیت کے سننے سے ہمارے دل کو یقین حاصل ہو گیا۔ درحقیقت تیرا اظہار ٹھیک ہے۔ تو نے سچ بات ظاہر کر دی اور ہم بھی سچ ہی کے طالب ہیں جا تیرا قصور معاف کیا۔ یہ برہمن اسی قابل تھا کیوں کہ اس نے حق ہمسائیگی

اور تیری منت و عاجزی کا کچھ پاس و لحاظ نہ کیا۔



گائے کی قربانی سے باز نہ آیا

ایک روز ارشاد ہوا کہ ایک سید صاحب راجہ بھرتپور کے ہاں سواروں میں نوکر تھے عیدالضحیٰ کے روز سید نے گائے قربان کی کسی مخبر نے راجہ کو خبر دی پکڑے گئے حکم ہوا کہ کل صبح کو توپ سے باندھ کر اڑا دو۔ غریب سید نے حوالات میں دیوان حافظ منگا کر فال دیکھی تو یہ مصرع برآمد ہوا:

مردے از غیب برون آید و کارے بکند

خیال کیا کہ ایسا کون غیب سے آئے گا جو مجھ کو موت کے پنجے سے چھڑائے گا خدا کی شان نصف شب کے بعد راجہ کے گھر لڑکا پیدا ہوا صبح دم سید کے قتل کی خبر مشہور ہوئی شدہ شدہ رانی کے کان میں بھی اس کی بھنک پڑی اس نے جلدی سے راجہ صاحب کو بلوا کر کہا کہ خدا نے اپنے فضل و کرم سے یہ ایسا مبارک دن ہم کو دکھلایا ہے کہ جس کا شکر ہم سے ادا نہیں ہو سکتا اگر آج تمام خزانہ خالی کر دیں اور سارے قیدیوں کو اس خوشی میں رہائی دیں تو بھی کم ہے لیکن بڑے حیف کی بات ہے کہ آج کے دن آدمی کی ہتیا ہوا اور اشرف المخلوقات ایک حیوان کے بدلے میں مارا جائے یہ بد شگون اور ناشکری تو ہرگز مناسب نہیں راجہ نے اسی دم سوار دوڑا دیئے اور سید کو بلا کر فہمائش کی کہ جاؤ پھر ایسا نہ کرنا جب اگلے برس عیدالضحیٰ آئی تو سید صاحب نے پھر گائے ذبح کی پکڑے گئے اور مثل سابق حکم قتل صادر ہوا۔ پھر فال دیکھی وہ ہی مصرع برآمد ہوا۔ اب سید کو انتظار ہوا کہ دیکھئے اب کی دفعہ کون آتا ہے اور ہم کو رہائی دلاتا ہے۔ قدرت خدا اسی شب کو نواب لکھنؤ بھرتپور میں داخل ہوئے یہ ماجرا سنا اور راجہ سے کہلا بھیجا کہ بات مناسب نہیں کہ حیوان کے بدلے انسان کا قتل ہو خیر تمہارے سواروں میں ایک گستاخ بھی سہی مگر یہ شخص بڑا بہادر معلوم ہوتا ہے اس کی قدر کرو شاید کسی وقت کام آئے

اور اس کے جوہر کھلیں۔ راجہ نے خون معاف کیا اور سید سے کہا کہ جاؤ تم کو عید کے دن کی قربانی معاف ہے پھر جو عید آئی تو سید صاحب نے گائے کی قربانی نہ کی۔ راجہ نے بلا کر سب پوچھا کہا کہ جب آپ نے نفسانیت اور ضد چھوڑ دی تو میں نے بھی انسانیت اختیار کر لی۔ یہ بات راجہ کو پسند آئی اُس کو اپنے محلات کا داروغہ مقرر کیا اور معتمدین میں داخل فرمایا جب بھرتپور پر جنگ ہوئی تو وہ سید بھی ایک حصہ لشکر کا سردار تھا نہایت جواں مردی سے لڑا اور جب تک زندہ رہا بھرت پور فتح نہ ہونے دیا آخر کار جب توپ کے گولہ سے اڑ گیا تو قلعہ بھی فتح ہو گیا۔ حقیقت میں بڑا بہادر آدمی تھا۔



لڑکا چڑی مار اور لڑکی طوائف ہوگی

ایک روز کسی شخص نے خدمت مبارک میں عرض کیا کہ حضرت جب یہ قاعدہ مسلم ٹھہرا کر ہر امر و ابستہ تقدیر الہی ہے تو پیر و مرشد کی کیا ضرورت ہے اور وہ معاملات مقدر میں کیا تصرف کر سکتا ہے اس وقت ارشاد ہوا کہ یہ تو بجا اور درست ہے کہ پیر تقدیر میں کچھ تغیر نہیں کر سکتا لیکن پیر باخبر کی تدبیر بھی موافق تقدیر ہوتی ہے اور طالب کو غایت تقدیر تک پہنچا دیتا ہے چنانچہ

نقل ہے کہ کسی شہر میں ایک بڑا امیر کبیر تھا اس کے مکان پر ایک بزرگ رہا کرتے تھے امیر کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا اس بزرگ نے فرشتہ تقدیر سے اس لڑکے کا مقدر دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ ایک گھوڑا ہمیشہ اس کے تھان پر رہا کرے گا۔ پھر اس امیر کے گھر دوسرا لڑکا پیدا ہوا تو معلوم ہوا کہ یہ چڑی مار ہوگا پھر اس کے گھر ایک لڑکی پیدا ہوئی اس کا حال منکشف ہوا کہ یہ بیوہ ہوگی بازار میں بیٹھے گی اور ہر شب ایک مرد اس کے پاس رہا کرے گا وہ فقیر وہاں سے چلا گیا اور ایک مدت کے بعد اس شہر میں آیا اور اس امیر کا حال دریافت کیا۔ معلوم ہوا کہ سب کارخانہ درہم برہم ہو گئے ہیں ایک لڑکا تو سواروں میں پانچ

روپے کا نوکر ہے اور دوسرا لڑکا چڑی کا پیشہ کرتا ہے اور اس کی لڑکی بازار میں بیٹھ گئی ہے وہ فقیر یہی حال سن کر بڑے لڑکے کے پاس گیا اگرچہ خود محتاج تھا مگر فقیر کی خدمت نان خشک سے کرتا رہا چند روز کے بعد فقیر نے ہدایت کی تو نوکری چھوڑ دے اور گھوڑا اپنا بیچ ڈال اس کو طرح طرح کے خیال پیدا ہوئے لیکن فقیر کا معتقد ہو گیا تھا ایسا ہی کیا گھوڑا اچھے داموں کو بکا۔ اگلے دن باجارت درویش ایک کم قیمت کا ٹوخریدا اور بیچ ڈالا یہ ہی کام کرتا رہا چند روز میں مالا مال ہو گیا فقیر نے کہا بس تم یہی کام کرو تمہارا تھان گھوڑے سے خالی نہ رہے گا روز خریدو اور بیچو اب ہم جاتے ہیں پھر دوسرے لڑکے یعنی چڑی مار کے گھر گیا اس کی کیفیت دریافت کی اور کہا کہ جب شکار کے لیے جاؤ ہم کو ساتھ لے چلو دوسرے روز دونوں جنگل میں پہنچے اور جال لگا دیا فقیر نے کہا کہ جب تک شاہ باز تیرے جال میں نہ آئے کھینچو مت وہ بولا کہ حضرت بھلا میری تقدیر ایسی کہاں دو آ نہ روز بھی مل جاویں تو غنیمت ہیں۔ فقیر نے سمجھایا کہ خیر تو دیکھ تو سہی غرض بہت سے جانور آئے اور نکل گئے وہ چپ بیٹھا رہا آخر شام کے وقت ایک شہباز جال میں آ ہی پھنسا۔ چڑی مار نہایت خوش ہوا اور سو روپیہ کو وہ جانور بیچا۔ فقیر نے کہا کہ یہ میری بات یاد رکھ جب تک شہباز ہی تیرے جال میں نہ پھنسے دوسرے جانور کونہ پکڑنا۔ چند روز میں وہ بھی اس طریقہ سے خوش حال اور دولت مند ہو گیا اس کے بعد وہ بیسوا عورت کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ آج یہ کام کر جب تک کوئی سو روپیہ ایک شب کے تجھ کو نہ دے اس کے پاس مت جاوہ بولی میاں صاحب میری دو آنہ کی اوقات چھوٹا منہ بڑی بات بھلا مجھ کو سو روپیہ والا کیوں پوچھے گا۔ فقیر نے کہا کہ خیر اس کا تجربہ کر دیا اس نے تعمیل حکم کی اور جو خواہش مند آیا اس سے سو روپیہ مانگے۔ لوگوں نے کہا کہ تیری عقل ماری گئی ہے آخر آدھی رات کے قریب کوئی امیر آنکھوں کا اندھا گانٹھ کا پورا آ ہی پھنسا

مرد مفلس را خدا زرمی دہد قبحہ زن راہر شبلے نرمی دہد
بے گس ہرگز نما ند عسکوت رزق را روزی رسان پرمی دہد
چند روز میں وہ عورت بھی مالدار ہو گئی فقیر نے وصیت کی کہ سو روپیہ سے کم قبول نہ

کیا کرتے تھے کو کوئی نہ کوئی مل ہی جایا کرے گا وہ بولی کہ حضرت آپ تو بزرگ آدمی ہیں کچھ ایسی ہمت اور دعا کیوں نہیں فرماتے کہ میں ان افعال شنیعہ کی علت سے پاک و صاف ہو جاؤں انہوں نے جواب دیا کہ سنو صاحب ہم تقدیر شکن نہیں ہیں یہ تو جو کچھ ہو رہا ہے مٹ نہیں سکتا اگر خدا کی طرف توجہ ہے تو اسی حال میں وہ بھی سہی یہ کہہ کر رخصت ہو گئے۔

البتہ پیر باخبر نے ہر ایک کو تحصیل دولت و مال کی ہدایت اسی راہ سے کی جو اس کے لیے مقدر تھا پس تقدیر کا بدل دینا پیر کا کام نہیں بلکہ پیر دانا طالب کو اسی راہ سے منزل مقصود کی رہنمائی کرتا ہے جو اس کے لیے مقدر مقسوم ہے۔



ایک چڑیل آتی اور دو روپے روزانہ دے جاتی

جس زمانہ میں ہم حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب سے پڑھتے تھے تو ایک طالب علم تھا نہایت پاکیزہ صورت اُس کے پاس ایک چڑیل حسین عورت بن کر آیا کرتی اور دو روپیہ ہر شب کو دے جاتی اور تمام رات اس کے پاس رہتی ایک رات دونوں ایک چار پائی پر تھے اور چراغ دس گز کے فاصلہ پر جل رہا تھا۔ طالب علم نے اس سے کہا کہ جا چراغ گل کر دے اس نے وہیں سے ہاتھ بڑھا کر چراغ بجھا دیا۔ یہ کیفیت دیکھ کر طالب علم سہم گیا۔ عورت بھی تاڑ گئی بہت کچھ اس کی تسلی و تشفی کی اور کہا کہ میں تجھ پر عاشق ہوں تو کسی قسم کا اندیشہ نہ کر خیر بصد مشکل رات بسر کی اور صبح کو یہ ماجرا شاہ صاحب کی خدمت میں عرض کیا۔ حضرت نے ایک تعویذ لکھ کر اس کے بازو پر باندھ دیا رات ہوئی تو وہ عورت حسب عادت آئی مگر دور کھڑی رہی اور اس سے کہا کہ میں نے تیرے ساتھ کیا برائی کی تھی جو تو ایسا ظلم مجھ پر کرتا ہے یہ تعویذ کھول ڈال اب میں چار روپیہ روز دیا کروں گی لیکن اس نے تعویذ نہ کھولا آخر وہ چلی گئی۔



خواب میں رسولِ خدا کی زیارت

ایک روز ارشاد ہوا کہ سید حسن رسول نما صاحب علیہ الرحمۃ کی بی بی صاحبہ نے ایک روز کہا کہ لوگوں کو حضرت رسول خدا صلعم کی زیارت تم کرا دیتے ہو میں چاہتی ہوں کہ یہ سعادت مجھ کو بھی نصیب ہو فرمایا کہ آج تم نہاؤ اور اچھی پوشاک پہن کر دلہن کی طرح خوب بناؤ سنگار کرو انہوں نے حسب ایما تعمیل کی اتنے میں اُس نیک بخت بی بی کے بھائی تشریف لائے سید حسن صاحب نے کہا کہ میاں ذرا اپنی بہن کو سمجھاؤ دیکھو بڑھاپے میں کیا بناؤ سنگار کیا ہے میں تو بوڑھا ہو گیا اب کیا دوسرا خصم کرے گی وہ جا کر دیکھتے ہیں تو فی الحقیقت نہایت سچ دھج سے دلہن بنی بیٹھی ہے۔ کہا کہ اے بہن تم پر کیا پتھر پڑ گئے یہ کیا سوانگ بنایا ہے بھائی سچ فرماتے ہیں کیا تم کو اس بڑھاپے میں دوسرے خاوند کی ہوس ہے یہ بات سننے ہی اس نیک بخت بی بی نے چوڑیاں توڑ دیں کپڑے پھاڑ ڈالے اور رو رو کے اپنا بُرا حال کیا کہ اس بڑھے نے مجھ سے تو کیا کہا اور بھائی سے کیا کہہ دیا اسی رونے پینے اور غم و غصہ کی حالت میں آنکھ لگ گئی اور آں حضرت صلعم کی زیارت سے مشرف ہوئیں انھیں تو نہایت بشاش و ہشاش انھیں سید صاحب سے پوچھا کہ یہ کیا بھید تھا آپ نے فرمایا کہ تیرے دل میں غرور تھا تو مجھ کو حقیر جانتی تھی جب وہ جاتا رہا اور سوز و گداز تیرے دل میں پیدا ہوا تو زیارت ہو گئی۔ غرض یہ ہے کہ طالب جب تک انانیت سے نہیں دراصل مطلوب نہیں ہوتا۔

نیست از خود شوکہ تایابی نجات چون تو بر خیزی نشید حق نجات



لا الہ الا اللہ شبلی رسول اللہ

ایک روز ارشاد ہوا کہ حضرت ابو بکر شبلی علیہ الرحمۃ کی خدمت میں دو شخص بارادہ بیعت حاضر ہوئے ان میں سے ایک کو فرمایا کہ کہو لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ شِبْلِي رَسُولُ اللَّهِ ط اس نے کہا! جی لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ ۝ آپ نے بھی یہی کلمہ پڑھا اس نے پوچھا کہ آپ نے لا حول کیوں پڑھی آپ نے استفسار کیا کہ تم نے کیوں پڑھی بولا کہ میں نے تو اس واسطے پڑھی کہ ایسے بے شرع کے پاس مرید ہونے آیا آپ نے فرمایا کہ ہم نے اس لیے پڑھی کہ ایسے جاہل کے سامنے راز کی بات کہہ دو اس کے بعد دوسرے شخص کو بلایا اور فرمایا کہ کہو لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ شِبْلِي رَسُولُ اللَّهِ ۔ اس نے جواب دیا کہ حضرت میں تو آپ کو کچھ اور ہی سمجھ کے آیا تھا آپ تو ورے ہی گر پڑے رسالت ہی پر قاعدت کی آپ نے ہنس کر فرمایا کہ اچھا تم کو تعلیم کریں گے پس ہر شخص کا فہم و حوصلہ جدا ہوتا ہے ورنہ بات ایک ہی تھی جو ایک کے دل میں نہ سمائی اور انکار پیدا کیا دوسرے کا حوصلہ اس بات سے بھی اعلیٰ تھا۔ حضرت شبلی کا یہ مطلب نہ تھا جو شخص ظاہر میں نے سمجھا۔ بات یہ تھی کہ جو شخص تعلیم و تلقین اور ہدایت و ارشاد کرتا ہے طالب کے لیے وہی رسول ہے اور رسالت الہی کا کام انجام دیتا ہے۔

ایک روز یہ شعر خواجہ نقشبند علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہوا ۔

اول ما آخر ہر منتہی آخر ما جیب تمنا تھی!!
 رقم نے یہ شعر سن کر کہا کہ اگر حضور معاف ہو تو کچھ عرض کروں فرمایا اچھا کہو میں نے عرض کیا کہ یہ تو خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے حضور ہی کی شان میں پیشین گوئی فرمائی ہے۔ کیونکہ یہاں ابتداء ہی سے طالب کو تعلیم توحید ہوتی اب آگے بحر حبیب تمنا تھی اور کیا ہے جو بات سیر و سلوک کا مرکز و منہا ہے وہ یہاں کی ابتداء ہے فرمایا کہ ہم کو ایک بات یاد آئی بہ مقام

پیران کلیں مخدوم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر ہم مقیم تھے ایک دفعہ نماز مغرب کے وقت چند آدمی جمع ہوئے حسب اتفاق ایک خاں صاحب نے ایک جولاہہ کو جو بڑا سا عمامہ باندھے کھڑا تھا امام بنا دیا اس کے اوسان کچھ ایسے خطا ہوئے بغیر ضم فاتحہ اول ہی سے قُلْ هُوَ اللَّهُ شروع کر دی پٹھان کو جو غصہ آیا تو نیت توڑ کر بولے کہ اب جولاہے قل هو اللہ تو نے پہلے پڑھ دی اب آگے (ایسی تیسری) ضم کرے گا جب کہ ابتدا ہی سے تعلیم تو حید ہوئی تو اب آگے یہاں کیا مراد ہے جس کو سالک طے کرے نہ کوئی منزل ہے نہ مقام نہ کشف نہ کرامت نہ آثار و اطوار نہ ذکر نہ فکر تو حید ہے یا فناہ اگر چہ طالب کے لیے تو حید زہر ہے۔ مگر ہم کو تو اور سب بکھیرا معلوم ہوتا ہے۔ ہر چہ بر خود نہ پسندی بر دیگران پسند غرض تو ہر منتہی و مبتدی کی تَطْهِيرُ الْقَلْبِ عَنْ مَا سِوَا اللَّهِ ہے پھر کیا ضرورت ہے کہ پس پشت ہاتھ گھما کر بڑے ہیر پھیر سے ناک کو بتائے سیدھا ناک ہی پر ہاتھ کیوں نہ رکھے اور مقام تو حید اصطلاح صوفیہ میں وہ ویران (اجاڑگانو) کہلاتا ہے۔ چنانچہ مولانا روم فرماتے ہیں :-

عاشقاں را ہر نفس سوزیدنی است برودہ ویران اخراج و عشر نیست
پس کوئی بر لا مسافر ہوا ہے جو اجاڑ گاؤں میں ٹھہرے ورنہ یہاں کسی کا جی لگتا ہے
ہر چند کو بحسب تقات مراتب تمام کا ملین پر حالت تو حید گذری ہے مگر ایسے بہت کم ہیں۔
جنہوں نے جھونپڑی ڈال دی ہو۔

سب سے بیگانہ ہے اے یار شناسا تیرا حور پر آنکھ نہ ڈالے کبھی شیدا تیرا
ایک روز ارشاد ہوا کہ آدمی جس خیال میں مرے گا اسی خیال میں قیامت کے
روز اٹھے گا۔

مپندارائیکہ مہرت ازدل عاشق رود ہرگز چومیر دبئلا میرد چو خیز دبئلا خیزد!!
چو بعد از مرگ من بنی گیا برگور من رستہ نوشتہ نام آنجانان بہر برگ گیا خیزد



لاؤ میرا گھوڑا اور جوڑا

ایک بہرو پیا تھا ہمیشہ نیا بہرو پ بنا کر بادشاہ کے رو برو جاتا۔ تاکہ دھوکہ دے کر انعام لے لیکن بادشاہ کبھی اس کے داؤں میں نہ آتا۔

بہر رنگے کہ خواہی جامہ در پوش من از رفتار پایت سے شام!

ناچار ہو کر بہرو پیا ایک جوگی کے پاس گیا اور کپالی چڑھانی سیکھی یعنی جس دم پھر جوگی بن کر اپنے شہر کے سواد میں آن کر ٹھہرا اور ایک مختصر سا گنبد بنایا اور چند چیلے جمع کئے اور حسب معمول جوگیہ جس دم کر کے۔ بیٹھ گیا گنبد کا دروازہ تیغا کر دیا اس خیال سے بادشاہ وقت یہ خبر سن کر کہ ایک فقیر اتنی مدت سے مکان میں بند ہے یہاں آئے گا اور مکان کھلوائے گا تو پھر زندہ ہو جاؤں گا اور اس سے انعام لوں گا خدا کی قدرت چند روز میں ایک انقلاب عظیم واقع ہوا نہ وہ بادشاہ رہا نہ وہ سلطنت شہر بھی تاراج ویر باد ہو گیا جوگی کے چیلے بھی بھاگ گئے اور گنبد ویسا ہی در بند پڑا رہا دو صدی کے بعد جب اس شہر میں پھر رونق اور آبادی ہوئی تو کسی شخص نے اس گنبد کو مسمار کر آیا دیکھا کہ ایک آدمی صحیح و سالم مراتب بیٹھا ہے لوگوں کا ہجوم ہو گیا اتنے میں ایک جوگی آ گیا اس نے پہچان لیا اور اپنے قاعدہ کے موافق اس کا علاج کیا روح نے تمام بدن میں سرایت کی ہوش و حواس درست ہو گئے اٹھ بیٹھا اور بولا کہ لائو میرا گھوڑا اور جوڑا لوگ متحیر ہوئے کہ الہی اس شخص کو یہ ہدیہ کیا ہے یا خفقان ہے خدا جانے کیا بلتا ہے اس سے کیفیت دریافت کی تو تمام ماجرا اپنا بیان کیا کہ صرف گھوڑے جوڑے کی غرض سے میں نے یہ عمل فلاں بادشاہ کے عہد میں کیا تھا اب بیدار ہو شیار ہوا تو وہی خیال رہا کہ بادشاہ نے مجھ کو اٹھایا ہے۔ غرض یہ ہے کہ جو اعمال و افعال و درود و وظائف یا ریاضت و محنت طالب و سالک کرتا ہے اس کا اثر بیشک مترتب ہوتا ہے۔ لیکن جب تک تصفیہ ماسوا اللہ نہیں سب بے سود ہیں کیوں کہ ان آثار و اطوار میں بھی وہی

سو جھے گا جو دل میں بسا ہوا ہے گناہوں کے خوف زدہ نجات طلب کریں گے اور ثواب کے امیدوار بہشت کا دم بھریں گے۔ غرض جو جس کا خیال ہے وہی رہے گا۔



محمود غزنوی چوروں کا شریک بن گیا

سلطان محمود غزنوی کی اکثر یہ عادت تھی کہ رات کو لباس تبدیل کر کے شہر میں پھرا کرتا، ایک شب ایسا اتفاق ہوا کہ ایک ویرانہ میں چار آدمی نظر پڑے بادشاہ نے پوچھا کہ تم کون ہو انہوں نے جواب دیا کہ ہم چور ہیں اس نے کہا میں بھی چور ہوں، صلاح ٹھہری کہ چلو آج بادشاہی محل میں چوری کریں سلطان نے کہا کہ اپنے اپنے اوصاف بیان کرو ایک چور بولا کہ میں جانوروں کی بولی سمجھتا ہوں دوسرے نے کہا میں قوت شامہ سے خزانہ کی جگہ معلوم کر لیتا ہوں تیسرے نے کہا کہ میں بغیر کنجی قفل کھول لیتا ہوں چوتھے نے کہا کہ میں جس شخص کو شب تاریک میں دیکھ لوں تو لاکھوں میں پہچان سکتا ہوں اب سلطان کی باری آئی یہ بولے کہ مجھ میں یہ کمال ہے کہ اگر مجرم کو پھانسی ملتی ہو اور کہ بھائی تیرا کمال سب سے بڑھ کر ہے جب تو ہمارے ساتھ ہے تو پھر کیا خوف ہے پانچوں آدمی شاہی محل کی طرف چلے راہ میں ایک کتا بولا بادشاہ نے پوچھا کہ یہ کتا کیا کہتا ہے پہلا شخص بولا کہ کتا یوں کہتا ہے کہ تم میں ایک بادشاہ ہے بادشاہ نے پوچھا کہ بھلا ہم میں سے کس کو بادشاہ بتلاتا ہے اس نے کہا کہ بس اتنا ہی کہہ کر چپ ہو گیا پھر محل کے اندر پہنچے ایک نے خزانہ پہچانا، ایک نے بغیر کنجی قفل کھولا مال لے کر اپنے گھر جانے لگے اس وقت بادشاہ نے نام و نشان سب کا پوچھ لیا صبح کو شور و غل ہوا کہ بادشاہی خزانہ میں چوری ہو گئی بادشاہ نے ان چاروں چوروں کو گرفتار کرنا کرنا حکم دیا اور حکم دیا کہ ہمارے سامنے مت لاؤ۔ سولی دینے کے واسطے لے جاؤ مگر جب تک ہم حکم نہ دیں سولی نہ دینا جب وہ چر زبرداری پہنچے تو آپس میں کہا کہ ہمارا پانچواں یار کہاں ہے کہ ایک بولا کہ میاں رات کتے نے خبر دی تھی شاید کہ وہ بادشاہ ہو چوتھے چور نے کہا کہ

اگر رات میں بادشاہ تھا تو میں اس وقت ضرور پہچان لوں گا۔ یہ گفتگو کر کے سر مہنگان شاہی سے کہا کہ خیر سولی تو ہمارے لیے تیار ہے۔ ایک دفعہ ہم کو بادشاہ کے روبرو لے چلو یہ اطلاع حضور سلطان میں دی گئی حکم دیا کہ اچھا بلاؤ جب سامنے گئے تو جس چور میں یہ کمال تھا وہ بولا کہ حضور ہم چاروں کے اوصاف تو ظاہر ہو چکے اب آپ کا سر کس وقت ہلے گا کہ یہ چار مجرم سزائے دار سے رہائی پاویں۔

جو کچھ کیا سو تین کیا اور میں نے کیا کچھ ناہے۔ تجھ بن میں نے کیا کیا کہ تو بھی تھا مجھ مانہہ آپ کے ہاتھوں میں سزا کا کام ہے آپ کرتے ہیں جہاں کا نام ہے اس وقت بادشاہ کو ہنسی آگئی اور سب چوروں کو رہا کر دیا۔



گتے کا پلاؤ اور شراب کی بوتل

ایک روز ارشاد ہوا کہ کروڑوں میں کسی ایک کو فقیر حاصل ہوتا ہے اور جب حاصل ہو گیا تو پھر کسی طور سے زائل نہیں ہو سکتا چنانچہ نقل ہے کہ غوث بہاوالحق زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ ایک روز بالا خانہ پر تشریف رکھتے تھے زریواریار شور و غل مچا معلوم ہوا کہ کوئی آدمی کنوئیں میں گر پڑا ہے آپ نے عرفہ میں سے ہاتھ بڑھا کر اس غریق کو تہ چاہ سے نکال کر باہر کھڑا کر دیا ایک فقیر شکستہ حال جو مردان خدا میں سے تھا اس طرف سے گذرا کیفیت صدور کرامت ملاحظہ کی اور کہا کہ صاحبزادہ یہ تو بازیچہ اطفال ہے اگر سیکھنا ہے تو فقیر سیکھو آپ بام خانہ سے اترے اور فقیر صاحب سے جا کر ملے پوچھا کہ فقیر کیا چیز ہے انہوں نے جواب دیا کہ صاحبزادہ فقیر وہ شے ہے کہ نہ حرام سے جاوے نہ زنا سے بگڑے نہ شراب سے خراب ہونہ چوری سے زائل کوئی اس کو مٹا نہیں سکتا وہ بے زوال اور پائیدار چیز ہے آپ خاموش ہو کر چلے گئے اور خیال کیا کہ اس شخص کا امتحان کرنا چاہیے کہ اپنے کام میں پکا اور بات کا پورا ہے یا نہیں اور اس کا قول مطابق نقل ہے یا صرف دعویٰ ہی دعویٰ ہے یہ سوچ کر ایک پلے گتے

کاؤنچ کیا اس کا تو پلاؤ دم کرایا اور اپنی کنیر کو لباس فاخرہ پہنا کر سمجھا دیا کہ تو پھر پھر مت کچھو اور ایک بوتل شراب کی دی اور کہا کہ جافلاں مقام پر ایک فقیر صاحب ہیں ان سے کہہ کہ یہ سامان دعوت آپ کی خدمت میں ارسال کیا ہے وہ تو جانتے ہی تھے کہ یہ امتحانی ضیافت ہے پہلے تو شراب نوش کی پھر اس کنیر کی بانگی دیکھی پھر پلاؤ چٹ کیا اور کہلا بھیجا کہ اُن ڈھکوسلوں سے کیا ہوتا ہے۔

اون استوکی وارنی جنکے پورن منت بھگت نچ پلٹی نہیں جی جگہ جائیں انت
 نچ او تم پر سرت سے کیا کرے کسنگ بکھ چندن لاگی نہیں جو لپٹی رہے بھونگ
 (۱) یعنی ان مردوں کے قربان جائیے کہ جن کے قلب سلیم ہیں بیخ فقیر کا
 ہرگز خراب نہیں ہوتا اگرچہ جہان الٹ پلٹ ہو جائے (۱۲) (۲) یعنی برا آدمی نیکوں
 سے کچھ بُرا نہیں کر سکتا جیسے درخت صندل کو زہر کچھ اثر نہیں کرتا باوجودیکہ سانپ لپٹے رہتے
 ہیں۔ (۱۲)

کنیر نے جا کر تمام کیفیت بیان کی جب تو حیرت میں آئے اگلے دن گھوڑے پر سوار ہوان کی ملاقات کو چلے راہ میں ایک ندی تھی جب بیچ دھار میں پہنچے تو گھوڑے نے لید اور پیشاب کیا اس کنارہ سے فقیر ہمہ نوش لاکارا کہ دیکھو صاحبزادے کیوں دریا ناپاک کرتے ہو یہ بولے کہ واہ حضرت بھلا کہیں لید و پیشاب سے دریا ناپاک ہوتا ہے۔ شاید آپ مسائل فقہ سے بھی واقف نہیں ہیں مرد فقیر ہنسا اور کہا سبحان اللہ آپ بھی خوب فقیہ ہیں کہ ذرا سی ندی تو لید پیشاب سے گندہ نہ ہو اور معرفت الہی کا بحر ناپیدا کنار جس کی ابتداء نہ انتہا پلہ کے پلاؤ اور سراب و کنیرک سے ناپاک ہو جاوے حضرت بہاء الحق سمجھ گئے کہ حقیقت میں کشف و کرامت اور چیز ہے اور فقیر دوسری شے ہے۔

فقیر حق ست نہ حق ازوی خدا فقیر لایحتاج باشد از خدا!!
 از روئے ارادت فقیر کی خدمت میں حاضر ہوئے انہوں نے فرمایا کہ یہ چلے اور چلے اور جو مدت العمر سے آپ کیا کرتے ہیں ان کو ترک کیجئے اور مردان خدا کا طریقہ اختیار فرمائیے اتنی بات کہہ کر چل دیجئے پس فقیری کا حاصل کرنا اور فقیر بننا آسان بات نہیں ہے

بلکہ جب تک تمام مقاصد دین و دنیا اور مراتب و مدارج اور کشف و کرامت کو ترک نہ کرے اور نہ مرادی و ناکامی کے میدان میں قدم نہ رکھے فقیر کی ہوا بھی نہیں لگتی۔

تا ایمان و کفر و کفر ایمان نشود یک بندہ خاص حق مسلمان نشود
تا مدرسہ و منادہ و یران نشود یک کار قلندری بسامان نشود
بڑے بڑے ہوشیار اور علمائے فضیلت شعار اور زاہدان پرہیزگار مراتب و
مدارج اور منازل و مقامات اور کشف و کرامات پر فریفتہ ہو کر فقیر سے رہ جاتے ہیں اور اسی کو
معراج کمال سمجھ کر بیٹھ رہتے ہیں۔

جلیں! گرٹن بڈئیں اوڑ جائیں پرکایا پر دیش کرائیں
اور پرانے من کے جانے چل کر جائیں تھان من مانے
۱۔ (۱) (یعنی جہاں چلے اور جگہ ظاہر ہو گئے اور یہاں دفن ہوئے اور جگہ موجود
ہو گئے یہاں غرق ہوئے دوسری نکل آئے اور یہاں سے اڑ کر دوسرے شہر میں پہنچ گئے یا
دوسرے کے جسم میں چلے گئے یا دوسرے کے دل کا حال معلوم کر لیا یہ مقام ایسا ہے کہ بڑے
بڑے ہوشیار مراتب میں رہ جاتے ہیں جب تک ان کو ترک نہ کرے فقیر محال ہے)

بھولیں چھان چتر اور گیانی انکو تھے بھگت تن جانی
اور اس زمانہ میں فقیری مرید ہوتے ہی حاصل ہو جاتی ہے جہاں رنگین کپڑے
پہنے اور حال کھینے لگے پھر تو کچھ شک و شبہ ہی باقی نہیں رہتا پورے قطب الاقطاب اور غوث
الاعظم اور شیخ المشائخ بن کر آتا خیر من کل امو جو ذات کا دم بھرنے لگتے ہیں۔
معرفت کا رنگ جس کو نا ہوا گيروے کپڑے کئے تو کیا ہوا



کلی ناس سانپ اگر کاٹ لے

ایک روز ارشاد ہوا کہ ایک مقام پر کوئی انگریز خیمہ زن تھا جنگل میں دیکھا کہ سپیروں کا مجمع حال دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ اس مقام پر ایک سوراخ میں کلی ناس سانپ رہتا ہے جس کا یہ خاصہ ہے کہ اگر ایک کو کاٹے تو اس کے تمام خاندان کا ناس ہو جائے اور اس کی پھنکار سے درخت تک جل جاتے ہیں کوئی سپیرا یہاں ایسا نہیں کہ اس کو پکڑ سکے اس واسطے بڑے بڑے افسون گر گرو بنگال سے بلائے گئے۔ اُن کے انتظار میں یہ لوگ پڑے ہیں صاحب نے اُن سے کہا کہ کچھ پرواہ نہیں تم لوگ اس کے سوراخ کے گرد لکڑیوں کا ڈھیر لگا دو اور بین بجاؤ کہ وہ نکلے ایسا ہی کیا گیا سانپ نکلا اور پھنکار ماری تو لکڑیوں میں آگ لگ گئی آگ سے ڈر کر ہر جانب دوڑنے اور پھنکار مارنے لگا اس لیے سب طرف آگ ہی لگ گئی آخر اسی آگ میں جل مٹھن کر خاک ہو گیا اسی کی آگ تھی جس نے لکڑیوں میں سرایت کی اور بھڑک اٹھی اور وہ اپنی ہی آگ سے خوف کرنے لگا یہاں تک کہ جل مرا۔



لا کہتے ہی غائب ہو جاتا تھا

ایک روز ارشاد ہوا کہ ہمارے دوست مولوی محبوب علی صاحب جب زیارت بیت اللہ شریف سے مشرف ہو کر واپس آئے تو انہوں نے کہا کہ ہم بمبئی سے چل کر ایک بستی میں آئے وہاں چند روز رہنے کا اتفاق ہوا شب کو نماز تہجد کے لیے مسجد میں گئے تو دیکھا کہ

مؤذن ذکر میں مشغول ہے جب لاکھینچتا ہے تو غائب ہو جاتا ہے اور اللہ کہتا ہے تو موجود یہ دیکھ کر مجھ کو حیرت ہوئی بعد نماز فجر مسجد سے باہر نکلا تو دیکھا کہ قریب مسجد کے ایک کتخی کا مکان ہے اور اس کے دروازہ پر ایک فقیر لنگوٹ بند بیٹھا ہے۔ مجھ کو دیکھتے ہی بولا کہ مولوی صاحب آپ کو تو بڑا ہی تعجب ہوا خیر کل ہم بھی تماشا دکھائیں گے۔ دوسرے دن میں بوقت تہجد مسجد میں آیا تو وہ فقیر بھی آ موجود ہوا، غسل کیا اور میری چادر باندھ لی پھر نفی اثبات کرنے لگا جب لاکھینچتا تو اس وقت میں اور وہ فقیر اور مسجد سے نفی ہو جاتی تھی بلکہ میرا علم بھی مفقود ہو جاتا تھا اسی طرح دس بارہ ضربیں لگائیں پھر لنگوٹ باندھ کر چل دیئے اور کہا کہ مولوی صاحب اس کو فقیری نہیں یہ تو شعبہ ہے فقیری اور ہی چیز ہے جو زبان پر نہیں آ سکتی۔



خاوند کو مطیع کرنے کے لیے جاو سیکھ ہی لیا

ایک روز ارشاد ہوا کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں ایک عورت تھی جس کو اپنے شوہر سے بدرجہ غایت محبت تھی لیکن شوہر کو نہایت نفرت ہر طرح کی تدبیریں کیں کوئی کارگر نہ ہوئی اس نے سنا کہ مدینہ منورہ میں ایک عورت بڑی ساحرہ ہے ناچار اس کے پاس گئی اور اپنا درد دل ظاہر کیا اس نے کہا کہ اچھا میں تجھ کو سلطان الساحرین کے پاس لیے چلتی ہوں وہ کچھ علاج معقول کر دے گا رات کے وقت دونوں مدینہ طیبہ کے باہر نکلیں دیکھا کہ دو جانور سیاہ رنگ کے کھڑے ہیں دونوں سوار ہو کر روانہ ہوئیں اتفاقاً نانا میں ملک عراق کے اندر چاہ پامل کے کنارے جا اتریں جہاں ہاروت و ماروت آویختہ ہیں۔ جب ساحرہ کنویں کے اندر گئی اور اپنے ساتھ والے کی سفارش کی وہ دونوں سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور کہا کہ بلاؤ عورت گئی اور اپنا تمام حال بیان کیا پہلے تو اس کو سمجھایا کہ تو جادو نہ سیکھ اہل اسلام کو یہ بات زیبا نہیں ہے مگر اس عورت نے اصرار کیا ہاروت و ماروت نے کہا کہ خیر تیری خوشی باہر ایک تنور ہے جا اور اس میں پیشاب کر وہ عورت گئی اور یونہی بیٹھ کر چلی آئی پیشاب نہ کیا واپس آئی تو پوچھا کہ

کیا دیکھا اُس نے دوسری بار بھی ایسا ہی کیا تب فرشتوں نے کہا کہ جب تک پیشاب نہ کرے گی مطلق حاصل نہ ہوگا نا چار تیسری بار اس نے پیشاب کیا اور دیکھا کہ ایک سفید چیز جسم کے اندر سے نکلی اور ایک سیاہ چیز داخل ہوگئی ان سے آن کر یہ کیفیت بیان کی کہا جا اب تو پوری ساحرہ ہوگئی جس طرح گئیں تھیں دونوں رخصت ہو کر واپس چلیں لیکن اس عورت کا تردد نہ گیا۔ پہلی ساحرہ نے پوچھا کہ اب کس لیے پریشان ہے اس نے کہا کہ مجھ کو تشفی و اطمینان کیا خاک ہونہ کوئی جنت نہ منتر نہ پڑہنت نہ تعلیم نہ تلقین میں تو جیسی تھی ویسی ہی اب بھی ہوں۔ اُس نے جواب دیا کہ یہاں پڑھنے پڑھانے کی کچھ حاجت نہیں شاید تجھ کو اپنے سحر آموزی پر یقین نہیں ہو۔ ذرا اس درخت کی طرف جو سامنے ہے بنظر غضب دیکھ اس نے دیکھا تو درخت فی الفور خشک ہو گیا پھر کہا کہ اب بنظر رحمت دیکھ رحمت کی نظر ڈالی تو معاً سر سبز ہو گیا کہا کہ اب بھی تجھ کو یقین آیا نہیں بس تیرے ارادے پر موقوف ہے جو چاہے گی وہ ہو جائے تب اس عورت کو اطمینان ہو گیا گھر میں آئی اور شوہر کو بنظر محبت دیکھا اسی دم مطیع فرمایا ہو گیا ایک روز اظہار محبت کے لیے اپنے شوہر سے یہ تمام ماجرا کہہ دیا کہ تمہارے واسطے ایسی مشقت اٹھائی جا دو سیکھ کر تم کو بس میں کیا اور طرح طرح کہ جادو اور طلسم اس کو دکھلائے وہ شخص نہایت حیران و پریشان ہوا جب صبح ہوئی تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں اس کو لے گیا اور تمام حال اس کا بیان کیا آپ نے غسل کا حکم دیا پھر فرمایا کہ اب کلمہ شہادت پڑھا اس نے کلمہ تو حید پڑھا کچھ معلوم نہ ہوا آپ نے فرمایا کہ نہیں کلمہ شہادت پڑھا غرض تیسری دفعہ اس نے کلمہ شہادت پڑھا اس وقت ایک سیاہ چیز جسم کے اندر سے نکلی اور ایک سفی چیز داخل ہوئی جناب و قبلہ نے فرمایا کہ سبحان اللہ کیا ایمان اور کیا کفر ہے کبھی خارج ہو اور کبھی داخل مگر جاننے والے خوب جانتے ہیں اس میں عجب باریک اسرار ہیں۔



دُعا کر کے ڈوبتے جہاز کو بچا لیا

ایک روز ارشاد ہوا کہ حضرت ابراہیم بن ادھم کا ایک صحرا میں گذر ہوا دیکھا کہ چند اولیاء اللہ مرد میدان تسلیم و رضا اپنے حال میں مستغرق اور مراقبہ میں مصروف ہیں یہ ان کی صحبت کو نسیم سمجھ کر بیٹھ گئے اور مشغول مراقبہ ہوئے اس وقت حضرت ابراہیم ابن ادھم کو ازراہ باطن منکشف ہوا کہ ایک جہاز سمندر کے اندر مبتلائے طوفان ہے اور بادِ مخالف کے جھکولے ایسے لگتے ہیں کہ جہاز قریب غرق ہے اور اہل جہاز غایت عجز و نیاز اور خضوع و خشوع اور گریہ زاری کرتے ہیں ان کی فریاد و واویلا سے شور قیامت برپا ہے یہ کیفیت مشاہدہ کر کے براہِ رحم ان کا جی بھرا آیا اور ازراہ باطن جہاز کی مدد کی اور اس کو صحیح و سلامت طوفان سے نکال دیا۔ اولیاء بزرگ باہم بولے کہ دیکھو یہ فضولی ہم سے کس نے کی سب نے انکار کیا، حضرت ابراہیم بولے کہ صاحبو مجھ کو ایسا رحم آیا کہ زیادہ صبر نہ ہو سکا میں نے یہ کام کیا انہوں نے کہا کہ سنو صاحب سرکار کو تو خود اس جہاز کا بچانا منظور نہ تھا اگر ڈبونا ہوتا تو تمہاری ہمت سے کیا ہو سکتا تھا تم نے دخل دے کر مفت اپنے ذمہ ایک الزام لے لیا ہماری تمہاری صحبت اس نہ آئے گی یہ کہہ کر سب غائب ہو گئے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ زمانہ حضرت ابراہیم ادھم کا ابتدائی تھا ورنہ دُعا نہ کرتے اور یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت ابراہیم ادھم نے ان کو یہ جواب دیا کہ جہاز کا بچانا بھی تو تقدیر الہی میں میری دُعا پر موقوف ہے جو میں نے دُعا کی ورنہ میں دُعا کب کرتا۔



اولیاء اللہ کا قتل۔ بغداد کی بربادی

ایک روز ارشاد ہوا کہ حضرت نجم الدین کبریٰ رحمۃ اللہ علیہ کا ایک عزیز خلیفہ تھا جو خلیفہ بغداد کا پیر تھا ایک روز مجمع عام میں انہوں نے کہا کہ پیر کامل مرغی کے مانند ہوتا ہے یعنی مرغی کے تلے جس قسم کے انڈے رکھ دو گے ان کو پیچ کر بچے نکال دے گی۔ تیر کے بچے جنگل میں اڑ جائیں گے مرغی کے خاک میں لوٹیں گے بظ کے دریا میں تیریں گے ہم بھی مثل بچہ بظ کے دریا تو حید میں شناوری کرتے ہیں۔

یہ ماجرا کسی شخص نے حضرت نجم الدین کبریٰ کے سامنے عرض کیا کہ آپ کے خلیفہ آپ کو مرغی سے تشبیہ دیتے ہیں اور ایسا کہتے ہیں یہ سن کر فرمایا وہ نالائق دریا میں ڈوبے گا وہ خلیفہ صاحب چوں کہ بادشاہ کے پیر تھے اس لیے محلات شاہی میں ان سے کچھ پردہ نہ تھا بے تکلف چلے جایا کرتے تھے اتفاقاً ایک دن تشریف لائے تو بادشاہ گھر میں نہ تھا یہ اس کے پلنگ پر سو رہے۔ ذرا دیر بعد بیگم آئی اور وہ بادشاہ کے خیال میں ان کے برابر لیٹ کر سو گئی کچھ دیر بعد بادشاہ آیا اور یہ تماشا دیکھا چپ چاپ واپس چلا گیا اور دل میں بدگمانی پیدا ہو گئی جب میاں صاحب کی آنکھ کھلی تو بیگم کو پاس دیکھ کر وہاں سے چل دیئے بادشاہ سے ملاقات ہوئی اس نے ملاحوں کو حکم دیا کہ آج حضرت پیر و مرشد کو سیر دریا کراؤ اور ان کو اشارہ کر دیا کہ کشتی کو منجھدار میں لے جا کر ڈبو دینا ملاحوں نے حکم کے بموجب عمل کیا جب بادشاہ رات کے وقت محل میں آیا تو بیگم نے دن کا قصہ سنایا اور تمام حال بیان کیا یہ قصہ سن کر بادشاہ کو نہایت ملال ہوا کہ میں نے بڑا ظلم کیا اور پیر و مرشد کو ناحق ڈبو دیا اب یا تو قصاص لازم ہے یا خون بہا یہ خیال کر کے بہت سا روپیہ لے کر حضرت نجم الدین کبریٰ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض حال کے بعد روپیہ اور شمشیر برہتہ سامنے رکھ دیئے کہ خون بہا بھی حاضر ہے اور سز بھی موجود ہے۔ جیسا حکم ہو اس وقت حضرت حالت جذب میں تھے

فرمایا کہ ہاں میرے عزیز مرید کو مار کر اب روپیہ اور سِر لے کر آتا ہے کیا اس کی اتنی ہی قدر و منزلت تھی نہیں اس کے خون بہا میں اول میرا سر پھر تیرا سر اور جتنے اس زمانے میں اولیاء اللہ ہیں اور سادات عظام و علماء کرام اور امراء ذوی الاحترام ایک ایک کا نام لینا شروع کیا تھا۔ یہاں تک کہ فرید الدین عطار کا سر وغیرہ وغیرہ بغداد کا نام شروع کیا اور لفظ بلخ (۱) (یعنی بغداد کہنا چاہتے تھے مرید نے منہ پر ہاتھ رکھ دیا جو کہ نصف بغداد یعنی منہ سے نکل چکا تھا نصف بغداد بھی قتل ہوا۔ ۱۲) زبان سے نکلا تھا کہ ایک مرید نے ان کا منہ بند کر لیا کہ یہ تو ہمارے پیروں کا مکان ہے پھر چپ ہو گئے چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ چنگیز خاں ہلاکونے تاتار سے خروج کیا پہلے حضرت کاسر کاٹا پھر اس بادشاہ کا اور ملک خراسان اور ایران کو بھی تیغ کر دیا اور نصف بغداد کو بھی قتل و غارت کیا جب لشکر مغل نیشاپور کے قریب پہنچا تو حضرت فرید الدین عطار نے اپنا پیالہ چوبین اوندھا کر دیا تمام شہر لشکر کی نگاہ سے پوشیدہ ہو گیا فوج حیران ہو کر اپنے خیمہ گاہ پر آن پڑی اگلے روز چنگیز خاں نے پھر لشکر روانہ کیا شام کو ٹکریں کھا کر لشکر واپس آیا اور شہر کا پتہ نہ چلا چنگیز خاں نے کہا کہ معلوم ہوتا ہے اس شہر میں کوئی مرد کامل ہے خیر کل کو میں خود لشکر کا رہنما بنوں گا اور شہر پر تاخت کروں گا یا وہ نہیں یا میں نہیں چنانچہ اگلے روز اس نے نیشاپور کا قصد کیا ادھر حضرت عطار نے اپنا پیالہ الٹا چاہا کہ حضرت خضر علیہ السلام پہنچے اور حضرت عطار کا ہاتھ پکڑ لیا کہ بس رہنے دو حکم سرکاری تمہاری قتل کے واسطے جاری ہو چکا ہے بولے کیا قصور خضر نے کہا قصور کچھ نہیں بلکہ اختیار ہے

جہاں دارد داند جہاں داشتن یکے را بریدن یکے کاشتن
اور تم موحد ہو کر غیرت سمجھتے ہو وہ شان جمال تھی یہ شان جلال ہے یہ کیا کہ بیٹھا

بیٹھا پ اور کڑوا کڑوا تھو

وہ بھی دیکھا یہ بھی دیکھ ان نہیں کا یہ ہی پرکھ
اور اگر اب پیالہ الٹو گے تو کچھ بی نہیں ہونے کا بس اب کرامت اپنی رہنے دو
تاجار شیخ عطار صاحب نے سر جھکا دیا اور قتل کئے گئے۔ اس کے بعد جناب و قبلہ فرمایا کہ

میاں ہم یہی کہتے ہیں ۔

خواہی زفراق درفغان دارمرا خواہی زوصال شادمان دارمرا
من باتونگویم کہ چان دارمرا زان سان کو دل تست چناں دارمرا
اور اگر ہم دعا بھی مانگیں تو یہ مانگیں ۔

ندارم ذوق رندے نے خیال پاکدامانی مرا دیوانہ خود کن بہر رنگے کہ میدانی



لڑکی کا مہر دو پیغمبروں کی شہادت

ایک ارشاد ہوا کہ بخت نصر بادشاہ ابتداء میں نہایت نیک بخت و صالح تھا حضرت ذکر یاویجی علیہا السلام کی نہایت اطاعت کرتا تھا۔ اتفاقاً اس نے ایک عورت سے نکاح کیا جس کے ہمراہ ایک لڑکی نہایت حسینہ و جمیلہ پہلے شوہر سے تھی جب وہ لڑکی سن بلوغ کو پہنچی تو بادشاہ حسن کی بہار دیکھ کر فریفتہ و دیوانہ ہو گیا۔ اس کی ماں کو پیام دیا وہ بہت خوش ہوئی مگر دل میں اندیشہ کیا کہ بادشاہ پیغمبروں کا مطیع فرمان ہے اور یہ نکاح پیغمبران خدا کی شریعت کے خلاف ہے وہ کاہے کو اس کام کی اجازت دیں گے اس لیے بادشاہ سے کہا کہ تم اس کا مہر ادا نہ کر سکو گے اس نے دریافت کیا کہ ایسا کتنا مہر ہے جو کچھ کہو میں دوں گا عورت نے کہا اس کا مہر تمہارے دونوں پیغمبروں کا سر ہے اگر تم یہ مہر ادا کر سکو تو لڑکی کی حاضر ہے ورنہ اس کا نام مت لو۔ بادشاہ نے کہا کہ یہ بیچارے دو مسکین خدا کے دوست بیت المقدس کے مجاور ہیں کسی کام میں دخل نہیں دیتے بلکہ ہمارے خیر خواہ و دعا گو ہیں ان کو بے جرم و گناہ قتل کرنا ظلم عظیم ہے۔ اس کے سوا جو کچھ مانگو جو مہر کہو مجھ کو منظور ہے اس نے کہا کہ اس کے سوا اور کوئی مہر نہیں ہے بادشاہ نے ہوائے نفسانی سے مغلوب ہو کر فوج کو حکم دیا کہ دونوں بے گناہوں کا سر لاؤ حکم کے بموجب سپاہیوں نے جا کر اول حضرت یحییٰ علیہ السلام کو بیت المقدس میں قتل کیا۔ حضرت زکریا نے ایک درخت سے التجا کی کہ تو مجھ کو اس وقت پناہ دے وہ درخت

پھٹ گیا یہ اس کے اندر ساگئے وہ پھر بند ہوایا لیکن قدرے کپڑا باہر رہ گیا، فوج متحیر ہوئی کہ کہاں غائب ہو گئے نشان شیطان نے راہ کی ترکیب بتلائی، درخت چیرا گیا جب نوبت آ رہ کے سر تک پہنچی تو حضرت نے سسکی بھری حکم الہی نازل ہوا کہ اگر اُف کرو گے تو پیغمبری سے خارج کر دیئے جاؤ گے تم نے غیر سے کیوں پناہ مانگی اگر ہم سے التجا کرتے تو کیا ہم پناہ نہیں دے سکتے تھے اب اس کا مزہ چکھو اور چپ چاپ سر پر آ رہ چلنے دو، غرض کہ سر سے پاؤں تک جسم چیرا گیا اور حضرت زکریا نے دم نہ مارا۔



سجادہ اور خلیفہ بننے سے انکار

ایک روز ارشاد ہوا کہ ہم کو یہ خبر نہ تھی کہ حضرت مولانا حبیب اللہ شاہ صاحب نے بوقت انتقال اصحاب و احباب سے فرمادیا تھا کہ غوث علی نام ایک ہمارا بڑا رفیق و دوست ہے اگر چہ آوازہ گرد آدمی ہے لیکن کبھی آدھرا نکلے تو بہت خاطر و مدارت کرنا جب کہ منزل بمنزل سیر کرتے ہوئے ہم سنبھل میں پہنچے تو کسی نے پہچانا نہیں مگر ایک دن غلام حسین نام ایک شخص نے ہمارا نام دریافت کیا ہم نے بتلا دیا بولا کہ آپ حضرت حبیب اللہ شاہ صاحب کے مرید ہیں کہا کہ ہاں جب یہ بات اس کو معلوم ہو گئی تو سارے شہر میں کہہ پھرا کہ حضرت کے بڑے خلیفہ آ گئے ہیں جن کی نسبت حضرت نے وصیت فرمائی تھی پھر تو بہت لوگ شہر کے آنے جانے لگے اور خاطر تواضع شروع ہوئی چند روز بعد وہاں کے ادنیٰ اور اعلیٰ مجتمع ہو کر آئے اور کہا کہ حضرت پگڑی باندھ لیجئے ہم نے ان سب سے کہا کہ میاں صاحب قبلہ نے ہماری نسبت کیا الفاظ فرمائے تھے آیا مرید یا رفیق بولے کہ ہاں رفیق کے لفظ سے یاد فرمایا تھا لیکن آپ کو تو مریدی کا اقرار ہے۔ ہم نے کہا تم کو کیا خبر شاید ہم نے روٹیوں کے لیے یہ بات بنائی ہو اور سنو صاحبو آپ لوگ دنیا دار ہیں یا فقیر سب نے جواب دیا کہ دنیا دار پھر ہم نے پوچھا کہ ہماری نسبت کیا خیال کرتے ہو دنیا دار یا فقیر بولے کہ ہم تو آپ کو فقیر

سمجھتے ہیں ہم نے کہا کہ تعجب کی بات ہے کہ ہم فقیر ہو کر دنیا داروں کے ہاتھ سے پگڑی باندھیں البتہ اگر میاں صاحب قبلہ اپنے دست مبارک سے ہمارے سر پر جوتیاں بھی رکھ دیتے تو ہم کو تاج سلطنت تھا پس اب سب صاحب مجھ کو معاف فرمائیں اور اس قسم کا تذکرہ درمیان میں نہ لائیں غرض وہ لوگ اپنی پگڑی بغل میں داب کر چل دیئے اور پھر کبھی ایسا ارادہ نہ کیا۔



جوگن کا کمال۔ نامرد کو مرد بنا دیا

ایک روز ارشاد ہوا کہ سنبھل میں چھ مہینہ رہنے کا اتفاق ہوا وہاں کے اکثر آدمیوں سے ملاقات ہو گئی ایک دن ہمارے پیر بھائی غلام محی الدین کی والدہ نے ہم کو بلا کر یہ بات کہی کہ تمہارے بھائی کی شادی کو نو برس ہوئے مگر اولاد نہیں ہوتی کچھ اس کی تدبیر کرنی چاہیے ہم نے کہا کہ بہت اچھا انشاء اللہ کچھ فکر کیا جائے گا چھ مہینہ بعد ہم وہاں سے چل دیئے اور موضع تگری میں پہنچے جو گڈھ مکیشتر کے مقابل گنگا کے کنارہ واقع ہے۔ یہاں غلام محی الدین گھاٹ پر نو کرتھے ان کے پاس ہم بھی ٹھہر گئے اس زمانہ میں برسات کا موسم اور دریا میں طغیانی تھی اس لیے رات دن صرف ایک کھیوہ لگتا تھا حسن اتفاق سے ایک جوگن وارد ہوئی کشتی روانہ ہو چکی تھی ناچار اس کو ٹھہرنا پڑا چونکہ نہایت حسین و طرحدار و نوجوان تھی لوگ اس کو دیکھنے لگے ہمارے پیر بھائی نے بھی دیکھا وہ بولی کیوں صاحب آپ کس برتے پر دیکھتے ہیں کیا تمہاری شادی ہو گئی ہے۔ جواب دیا کہ ہاں ہو گئی۔ جوگن نے کہا بھلا وہ غریب تمہاری جان کو کیا روتی ہوگی یہ سن کر وہ سرد ہو گئے تو شرمندہ ہو کر آنکھیں نیچی کر لیں ہم تاڑ گئے کہ ضرور دال میں کچھ کالا ہے ہم نے جوگن سے کہا کہ مائی صاحب آج ہمارے پاس ٹھہر جاؤ کہا کہ بہت اچھا ایک جھونپڑی اس کے واسطے خالی کرادی۔ پھر ہم نے بھائی

صاحب سے پوچھا کہ یہ معاملہ کیا ہے کہ یہ جوگن سچ کہتی ہے میں نامرد ہوں جب شادی کی تیاری ہوئی تو میں نے غل مچایا اور صاف صاف کہہ دیا مگر والد اور خالہ نے جن کے گھر میری شادی ہوئی نہ مانا اور عقد کر دیا شب زفاف کو میں اپنی بیوی کے سامنے دست بستہ کھڑا ہو گیا اور کہا کہ میں کسی قابل نہیں تیری اور میری ماں نے یہ ظلم کیا اب شرم تیرے ہاتھ ہے اس نیک بخت نے جواب دیا کہ خیر تقدیر کا لکھا تھا پیش آیا اب کیوں عزت خراب کی (صبح اٹھ کر دونوں نہالیا کریں گے)۔

جَنکُ سَتَا جَسْرَتٌ بَهُوْرَامُ جَنْدُرٌ بَرُلَیْنُ

سُوْهَارَا چَابَا شَلَشُ کَا کَرَمُ رِیْکُوْرَا دُکْهَةُ دِیْنُ

لَا کْهَةُ سِیَانُ پَتُّ کُوْرُوْدُ کُوْرُوْدِیْکْهُو سَبُّ کُوْلِیُّ

اَنْ هُوْنِیْ هُوْنِیْ نَہِیْنُ هُوْنِیْ هُو سُوْ هُوْیُ

مگر دیکھنا کوئی اس راز سے آگاہ نہ ہونے پائے ورنہ تمام زمانہ میں رسوائی ہوگی

واہ رے عورت اللہ تعالیٰ نے کیا سمجھ اور حوصلہ دیا تھا کہ نو برس تک پردہ فاش نہ ہونے دیا۔

نہ ہرزن زنت و نہ ہر مرد مرد خدا بیخ انگشت یکساں نکرو

یہ ماجرا سن کر ہم جوگن کے پاس گئے اور کہا کہ صاحبہ کچھ اس مرض کا علاج بھی

ہے جس کو تم نے ایک نظر میں تشخیص کر لیا اس نے چٹکی بجا کر کہا کہ اتنی دیر میں علاج ہو سکتا

ہے لیکن سامان مہیا کرنے کو ایک مہینہ چاہیے ہم نے کہا کہ مہربانی کر کے آپ بھی ایک مہینہ

تک تشریف رکھیں کہا کہ خیر کیا مضائقہ ہے آپ کی خاطر عزیز ہے پہلے تو یہ میاں صاحب

ایک مہینہ رخصت لیں پھر ایک سیر گھی ایک سیر روغن کنجد ایک کڑھائی اور ایک چار پائی اونچی

پایوں کی جس میں بجائے بان کے ڈنڈے لگے ہوں تیار کرائیے اور قدرت الہی کا تماشا

دیکھئے جب اس کے کہنے کے موافق سب سامان مہیا ہو گیا تو اس نے کڑھائی چولہا پر رکھی

اور ایک دفعہ ہی ڈال دیا اور اس کے اوپر چار پائی بچھادی پھر غلام محی الدین کو ایک ذرا سی دوا

کھلائی جس سے بے ہوشی طاری ہو گئی اس وقت ان کو چار پائی پر لٹا دیا اور کڑھائی کے نیچے

دھبی آنچ شروع کی جب کہ اس کی بھاپ ریڑھ کی ہڈی کو لگی تو فوراً چھینکیں آنے لگیں اور غٹ ناک سے نکلنے اور قوت شہوانی کو پہچان ہوا تھوڑی دیر میں آنکھیں کھول دیں جو گن نے فرمایا کہ دیکھو اب ان کی آنکھوں میں اور ہی رس ہے۔ فی الواقع اس وقت مخمور و متوالوں کی طرح سُرخ آنکھیں تھیں پھر تو وہ بیقرار ہو کر پکارے کہ اب طاقت ضبط نہیں رہی آخر کار جو گن نے ایک ترکیب لے (۱) (یہاں ترکیب مفصل عمد اترک کی ۱۲۱۲) بتائی اور کہا کہ ایک مہینہ تک اسی ترکیب کو کرتے رہنا مہینہ بھر کے بعد گھر کے آدمیوں کو بلا لیا اور خوشی و خرمی سے رہنے لگے۔ ایک روز جو گن نے ہم سے کہا کہ آپ بھی یہ دوا کھالیں ہم نے کہا بہت اچھا بشرطیکہ تم بھی ہمارے ساتھ رہو کیوں کہ اس کے اتار چڑھاؤ سے تم خوب واقف ہو وہ ہنس گورو سے پہنچا تھا ہر دم اس میں مشغول رہتی دن بھی سب سے بات چیت کرتی جب رات کا وقت آتا تو اپنی جھونپڑی کا دروازہ بند کر کے صبح تک تنہا بیٹھ کر گزار دیتی تھی ایک روز اس نے بیان کیا کہ میری شادی بھی ہو گئی تھی قضائے الہی سے میرا شوہر ہیضہ کر کے مر گیا نہایت حسین و خلیق آدمی تھا اگر آپ دیکھتے تو بہت خوش ہوتے اسی کے پیراگ میں جو گن کا بھیس بھر کر دیں بدلیں پھرتی ہوں چندے جنوں کا زور رہا مگر اب کمی ہو گئی ہے۔

دیوانہ وارد در کمر کوہ گشتہ بے اختیار سر بہ بیابان نہادہ
ہم نے کہا کہ تم بڑی مردانہ اور مستقل مزاج عورت ہو کہ لطف دنیا سے واقف ہو
کر اس کو ترک کیا اور ہم جو تخر دو تنہائی میں پھرتے ہیں تو بات یہ ہے کہ کبھی اس کو چہ کی سیر ہی
نہیں کی بولی کہ آؤ ہمارے ساتھ رہو اور بان پرست ہو جاؤ ہم نے کہا صاحب بس معاف
رکھئے جب ایک مہینہ ہو گیا وہ جو گن رخصت ہوئی ہم نے پچاس روپیہ نذر کئے اس نے نہ
لیے اور کہا کہ جو کچھ ہم نے کھالیا یہی بس ہے اس کے سوا مجھ کو کچھ درکار نہیں۔ ایک دن ہم
میاں غلام محی الدین کے گھر گئے اور ان کی بیوی سے کہا کہ مائی صاحب کیا کریں پہلے دو جگہ
مرید ہو چکے ہیں ورنہ اس شان ستار العیوبی میں ہم تمہارے مرید ہو جاتے صد آفریں کہ
نوبر تک صبر کیا اور کسی پر راز فاش نہ ہونے دیا۔

صد ہزاراں کیمیا حق آفرید کیمیائے ہم چو صبر آدم ندید
اس نے کہا کہ سنو میاں صاحب ایک رشتہ تو پہلے سے نکاح کے بعد دوہرے
حقوق ہو گئے اور جب ان کی عزت میں فرق آتا تو میں کب بچتی صبر کا نتیجہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ
نے ان کی عزت بھی رکھی اور میری بھی لیکن یہ ایسا عذاب تھا کہ دوزخ کا عذاب بھی اس کے
سامنے ہیچ ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اَپ کے قدموں کی برکت سے وہ دن بھی گذر گئے۔ فَاِنَّ مَعَ
الْعُسْرِ يُسْرًا۔

یوسف گم گشتہ باز آید بلنعان غم مخور
دور گردوں گرد روزے بر مراد مانگشت
گر جب منزل بس خطرناک مقصد ناپدید
گر بہار عمر باشد باز بر تخت چمن
ہاں مشونو مید چون واقف نہ ز اسرارہ غیب
ہر کہ سرگردان بعالم گشت و غم خواری نیافت
کلبہ احزان شود روزے گلستاں غم مخور
دائما یکسان نباشد کار دوران غم مخور
ہیچ را ہے نیست کا زرا نیست پایاں غم مخور
چتر گل بر سر کشی اے مرغ خوشخواں غم مخور
باشد اندر پردہ باز یہائے پنہان غم مخور
آخر الامرا و بنم خواری رسد ہاں غم مخور
وہاں سے رخصت ہو کر ہم راپور میں پہنچے۔



ریاست راپور میں ایک ماہ کا قیام

ایک روز ارشاد ہوا کہ جب ہم دوبارہ راپور میں گئے تو سرائے میں ٹھہرے اتفاقاً
مولوی فضل حق صاحب سے ملاقات ہوئی نہایت محبت و عنایت سے پیش آئے اور اپنے
نوکر سے کہا کہ جاؤ آپ کا اسباب اٹھالو میں نے کہا کہ حضرت برائے خدا مجھے وہیں رہنے
دیجئے کہ بہت آرام سے ہوں کہا اچھا جہاں آپ خوش رہیں لیکن بھٹیاری کو کہلا بھیجا کہ ان
کے خرچ کا حساب ہمارے ذمہ ہے اگر پانچ روز بھی اٹھیں تو کچھ مضانقہ نہیں ہم دیں گے
لیکن یہ شرط ہے کہ میاں صاحب بلا اجازت ہمارے کہیں چلے نہ جاویں ایک روز پچھلی

باتوں کا ذکر آگیا اپنے والد بزرگ وار کو یاد کر کے روتے رہے ہم نے کہا کہ مولوی صاحب آپ کو وہ دن بھی یاد ہے کہ مولوی صاحب نے تھپڑ مارا تھا اور آپ کی دستار فضیلت دور جا پڑی تھی ہنسنے لگے اور فرمایا کہ خوب یاد ہے وہ عجب زمانہ تھا اور وہ قصہ اس طرح تھا کہ مولوی فضل امام صاحب نے ایک طالب علم کو فرمایا کہ جاؤ فضل حق سے سبق پڑھ لو وہ آیا غریب آدمی بد صورت عمر زیادہ علم کم ذہن کند یہ نازک طبع ناز پرور وہ جمال صورت و معنی سے آراستہ چودہ برس کا سن و سال نئی فضیلت ذہن میں جو دت بھلا میل ملے تو کیسے ملے اور صحبت رات آوے تو کیوں کر آوے تھوڑا سبق پڑھایا تھا کہ بگڑ گئے جھٹ اس کی کتاب پھینک دی اور برا بھلا کہہ کر نکال دیا وہ روتا ہوا مولانا صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور سارا حال بیان کیا فرمایا کہ بلاؤ اس خبیث کو مولوی فضل حق صاحب آئے اور دست بستہ کھڑے ہو گئے مولانا صاحب نے ایک تھپڑ دیا ایسے زور سے کہ ان کی دستار فضیلت دور جا پڑی اور فرمانے لگے کہ تو تمام عمر بسم کے گنبد میں رہا تا زنت میں پرورش پائی۔ جس کے سامنے کتاب رکھی اس نے خاطر داری سے پڑھایا طالب علموں کی قدر و منزلت تو کیا جانے اگر مسافرت کرتا بھیک مانگتا اور طالب علم بننا تو حقیقت معلوم ہوتی ارے طالب علمی کی قدر ہم سے پوچھو۔

درازی شب از مرگان من پرس کہ یک دم خواب در چشم نگشت است
 خبر دار تم جانو گے اگر آئندہ ہمارے طالب علموں کو کچھ کہا یہ چپ کھڑے روتے
 رہے کچھ دم نہ مارا خیر قصہ رفع دفع ہوا لیکن پھر کبھی کسی طالب علم کو کچھ نہیں کہا ایک روز کا ذکر
 ہے کہ مولوی فضل حق صاحب نے ایک قصیدہ عربی زبان میں امراء القیس پر قصیدہ لکھا اور
 مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب کی خدمت میں لائے شاہ صاحب نے ایک مقام پر اعتراض
 کیا اس کے جواب میں انہوں نے بیس شعر متقدمین کے پڑھ دئے مولوی فضل امام صاحب
 نے فرمایا کہ بس حد ادب۔ انہوں نے جواب دیا کہ حضرت یہ کوئی علم تفسیر و حدیث تو ہے نہیں
 فن شاعری ہے اس میں بے ادبی کی کیا بات ہے شاہ صاحب نے فرمایا کہ برخوردار تو سچ کہتا
 ہے مجھ کو سہو ہوا تھا عرض ہم رام پور میں مہینہ بھر تک مولوی صاحب کے مہمان رہے۔

نماز پڑھتے نہیں تسبیح پڑھتے ہیں

ایک روز ارشاد ہوا کہ رام پور میں مایں سبحان شاہ صاحب سے ملاقات ہوئی انہوں نے نہایت خاطر و مدارت سے اپنے مکان پر ٹھہرایا ہم نے ان کو نماز پڑھتے کبھی نہیں دیکھا مگر ہر وقت تسبیح ہاتھ میں اور با وضو درود شریف پڑھا کرتے تھے ان کی نسبت ایسی تھی کہ جب کوئی مشائخ ان کے کوچہ میں جا نکلتا تو اس کی کیفیت سرد ہو جاتی چنانچہ مشائخوں کا قول تھا کہ اس بدعتی فقیر کے کوچہ میں جانے سے قلب پر تار کی چھا جاتی ہے ایک دن کا ذکر ہے کہ ایک نابینا ان کی خدمت میں آیا اور ارادت ظاہر کی شاہ صاحب نے کہا بھلا حافظ جی تم کب سے نابینا ہوئے ہو کہا کہ نو برس کی عمر میں چچک نکلی تھی جب سے آنکھیں جاتی رہیں ہیں پھر پوچھا آنکھیں کس نے کھولیں حافظ جی نے کہا اللہ نے شاہ صاحب نے کہا ارے عقل کے دشمن جس نے تیری آنکھیں کھولیں تیرے ماں باپ کو مارا اور تیرے فکر میں ہے ایسے دشمن کو کیوں تلاش کرتا ہے خبردار اس خبط میں مت پڑیہ باتیں سن کر وہ گالیاں دیتا چلا گیا ایک دن شاہ صاحب سے کسی نے پوچھا حضرت آپ نماز تو پڑھتے نہیں مگر تسبیح رکھتے ہیں اس کی کیا ضرورت ہے۔ جواب دیا کہ میاں عبرت کے لیے کیوں کہ امام کے دو دھاگے ہیں اور مقتدی کے ایک اس لیے میں چاہتا ہوں کہ امامت و اقتدار دونوں سے بچوں وہ شخص لاجول پڑھ کر چلا گیا۔ ایک روز مفتی صدر الدین صاحب صدر اصلد و سبحان شاہ صاحب کے پاس تشریف لائے مفتی صاحب کی عادت تھی کہ ہر وقت تسبیح پڑھتے مفتی صاحب کیا اب تک آپ کا شک رفع نہیں ہوا مفتی صاحب نے سکوت کیا کئی بار پوچھا کچھ نہ دیا جب مفتی صاحب تشریف لے گئے تو جواب میں ہم نے کہا کہ میاں صاحب آپ نے کیا پھر سوال کیا تھا وہ عالم میتر تھے اگر چاہتے تو ہزار طرح سے جواب دیتے مگر وہ اپنی کسر شان سمجھے ورنہ میدان سخن تنگ نہ تھا ان کی پختگی تو دیکھو آپ نے بہت ہی سہرا لیکن انہوں نے

اپنی عادت کو ترک نہ کیا اب میں ان کی طرف سے جواب دیتا ہوں یہ تو فرمائیے کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ نماز میں اِھْدِ نَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ کیوں پڑھتے تھے اور ہر نماز کے بعد تین بار استغفار کس واسطے کہا کرتے تھے کیا حضرت کو کچھ شک تھا شاہ صاحب نے جواب دیا کہ حضرت کو کچھ شک نہ تھا بلکہ مراتب اعلیٰ کی ترقی کے لیے طلب ہدایت تھی اور مراتب حاصل شدہ کی نسبت استغفار ہم نے کہا کہ بس یہی مقصد ہمارا بھی ہے اگر ہم نے رسول خدا کی متابعت کی تو کیا قباحت لازم آئی نہ خدا کی کوئی حد نہ اس کی طلب کی کچھ انتہا۔

اندرون از طعام خالی دار تادر نور معرفت بینی
 ہمارے پیر بھائی نے جواب دیا کہ صاحب ایسے خدا کو سلام ہے جو رات کی روٹی سے بھاگ جائے ہم تو دونوں وقت کھائیں گے خواہ آپ اپنے مکان پر رہنے دیں خواہ نہ رہنے دیں شاہ صاحب ہنسے اور بھنڈاری سے کہا کہ بھائی یہ فقیر نہیں مانیں گے ان کو دونوں وقت روٹی دو ہمارے پیر صاحب باوجود خوب کھانے کے محنتی بھی ایسے تھے کہ شام سے بیٹھتے تو صبح کر دیتے تھے۔



قلب شق ہو گیا اور مر گیا

ایک روز ارشاد ہوا کہ رام پور میں لین دروازہ کے باہر باغ میں میاں حبیب اللہ شاہ صاحب ابوالعلائی رہتے تھے ہم بھی ایک دن ان کی ملاقات کو گئے دیکھتے ہی پتھر اٹھایا اور ہماری طرف دوڑے ہم نے کہا کہ تم اپنا پتھر تو رہنے دو۔ ہم تمہارے پیر اور دادا پیر سے بجلی مل آئے ہیں اگر تم نہیں ملتے نہ ملو کوئی مطلب دین و دنیا کالے کر ہم تمہارے پاس نہیں آئے۔ بولے کہ خیر آ جاؤ پھر تو آمد و رفت ہوگئی چون کہ مولوی حبیب اللہ شاہ بڑے صاحب ذوق و شوق تھے ان کے پاس طبیعت گرم ہو جاتی تھی اور سبحان شاہ کے پاس سرد۔ ایک دن

ایک مسافر طالب خدامیاں حبین اللہ شاہ کی خدمت میں آیا اور بزرگان دین کی شکایت شروع کی کہ بغداد گیا۔ مدینہ گئے اجمیر کی خاک چھانی زندہ مردہ سب دیکھے نہ کچھ ان میں تھانہ ان میں ۔

مکے گئے مدینہ گئے کربلا گئے جیسے گئے تھے ویسے ہی چل پھر کے آگئے



فوجی دستے کو قتل کا حکم اور ۱۸۵ء میں قلندر کو پھانسی نہ لگی

ایک روز ارشاد ہوا ہم دو برس تک رام پور میں رہے وہاں سے چل کر پھر نگری میں آئے دیکھا کہ میاں غلام محی الدین کے دو لڑکے موجود ہیں ایک کھیلتا تھا دوسرا گود میں تھا ہم نے شکر خدا کیا وہاں سے چل کر میرٹھ آئے اور چند روز ٹھہرے یہاں ایک مجذوب شتر خانہ کے قریب رہتے تھے ہم بھی ان کے پاس جایا کرتے تھے ایک دن گوروں کا رسالہ اُدھر سے گذرا ایک افسران میں سے جدا ہو کر میاں صاحب کے پاس آیا اور گلے لگ کر رونے لگا پھر دو چار باتیں کر کے چل دیا ہم نے پوچھا کہ میاں صاحب یہ کیوں روتا تھا اور آپ سے کیا کہتا تھا فرمایا کہ یہ بھی خدا تعالیٰ کا ایک بھید ہے۔ ہم نے کہا کہ یہ ہم خود بھی جانتے ہیں کہ بھید ہے لیکن بتلائیے کہ وہ بھید کیا ہے۔ کہنے لگے کہ یہ افسر کہتا تھا کہ اس رسالہ کے قتل کا حکم ہوا ہے ہم میں سے بہت لوگ مارے جائیں گے۔ اور بہت کشف و خون ہوگا آپ دعا کریں میں نے کہا کہ حکم قطعی ہو چکا ہے اب دم مارنے کی جگہ نہیں راضی برضا ہو اس وقت تک بالکل امن و امان تھا چند روز بعد ہم وہاں سے باہر چلے گئے اس سے ایک مہینے بعد یکا یک غدر شروع ہو گیا۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ جب کسی قدر عذر فرو ہو تو مجرموں کو انگریزوں نے پھانسی دینی شروع کی ہم کو بھی ایک انگریز نے جو تحقیقات کرتا تھا بمقام شامی طلب کیا اور پوچھا کہ جب یہاں لڑائی ہوئی اور تحصیل و تھانہ پر لوگوں نے یورش کی تو تم کہاں تھے۔ ہم نے کہا کہ

صاحب ہم تو بابرری میں تھے اور ان دنوں میں ہم کو بخارا آتا تھا بولا کہ تم گھبرائے ہوئے کیوں ہو۔ ہم نے کہا کہ صاحب گھبرانے کی بات یہ ہے کہ آپ حاکم ہیں آپ نے بلایا ہم فوراً دورے چلے آئے اب تک کھانا بھی نہیں کھایا دوسرے یہ اندیشہ ہے کہ دیکھئے آپ کیا حکم دیں بولا کہ سنو صاحب ہم ظلم نہیں کرتا اور خواہ مخواہ کسی کو نہیں ستاتا جس کی نسبت تمہارے بھائی بند قسم کھا کر گواہی دیتے ہیں کہ یہ مجرم ہے اسی کو ہم سزا دیتا ہے اس میں ہمارا کچھ قصور نہیں اگر جھوٹ بولا تو یہ عذاب ان کے سر پر ہوگا پھر آپ نے خانساں کو بلا کر کہا کہ ان کو کھانا کھلاؤ وہ ہم کو اپنے پاس لے گیا اتفاق سے اس صاحب کا بچہ نہایت بے چین ہو رہا تھا برابر روتا تھا زبان تالو سے نہیں لگتی تھی کسی شخص نے صاحب سے کہہ دیا کہ جس کو آپ نے بابرری سے بلایا ہے وہ بہت بزرگ آدمی ہے اس بچہ پر دعا پڑھ دے گا تو یقین ہے کہ اس کو جلد آرام ہو جائے گا اس نے آیا کہ ہاتھ بچے کو ہمارے پاس بھیجا ہم نے کچھ پڑھ کر دم کر دیا خدا کی قدرت بچہ اسی دم چپ ہو گیا صاحب اور میم دونوں اس کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے پھر ہم کو بلا کر کہا کہ آپ کو اختیار ہے جہاں چاہو چلے جاؤ کوئی مزاحم نہیں ہم وہاں سے رخصت ہو کر بابرری آئے اور بعد چندے سوئی پت چلے گئے۔



فقیر کام۔ سید احمد شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کشمیری

ایک روز ارشاد ہوا کہ بعد سیر امصار و دیار کے ہم نے سوئی پت آ کر میرا عظیم علی شاہ صاحب قبلہ کے مزار پر چھ مہینے تک قیام کیا وہاں مولوی محبت اللہ صاحب پانی پتی سے ملاقات ہوئی ہم نے کہا کہ مولوی صاحب کسی فقیر کامل کی خبر دو۔ انھوں نے کہا کشمیر میں سید احمد شاہ صاحب نہایت کامل و آزاد منش درویش ہیں میرا بھی جانے کا ارادہ ہے اگر آپ کا عزم ہو تو باتفاق چلے چلیں ہم نے کہا کہ پہلے اپنے حال کا ایک عریضہ لکھ کر ہم کو دیتے ہیں جو کچھ اس کا جواب آئے گا اس پر عمل کیا جائیگا چنانچہ مولوی صاحب عریضہ لے گئے جس کا جواب شاہ صاحب نے یوں تحریر فرمایا کہ میں تو اس قابل نہیں ہوں ہاں اگر آپ تشریف

لائیں تو شاید آپ کی ذات سے مجھ کو کچھ فائدہ ہو جائے اس کے بعد ہم نے مصمم ارادہ کر لیا کہ پچیس روپیہ جمع ہو جائیں۔ تو چل دیں مگر یہ کیوں کر ہوتا۔

قرار در کف آزادگان نگیرد مال نہ صبر در دل عاشق آب در غربال
ایک مدت کے بعد کچھ روپیہ جمع ہوا تو قصد کثیر کیا سونی پت سے چل کر بستم
شعبان ۸۷۵ء ہجری کو پانی پت پہنچے نو دس دن ماہ صیام میں باقی تھے دل میں آیا کہ یہ ایام
یہیں بسر کریں رمضان شریف کی پانچویں تاریخ تھی کہ مولوی محبت اللہ صاحب اور منشی فضل
رسول صاحب کا خط آیا کہ سید احمد صاحب اس جہان فانی سے رخصت ہوئے۔ انا للہ وانا
الیہ راجعون یہ خبر پا کر ہم نے ارادہ ملتوی کیا اور قلندر صاحب کے حجرہ میں رہنے لگے
مشیت ایزدی یہی تھی کہ پانی پت میں قیام ہو۔



بیوی کی مار پڑتی اور صبر کر لیتے

ایک روز ارشاد ہوا کہ حضرت عبدالقدوس گنگوہی کا ایک مزید دہلی کو جانے لگا
بوقت روانگی عرض کیا کہ حضرت دہلی کے شاہ ولایت کا پتا بتلا دیجئے ان سے ملوں آپ نے
فرمایا کہ عصر کے وقت فلاں بازار میں لکڑیوں کا ایک گٹھ لے کر آئے گا اور یہ شکل و شبہت
ہے جب یہ شخص دہلی پہنچا ہو جب نشان کے پایا اور دور سے کھڑا ہوا دیکھتا رہا اتنے میں ایک
سپاہی نے گٹھے کی قیمت پوچھی یہ بولے کہ چار ٹکے اور چار کوڑی وہ بلا کر لے گیا۔ لکڑیاں
ڈلوالیں اور چار ٹکے حوالے کئے چار کوڑی پر تکرار ہوئی سپاہی نے مار پیٹ کر نکال دیا ناچار
گھر پہنچ کر اور وہ چار ٹکے بیوی کو دیئے وہ جھلائی اور ان کی خوب درستی کی تھوڑی دیر بعد سر
سہلاتے ہوئے باہر نکلے تو اس مزید گنگوہی نے جو اس تمام معاملات سے متعجب کھڑا تھا
پوچھا کہ حضرت آپ کا ایسا تو عالی مرتبہ اور یہ کیفیت اوقات کیا بھید ہے جواب دیا کہ میاں
یہ رتبہ ہم کو اسی نیک بخت تند مزاج بیوی کے طفیل سے نصیب ہوا ہے کیوں کہ ہمیشہ اس کے
ظلم سہتا اور صبر کرتا ہوں میرا یہ دستور ہے کہ جب لکڑیاں لاتا ہوں تو اس سے دریافت کرتا

ہوں کہ بول آج کتنے کو بیچوں جو کچھ وہ کہہ دیتی ہے۔ تمیل کرتا ہوں اگر اس میں فرق پڑا تو میرا یہ حال ہوتا ہے جو تم نے دیکھا آج چار ٹکے اور چار کوڑی کی فرمائش ہوئی تھی جس کے لیے دو جگہ کی مار بھگتنی پڑی ۔

راجہ دکھیا پر چا دھکیا جوگی کو دکھ دو ناری

کہے کبیر سنو بھائی سادھو کوئی مند نہیں سوناری



حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو

حضرت محمدؐ کا سلام

ایک روز ارشاد ہوا کہ جب شیخ جلال تھا تیسری رحمتہ اللہ علیہ بعد حج مدینہ منورہ میں پہنچے اور بوقت معاودت حصول رخصت کے واسطے روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضر ہوئے تو آواز آئی کہ اپنے پیر بدعتی کو ہمارا سلام کہہ دینا جب شیخ جلال اپنے پیر و مرشد کی خدمت میں پہنچے تو عرض کی بوقت رخصت رسول مقبول سے یہ آواز آئی تھی کہ اپنے پیر سے ہمارا سلام کہہ دینا یہ سن کر حضرت عبدالقدوس بولے کہ نہیں جس طرح ارشاد ہوا ہے وہی الفاظ کہو آپ نے بحکم الامر فوق الادب اسی طرح بیان کیا یہ سنتے ہی حضرت کو ایک حالت وجد پیدا ہوئی اور بار بار حافظ کے اس شعر کو پڑھتے رہے ۔

بدم گفتی و خرسندم عفاک اللہ نیکو گفتی جواب تلخ نے زبید لب لعل و شکر خارا
ایک روز ارشاد ہوا کہ جب مولانا رکن الدین خلف حضرت عبدالقدوس گنگوہی نے علوم ظاہر کی تحصیل سے فراغت پائی اور دستار فضیلت بندھی تو ایک شخص نے حضرت عبدالقدوس کو مبارک باد دی فرمایا کہ کیا تم اس بات کی مبارک باد دیتے ہو کہ رکن الدین کسی خاکروبہ پر عاشق ہوا ہے اور ان کی نسبت نہایت ناراضی اور غصہ کے الفاظ فرمائے شیخ جلال

الدین صاحب نے ادب سے عرض کیا کہ حضرت صاحبزادہ کے حال پر بجائے خفگی ایسی عنایت ہی کیوں نہیں ہوتی کہ پاک و صاف ہو جاویں غرض صاحبزادہ بلائے گئے حکم ہوا کہ ہمارے پاؤں دباؤ جب وہ پاؤں دبائے بیٹھے تو حضرت نے اپنے کف پا کو ان کے سینہ پر ملنا شروع کیا وہ بولے کہ حضرت حدیث میں آیا ہے کہ حافظ قرآن اور عالم کے سینہ پر مہر نبوت ہوتی ہے۔ فرمایا کہ ہاں اس کو مٹاتا ہوں۔ پھر آپ نے نقاب اٹھا کر ایک نظر ان پر ڈالی تو لوٹ پوٹ ہو گئے اور بے ساختہ یہ رباعی زبان پر جاری ہوئی۔



رباعی

عاشق و عشق و بت و بتگر و عیار کیے امت کعبہ و دیر و مساجد ہمہ جایا رکھے ست
گردرائی بہ چمن وحدت و بیکرنگی بین کہ در آن عاشق و معشوق و گل و خار کیے ست
جب یہ حال دیکھا تو حضرت عبدالقدوس نے شیخ جلال کو جو کہ آپ کے خلیفہ تھے
ارشاد کیا کہ رکن الدین کو ہر روز گوشت مرغ کھلاتے رہتا کہ حالت فرو ہو جاوے۔

یک زمانہ صحبتے با اولیا بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا
گر تو سنگ خارہ و مرمر بوی چوں بصاحب دل رسی گوہر شوی
نالے سکھ گھوڑے پاکی ناچتر کی چھانہہ یا سکھ ہر کی بھگت میں یا سکھ سنتو مانہہ
سر پر زیر ناگ پر تینوں پروں سکھ نہہ یا سکھ ہر کی بھگت میں یا سکھ سنتو مانہہ

۱۔ (۱) (سکھ۔ آرام چھانہہ۔ سایہ۔ خدا۔ بھگت یاد۔ سنت۔ فقیر۔ یعنی آرام نہ

گھوڑے پر نہ پاکی میں نہ سایہ چتر میں آرام ہے تو خدا کی یاد میں ہے یا صحبت فقیر میں

۱۲۔ ۲۔ (۲) (سر پر۔ عالم بالا پر عالم ملک یعنی زمین ناگ پر تخت الثری یعنی عالم بالا

اور زمین اور تخت الثری ان تینوں جگہ میں آرام نہیں اگر ہے تو خدا کی یاد میں یا فقیر کی صحبت

میں ۱۲۔

قلندر صاحب قبر سے باہر آگئے

ایک روز ارشاد ہوا کہ ایک طالب عبدالقادر نام کسی رسالہ میں ملازم تھے انہوں نے اپنے مرشد سے دریافت کیا کہ مجھ کو کچھ فیض ہوگا یا نہیں مرشد نے ایک ترکیب استخارہ کی بتلائی تو ان کو معلوم ہوا کہ ایک شیر نے میرا پیٹ چاک کیا اور تمام آنتیں وغیرہ کھا گیا صبح کو پیر کے سامنے حال بیان کیا انہوں نے کہا کہ تم کو کسی مجذوب سے فیض ہوگا اتفاقاً کچھ مدت بعد ان کا رسالہ پانی پت میں آیا بعد عشاء خیال ہوا کہ قلندر صاحب کی زیارت کر لینی چاہیے ایسا نہ ہو کہ کل کو رسالہ کا کوچ ہو جاوے کوئی بارہ بجے کے قریب آئے اس وقت مزار کا دروازہ مقفل تھا باہر کھڑے ہو کر فاتحہ پڑھنے لگے آواز آئی کہ عبدالقادر اندر چلے آؤ۔ عرض کی کہ حضرت دروازہ مقفل ہے پھر آواز آئی کہ تمہارے واسطے نہیں ہے آ جاؤ ہاتھ لگایا تو قفل کھل گیا اندر جا کر دیکھتے ہیں کہ قلندر صاحب قبر پر سوار ہیں اور ایک پیالہ دودھ سے بھرا ہوا رکھا ہے اول اس میں سے قلندر صاحب نے خود پیا پھر ان کی طرف اشارہ کیا کہ لو عبدالقادر پیو یہ بھی پی گئے قریب صبح باہر نکلے تو ایک جاروب کش نے جو کہ بارہ برس سے مزار فیض آثار کی جاروب کشی میں مصروف تھا چشم بصیرت سے ان کی حالت کو دیکھا اور بولا کہ وہاں ہے خدا کی کہ بارہ برس والے کا تو خیال نہ ہو اور ایک رات والا دولت قلندری لوٹ لے چلا عبدالقادر کی زبان سے نکلا کہ ادا دے اور بھنڈاری کا پیٹ پھٹے۔ کہتا تھا کہ جاروب کش کا پیٹ پھٹا اور وہ مر گیا قلندر صاحب نے ان کو پھر بلایا اور فرمایا کہ کیوں صاحب پہلے ہمارے ہی آدمی پر وار کیا اب تمہاری زبان پہلی سی نہیں رہی ذرا سوچ سمجھ کر بات کیا کرو انہوں نے عرض کیا کہ حضور سے تلامذہ عنایت ہوئی تو اس کی آزمائش بھی ضرور تھی پھر عبدالقادر قلندر ایک گوشہ صحرا میں چاہ بیٹھے اور جاروب کش دفن کیا گیا چنانچہ اس کی قبر قلندر صاحب کے والدین کے مقبرہ میں شکم پاک موجود ہے بند کرنے سے بند نہیں ہوتی۔

ایک روز کسی شخص نے عدم حصول کی شکایت پیش کی تو حضرت قبلہ نے فرمایا کہ ہم کو ایک نقل یاد آئی کہ حضرت عبدالحق ردولی رحمۃ اللہ علیہ تشنگی طلب میں جا بجا پھرتے رہے مخدوم جلال الدین کبیر الاولیاء کا نام سن کر پانی پت میں آئے اس وقت مخدوم صاحب قوالی سن رہے تھے چونکہ حضرت عبدالحق عالم باعمل اور قبیح شریعت غراتھے یہ بدعت دیکھ کر واپس چل دئے دن بھر قطع مسافت کی شام کو پہنچے تو وہی پانی پت تین روز یہی کیفیت رہی چوتھے دن چلے تو جنگل میں ایک آدمی نظر آیا اس سے پوچھا میاں ہم راہ بھول گئے ہیں ہم کو راہ بتا دو وہ بولا کہ صاحب راہ تم ڈھونڈتے ہو وہ تو مخدوم جلال الدین کے دروازہ پر ہے آخر واپس ہوئے اور مخدوم صاحب کی خدمت میں آ کر بیعت کی مخدوم صاحب نے اسی دم خرقہ خلافت عطا فرمایا اور رخصت کیا شاہ عبدالحق صاحب نے عرض کی کہ حضرت مجھ کو تو کچھ بھی علم و انکشاف نہ ہو فرمایا کہ صاحب جو حکم تھا ہم اس کی تعمیل کر چکے آگے کھلانا کھلنا خدا کے اختیار ہے ہمارے بس کی بات نہیں ۔

اوست مرہر بادشہ را بادشا حکم اورا یفعل اللہ مایشا
اس کے بعد شاہ عبدالحق چالیس برس تک فقیروں کے پاس پھرتے رہے لیکن کچھ حصول نہ ہونا چار مرنا اختیار کیا اور ایک قبر کھود کر اس کے اندر بیٹھ گئے صرف ایک سوراخ آبد ہوا کے لیے رکھا باقی تمام منقہ بند کر کے چلے کیا بفضل خدا کشائش مقصود ہو گئی
ذَلِكْ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ ۔

آب کم جو تشنگی اور بدست تاکہ جو شد آب از بالا و پست
پس اسی پر قیام کر لو ہم کو جو بتلانا تھا بتلا چکے اگر تم کو کچھ فائدہ حاصل نہیں ہوا تو چھوڑ دو۔ نقل ہے کہ حضرت ذوالنون مصری کے ایک مرید نے بیجا صلی کا گلہ کیا آپ نے فرمایا جو کچھ پڑھتے ہو سب چھوڑ دو ۔

مابے سرو پاتم تو ہم بے سرو پا باش بگذار نمد تکیہ و بے تکیہ گدا باش
اس نے سب درو وظائف ترک کئے لیکن عشاء کی نماز کے صرف چار فرض پڑھ کر سوراخواب میں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی فرمایا کہ گھبراؤ مت اور

اپنے پیرقطاع الطریق سے کہہ دو کہ تم لوگوں کو گمراہ کرتے ہو یا ہدایت صبح دم کیفیت معاملہ حضرت ذوالنون سے گزارش کی بولے کہ شاید تم نے فرض پڑھے تھے ارے کجخت اگر فرض بھی نہ پڑھتا تو خود سرکار تشریف لاتے خیر اب ہم کچھ نہیں کہہ سکتے زبردست کا واسطہ درمیان ہے تم جانو اور وہ جانیں۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ جہانگیر بادشاہ کو شاہ حسین ڈھڈھا کی زیارت کا اشتیاق پیدا ہو جو لکڑی کا ایک گھوڑا بنائے اس پر سوار پھرا کرتے تھے وزیر نے کہا کہ حضور وہ تو لڑکوں میں کھیلتا رہتا ہے اس کے پاس جانا مناسب نہیں۔ اتفاقات کے وقت وہ فقیر محل شاہی کے جھروکے کے تلے آنکے کسی نے بادشاہ کو خبر دی اس نے جھٹ پٹ بکند لڑکا دی اور شاہ صاحب کو اوپر کھینچ لیا اس وقت بادشاہ نے پوچھا کہ بھلا خدا آپ کو کیسے ملا کہا جیسے تو۔ بادشاہ بولا میں کیسے ملا کہا کہ جیسے خدا تب بادشاہ نے کہا کہ اس معمر کا مطلب سمجھائیے فرمایا کہ سنو اگر میں تم سے ملاقات کرنی چاہتا تو پہلے دربانوں سے ملتا پھر اہلکاروں کی التجا کرتا پھر نہیں معلوم کہ اس وقت کے عبد بھی آپ کا جی ملنے کو چاہتا یا نہ چاہتا لیکن جب خود تمہارا جی چاہتا تو بے راہ گھسیٹ لیا کسی کو خبر نہ ہوئی۔

کیسی گلی رقیب کیا طعن اقربا تیرا ہی جی نچا ہے تو باتیں ہزار ہیں
اس حکایت کے بعد جناب و قبلہ نے فرمایا کہ اسی طرح فقیرا کی دو قسمیں ہیں۔
ایک اکتسابی جو درجہ بدرجہ سلوک طے کرتے ہیں اور ایک وہی کہ جذبہ غیبی ان کو آن میں کھینچ لیتا ہے۔

جب لائیں برسن کے چاؤ! پچھوا دیکھیں نہ پروا باؤ!
۱۔ (۱) یعنی جب عشق کی برسات ہونے لگتی ہے تو پروا پچھوا کی ہوا سے نہیں رکتی
فضل اللہ یوتیہ من یشأ ۱۲

ایک روز ارشاد ہوا کہ میاں کلن شاہ حضرت مرزا جانان جانان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مرید بلکہ خلیفہ تھے۔ جب حج کو چلے تو راہ میں خیال آیا کہ مرد خدا کو تلاش کرنا چاہیے۔
گفت حق اندر سفر ہر جا روی باید اول طالب مردے شوی

گر سفر داری بدین نیت برو در حضر باشد ازین غافل مشو
 در بدری گردوے رو کر بکو بوکہ آزادت کند صاحب لے
 تا توانی ز اولیا رو بر متاب جہد کن واللہ اعلم بالصواب
 غرض جہاں جاتے یہ ہی تلاش رہتی جب مکہ اور مدینہ کی زیارت سے واپس ہو کر
 سورت میں پہنچے تو جنگل میں ایک بزرگ سے ملے جو خضر وقت تھے۔

بھجو اسرائیل کا وارث بھن
 اولیارا در درون ہم نغمہ ہاست
 ہین کہ اسرائیل وقت اند اولیا
 جانہائے مردہ اندر گورتن
 یک زمانے صحبتے با اولیا
 گر تو سنگ خارہ و مرمر بوی
 مہریا کان در میان جاں نشان
 دل ترادر سوئے اہل دل کشد
 ہیں غذائے دل بدہ از ہمدلی
 دست زن در ذیل صاحب دو ملے
 صحبت صالح ترا صالح کند
 مردگان راجان در آرد در بدن
 طالبان رازان حیات بے بہاست
 مردہ راز یشان حیات ست و نما
 بر جہدر آواز یشان اندر کفن
 بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا
 چون بصاحب دل سی گوہر بشوی
 تن مدہ الابرہ دل خوشان
 تن ترادر جس آب و گل کشد
 رو بجو اقبال را از مقبلی
 تاز افشا نش بیابی دولتے
 صحبت طالع ترا طالع کند

کئی مہینے تک ان کے پاس رہے ایک دن ان بزرگ نے فرمایا کہ آج تمہارے
 پیر کو ایک شخص نے قرابین سے شہید کیا ہے جنازہ کی تیاری ہے اگر نماز پڑھنی چاہو تو ہم پہنچا
 دیں میاں کلن شاہ نے عرض کیا کہ بہت اچھا انہوں نے سر پر ہاتھ رکھا تو شاہ صاحب دہلی
 داخل ہوئے یار دوستوں سے ملے جنازہ کی نماز پڑھی جب فارغ ہوئے تو انہوں نے سر پر
 سے ہاتھ اٹھا لیا پھر وہیں موجود تھے چند روز کے بعد عرض کیا کہ حضرت میرا ارادہ وطن کا ہے
 فرمایا کہ اچھا رخصت تین باتوں میں سے ایک بات اختیار کرو اگر اپنے جیسا بننا چاہتے ہو تو
 دہلی تک پہنچتے پہنچتے ہو جاؤ گے اور جو مجذوب ہونا چاہتے ہو تو ابھی لو اور اگر ہم جیسا ہونا

چاہتے ہو تو ایک سال ہمارے پاس رہو اب تم سمجھ لو یہ تیر لگا ہوا پھر کسی سے نکلنے کا نہیں میاں کلن شاہ نے جواب دیا کہ حضرت جو ہونا ہے اسی وقت عنایت ہو جائے کہا بہت اچھا لو۔

دفعۃً جو القا کیا تو ہوش و حواس جاتے رہے ۔

ست گر ایسا چاہیے جو صقلی گر سا ہو
 جنم جنم کے مورجے جو پل میں دیوے کھو
 نین چھپائے نا چھپیں پٹ گھونگٹ کی اوٹ
 چتر نار اور سورماں کریں لاکھ میں چوٹ
 ست گر میرا سورما کرے شبد کی چوٹ
 مارے گولہ پریم کا ڈھے بھرم کا کوٹ
 سات پانچ گر کیجئے لونی
 بھرم مٹا دئے ست گر سوئی
 چشم بتو آفتا دو وجود ہمہ حک شد
 ہر چیز کہ درکان رفت نمک شد
 پریم گلی میں گھل گیو جیسے نیر میں لون
 لوں گلا پانی بھیا پنہ بتادے کون
 چلے پوتلی لونی تھاہ سندھ کا لین
 آپ ناتھ آپون ملے پھر کو کہے جو بین
 این چنین جو یائے درگاہ خدا
 چون خدا آید شود جویندہ لا
 سالکان داند در میدان درد
 تافنائے عشق بامردان چہ کرد
 سالہا بردند مسردان انتظار
 تاکے را بارسد از صد ہزار
 چون پس از عمرے بمقصودے رسید
 غرق حیرت گشت مقصودے ندید
 میاں کلن شاہ کے ساتھی ان کو لے کر دہلی میں حکماء سے علاج کرایا کچھ نہ ہوا۔

مرزا صاحب کے خلفاء جمع ہوئے تاکہ نسبت کو سلب کر لیں ۔

اندرنون جوش جنون ہے تیرے دیوانہ کو
 لوگ ہر سو سے چلے آتے ہیں سمجھانے کو
 ہر چند کوشش کی مگر کیا ہوتا تھا بلکہ الٹا اثر پڑنے لگا یعنی میاں کلن شاہ کی نسبت ان
 پر غالب آنے لگی پھر تو سب ڈرے کہ ایسا نہ ہو کہیں ہمارا بھی یہی حال ہوئے ناچار ان کو
 خانقاہ سے بائیں حیلہ نکال دیا کہ یہ پابند شرع نہیں رہا ایک شخص ان کو کوٹ پوتلی لے آیا اور
 وہیں آپ کا انتقال ہوا۔



گالیاں سنکر بھی فقیری دیدی

ایک روز ارشاد ہوا کہ شاہ جہاں پور میں ایک بزرگ بالا خانہ پر رہا کرتے تھے تعویذ گنڈے پر گذر اوقات تھی اکثر عورتیں بچے ان کے پاس آتے۔ ایک سپاہی بھی ان کے ہمسایہ میں رہتا تھا وہ ہمیشہ ان کو برا کہتا اور گالیاں دیتا کہ یہ فقیر بڑا ٹھگ مکار فریبی بد معاشی ہے کچھ عرصہ کے بعد فقیر صاحب کو عارضہ اسہال لاحق ہوا سپاہی نے بیماری کا حال سنا دل میں سوچا کہ میں اس فقیر صاحب کو ہمیشہ گالیاں دیتا رہا لیکن اس نے مجھ کو اپنی زبان سے کبھی کچھ نہیں کہا چلیں اس کی خدمت گذاری کریں اور اپنا قصور معاف کرائیں خیر گالیاں ہم نے دیں تو خدمت بھی ہم کو کرنی چاہیے اول تو عذر تقصیر کیا۔ پھر خدمت شروع کی اور جیسا کہ چاہیے حق خدمت ادا کیا آخر اس فقیر کا دم آخر آ پہنچا تو سپاہی سے فرمایا کہ ہمارا صندوق کھلو اس نے کھولا۔ ایک صدی ایک تہ بند ایک ٹوپی نکال کر سپاہی کے حوالے کی اور کہا کہ یہی تین چیزیں مرشد نے ہم کو دی تھیں سو ہم تم کو دیتے ہیں اتنا کہہ کر جان بحق ہوئے کفن و دفن کر کے فارغ ہوا تو سپاہی کو نہایت رنج ہوا۔ بروز سوم بہت آدمی جمع ہوئے بعد فاتحہ لوگوں نے کہا میاں صاحب نے جو چیز تم کو دی ہے۔ اس کو ایک دفعہ پہن لو پھر اتار کر رکھ دینا یہی طریقہ بزرگوں سے چلا آتا ہے سپاہی نے غسل کیا اور وہ خلعت پہنا تو کچھ اور ہی رنگ نظر آیا۔

نکل آئی پر بت کو رانی سرسوں پھول آنکھوں میں

واہ گرو جی خوب پلائی سرسوں پھولی آنکھوں میں

اپنا گھر بار چھوڑ کر اسی بالا خانہ پر جا بیٹھے اور کام جو ان کے پیر کرتے تھے وہی

میاں سپاہی کرنے لگے۔

تن لے بھسم لگائی جٹا بڑھائی دو دھا دھاری نلکن کہری

پن کشتی کا یا کھوج نپایا جنم جنم کئے بار مری
 لے (۱) (بہم راک۔ چتا بال دودھ دھاری ایک قسم کے فقیرا، ہنودرین کشتی ثواب
 کرنے والا۔ کا یا جسم کہوج پتا بھو بہت تیرتھ زیارت گاہ سیوی پوجا گری۔ کام کاج سری
 نکلی۔ گروم شد بلہاری۔ قربان۔ نمون سلام۔ بھو بہت سا گردایا۔ یعنی اگر کوئی شخص راک لگا
 دے اور بال بڑھا سے اور دودھ دھاری بیخادے اور جسم سے ثواب کرے ہر قسم کے اور پوجا
 کرنے زیارت گا ہوں میں مثل دریائے گنگ اور تالاب بہوئی کے اور ہزاروں دفع مرکی
 زندہ ہو مگر بغیر کامل کے کام نہیں نکلتا۔ قربان جاؤں پیر کے اور سلام کرتا ہوں میں ان کو کہ
 بہت دریاؤں سے پار کر دیا ۱۲)۔

بھو تیرتھ سیوی گنگ پھوئی بن ستر نہیں کاج سرے
 گر کے بلہاری نمون ہمارے جن بھو سا گر پار کرے



بازاری طوائف کو پارسا بنا دیا

ایک روز ارشاد ہوا کہ شہر دہلی میں ایک کسی نہایت حسینہ و جمیلہ کسی امیر کی ملازم تھی
 ایک بار گرمی کے موسم میں آدھی رات کے وقت اس کے مکان کے نیچے کوئی شخص پکارا کہ
 ہے کوئی ایسا خدا کا بندہ جو ہم کو سرد پانی پلا دے اس آواز سے کسی بیدار ہوئی اور ایک صراحی
 برف آب کی اور مصفا گلاس ہاتھ میں لیے نیچے اتری۔ فقیر تشنہ کو پانی پلایا جب وہ سیراب
 ہوا تو جرعه باقی ماندہ اس کو دیا کہ لو پی لے اس نے پیا اور پیتے ہی حالت دگرگون ہو گئی وہ فقیر
 پیالہ پلا کر چل دیئے کسی ایسی جگہ بیٹھ گئی امیر کی جو آنکھ کھلی تو آرام دل کو پہلو میں نہ پایا۔
 دائیں دیکھا نظر نہ آئی بائیں دیکھا کہیں نہ پانی
 بے قرار ہو کر ہر جانب تلاش کرنے لگا دیکھتا کیا ہے کہ وہ دریتیم خاک پر غلطان
 ہے اٹھا کر لایا اور سمجھایا دریافت کیا تو وہ بولی کہ اب ہم سے تم سے کچھ رشتہ نہیں نہ میں

تمہارے کام کی نہ تم میرے مطلب کے ۔
 عقل گوید دنیا و عقبی بجز عشق میگوید بجز مولیٰ بجز
 عقل میگوید کہ خود را پیش کن عشق میگوید کہ ترک خویش کن
 اتنی مہربانی کرو کہ مجھ کو ایک الگ مکان دے دو نہ میں کسی کے پاس جاؤں نہ کوئی
 میرے پاس آوے چنانچہ سب سے الگ بیرون ایک شہر ایک مقبرہ پر رہنا اختیار کیا ایک
 طالب خدا کسی درویش کے پاس گئے انہوں نے پتہ دیا کہ فلاں مقام پر ایک عورت رہتی
 ہے تم اس کے پاس جاؤ وہ طالب وہیں پہنچا اور اپنا مطلب بیان کیا وہ بولی میں تو کسی ہوں
 اگر کچھ تمہارے پاس ہو تو لاؤ اس کے سوا میں کچھ جانتی نہیں۔ اس کے کہا آپ کچھ ہی
 فرمادیں میں تو ایک بھیدی کا بھیجا ہوا ہوں ٹالے سے ٹلتا نہیں تب کہا خیر تم اس قابل تو نہیں
 ہو کہ دفعۃً تم کو تعلیم کر دی جاوے البتہ روزمرہ صبح و شام میرے پاس آ کر بیٹھا کرو لیکن کوئی
 پوچھے تو کہہ دینا کہ ہم سے اس سے آشنائی تھی۔ ہمیشہ اسی طرح آتے رہے چھ مہینے میں
 تعلیم کر کے رخصت کیا ۔

دوار کا مکہ عبادت گاہ ہیں آپ کے ملنے کی لاکھوں راہ میں
 اس کے بعد جناب و قبلہ نے فرمایا کہ جس زمانہ میں ہم مولانا شاہ عبدالعزیز
 صاحب سے پڑھتے تھے تو ہم بھی چند بار اس عورت کے پاس گئے تھے۔



طلب کس چیز کی تھی اور ملا کیا

ایک روز ارشاد ہوا کہ ایک شخص کسی بزرگ کی خدمت میں واسطے طلب کیا گیا
 جایا کرتا تھا ایک دن وہ بزرگ بولے کہ ہم تجھ کو کچھ دیں گے چون کہ وہ دنیا دار تھا سمجھا کہ
 شاید کیا بتلا دیں گے فقیر صاحب اس کو غسل کرا کر پیرے پہنا جنگل میں لے گئے اور ایک
 جگہ بیٹھا کر کہا تو بیٹھا رہا ہم آتے ہیں یہ کہہ کر چل دئے اور ایک مہینہ تک نہ آئے وہ ان کو

صادق الودع سمجھ کر وہیں بیٹھا رہا بعد مہینہ بھر کے آئے اور کہا کہ اب تو ذرا کھڑا رہ ہم آ کر
اکسیر دیں گے سات روز تک اسی مقام پر کھڑا رہا پھر آئے اور کہا کہ اچھا بیٹھ جا اس سے
بمشکل بیٹھا گیا اس کے بعد تعلیم و تلقین فرمائی اور وہ شخص نہایت صاحب کمال ہو گیا۔ ع
طلب کس چیز کی تھی اور ملا کیا ۔

خود بخود آں بت عیار برے آید! نہ بزور نہ بزاری نہ بزورے آید



محمود غزنوی لڑکے کا شریک ہو گیا

ایک روز ارشاد ہوا کہ ایک طفل ماہی گیر شکار کو گیا شام تک کوئی مچھلی ہاتھ نہ آئی
مابوں بیٹھا تھا کہ سلطان محمود گھوڑے پر سوار اس کے پاس آ پہنچا پوچھا کہ اوڑکے غم گین
کیوں ہے بولا کہ حضور ہم چار یتیم لڑکے اور ایک ہماری اپانچ ماں ہے اگر کوئی مچھلی مل جاتی
ہے تو ہم غریب پیٹ بھر لیتے ہیں سلطان نے فرمایا کہ اے لڑکے مجھے اپنا سا جمی کر لے وہ
راضی ہو گیا بادشاہ نے خودشت پھینکی اس کے نصیب سے سو مچھلیاں شکار ہوئیں لڑکا خوشی کے
مارے پھولانہ سمایا کہا کہ اپنا حصہ بانٹ لو سلطان نے کہا کہ خیر آج کا شکار تو سب تمہارا کل
جو شکار ہو گا وہ ہم لیں گے۔ یعنی خود تجھی کو شکار کریں گے چنانچہ اگلے دن سپاہی بھیج کر اس کو
بلایا اور اپنے برابر تخت شاہی پر اس غریب لڑکے کو بٹھلایا لوگوں نے کہا بھی کہ حضور کیا کرتے
ہیں۔ سلطان جواب دیا کہ یہ کیسا ہی غریب و حقیر سی لیکن ہمارا سا جمی ہے۔ جب کہ ایک
بار اس کو قبول کر لیا تو اب رو نہیں کر سکتے۔ چنانچہ اس کو بھی بادشاہ بنا دیا۔ لوگوں نے اس
لڑکے سے پوچھا کہ میاں تجھ میں ایسا کیا کمال ہے کہ اس مرتبہ کو پہنچا ۔

گفت شادی آمد و شیون گذشت زانکہ صاحب دولتی بر من گذشت
غرض یہ ہے کہ جس کو پیا چاہے وہی سہاگن ہے۔



کافر مسلمان ہو گیا

ایک روز ارشاد ہوا کہ زمانہ ماضیہ میں بموجب حکم اُقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ
وَجَدْتُمُوهُمْ یعنی قتل کرو مشرکین کو جس حال میں پاؤ جہاد میں ایک غازی کا کسی مشرک
سے مقابلہ ہوا بڑی دیر تک جدال و قتال میں مصروف رہے کوئی کسی پر غالب نہ ہو سکا نماز کا
وقت آیا غازی نے کہہ کر اب مجھے تھوڑی دیر کے واسطے مہلت دے تاکہ نماز ادا کر لوں اس
نے مہلت دی بعد از نماز پھر مشغول حسب و ضرب ہوئے اتنے میں مشرک کی پوجا کا وقت
ہو گیا اس نے بھی مہلت چاہی اور اپنے دھندے میں لگا مسلمان کو خیال آیا کہ اب وقت
نصرت ہے اس کا کام تمام کروں نا گاہ غیب سے ندا آئی کہ او بے وفا کیا اَوْفُوا بِالْعُقُودِ
کے یہی معنی ہیں اس معاملہ میں تجھ سے تو مشرک ہی افضل نکلا یہ ندا سنتے ہی مسلمان رونے
لگا اور گر پڑا۔ جب مشرک اپنی عبادت سے فارغ ہو کر غازی کے مقابلہ میں آیا تو اس کو زار و
بیقرار پایا حال پوچھا اس نے کیفیت واقعہ سنائی کہ اس طرح تیرے سبب سے مجھ پر عتاب
ہوا۔ مشرک کے دل پر اس بات نے تاثیر کی اور سمجھا کہ بے شک ان کا دین سچا ہے کہ خدا نے
عہد شکنی کو جائز نہ رکھا غازی سے کہا کہ مجھ کو ارکان اسلام تعلیم کر اور مسلمان ہو گیا۔ ایسے ہی
آجکل کے مسلمان بھی بے وفائی میں یکتا ہیں لیکن ہاتھ غیب کی ندان کو سنائی نہیں دیتی اور
قرآن شریف کو دیکھتے نہیں اگر دیکھتے ہیں تو عمل نہیں۔

برزبان تسبیح و دردل گاؤں خیریں تسبیح کے وارد اثر



کچھ سمجھ نہیں آتا

ایک روز ارشاد ہوا کہ بڑا پیر اور رہبر کامل تو بخت جوان ہے اگر مقسوم میں نہ ہو تو کسی پیر فقیر سے کچھ نہیں ہو سکتا اور قسمت میں ہے تو پیر خود تعلیم کرنے گھر آ جاتا ہے چنانچہ نقل ہے کہ ایک مرد خدا کا وقت رحلت قریب ہوا تو بستی میں آئے دیکھا کہ ایک لڑکا جو لایہ کا تانی کی پان کر رہا ہے فقیر نے اپنی ٹوپی اتار اس کے سر پر رکھ دی اور کہا کہ مجھ کو سرکار نے طلب کیا ہے تو میری تجہیز و تکفین کر دینا اتنا کہہ کر چادر تان کے لیٹ گئے اور رخصت ہوئے ان کے کفن و دفن کے بعد وہ لڑکا سب سے الگ تھلگ قطع تعلق کر کے بیٹھ رہا اس کے وارث رونے پٹنے لگے اس نے کہا کہ سنو نہ میں کہیں گیا نہ کسی سے کچھ طلب کیا نہ میں اس کوچہ سے واقف تھا خدا نے گھر بیٹھے اپنی نعمت عطا فرمائی۔

ایکن کو دیت پھرائے کے ایکن کو بیٹھ دیت ہے ایکن کو مانگے دیت ایکن کو دیت نہ لیت ہے اب میں تمہارے کام کا نہیں رہا نہ تم میرے مطلب کے جاؤ اپنا اپنا کام کرو۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ مہاراج کبیر کے گھر ایک بار چند سادھو مہمان آئے اتفاقاً اس وقت کچھ سامان کھانے پینے کا نہ تھا اپنی بیوی سے کہا اب کیا علاج ہے۔ اس نے کہا کہ ایک بقال مجھ پر عاشق ہے اگر کہو تو اس سے کچھ سودا لے آؤں۔ کہا کہ اچھا شکار کرو۔

چوں صلاحت ہست رو صیدے بگیر	تا بد و شائیم از صید تو شیر
توس آبرو تیر غمزرہ دام کید	بہرچہ دادت خدا از بہر صید
روپے مرغے شگرنی دام نہ	دانہ بنمالیک درخور دش مدہ
کام بنماؤ کن اور تلخ کام	کے خور دوانہ چوشند محبوس دام

کبیر کی بیوی جو نہایت حسین تھی بقال کی دوکان پر گئی اور کہا کہ مہمانوں کے لیے

اتنا سامان مطلوب ہے بقال نے کہا کہ اس شرط پر دیتا ہوں کہ تو رات میرے پاس رہے یہ اقرار کر کے سودا لے آئی اور مہمانوں کو پکا کر کھلا دیا جب رات زیادہ ہو گئی تو کبیر نے کہا کہ لو اب کپڑے بدلوا اور زیور پہنودیکھو تو اس بچے کی کیا گت بنتی ہے سنگار کر اپنی چڑھی چڑھا بیے

کے دروازہ پر جاتا رہا بنیا اس کو دیکھ کر بہت خوش ہوا اور چوں کہ بارش اور کچڑ ہو رہی تھی اس سے پوچھا کہ تمہاری جوتیاں کیوں صاف ہیں ذرا کچڑ نہیں لگی جواب دیا کہ کبیر اپنی چڑھی چڑھا کر مجھ کو لایا ہے یہ بات سنتے ہی بنیے کی حالت بدل گئی قصور معاف کرایا اور کہا کہ یہ تو میری ماں ہے غرض کبیر نے بقال کو تعلیم کی اور آئے دال کا بھاؤ سب بھلا دیا۔

ایک روز حاضر خدمت ہوا۔ اکثر راقم کی یہ عادت تھی کہ جس وقت کلام فیض انجام کے سنے کا اشتیاق ہوتا تو یہ شعر زبان پر لاتا۔

بازگو از بخدو از یاران بخد تادرو دیوار را آری بوجد

میں نے یہ شعر پڑھا تو ارشاد ہوا کہ

جاکی! جیسی لگن ہے والی وا کو رام روم روم میں رم رہی نہیں اور سے کام

پاس کہوں تو پاس ہے اور دور کہوں تو دور جان اجان جہاں میں سب میں ہے بھر پور

دور کہوں تو دور ہے اور پاس کہوں تو پاس روم! روم میں رم ہی حون پھولن میں پاس

۱۔ (۱) جس شخص کی کسی سے جس قدر محبت ہوتی ہے اسی قدر اس کا وہ مطیع ہے

اور ہمارے تو بال بال میں بس گیا ہے دوسرے سے مطلب ہی نہیں رہا۔ ۱۔ (۱) (یعنی

ہمارے بال بال میں ایسے بے ہے جیسے گل میں خوشبو)۔

نَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ جَبَلِ الْوَرِيدِ ط یعنی ہم قریب تر ہیں بندے کی طرف

رگ گردن سے۔

یار نزدیک تر از من بمن است وین عجب تر کہ من از دے دورم

چہ کنم باکہ تو ان گفت کہ او در کنار من و من مہجو رم

نقل ہے کہ ایک راجہ کو یہ خیال پیدا ہوا کہ آخر کار مرنا اور دنیا کو ترک کرنا ہے

چون ۲۔ (۲) نہ نفع دے گا مال اور نہ اولاد مگر جو شخص کہ لاوے اللہ کے پاس قلب سلیم

یعنی وہ دل کہ جس میں محبت غیر خدا مطلقاً نہ ہو یعنی محبت دنیا وغیرہ (۱۲) مکت ہو جانا چاہیے۔

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق ثبت ست بر جریدہ عالم دوام مالا ۳۔ (۳)

(جیون مکت یعنی جیتے جی آزاد ہو جاوے امید بہشت و خوف و دوزخ جاتا رہے)۔

مَا لَوْلَا بَنُونَ إِلَّا مَنْ آتَى اللَّهُ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ تمام برہمنوں کو جمع کیا اور کہا کہ کوئی ایسی بات بتلاؤ کہ جس سے جیون مکت ہو جائے۔ برہمنوں نے بچار کے جواب دیا کہ مہاراج ایک تو گائے بناؤ سونے کی اور اتنا مال ودہن برہمنوں کو دو چونسٹھ تیرتھ کر دو تو بھگوان کی دیا سے جیون مکت ہو جاؤ گے۔ راجہ نے یہ سب کرم کئے مگر کچھ بھی نہ ہوا تب جوگیوں کی طرف رجوع کی۔ انہوں نے اول تو کان پھاڑے پھر چار پرکار کی تعلیم کی پہلا پرکار (۴) (علم دین خوب حاصل کر کے اس پر عمل جیسا کہ چاہے کرے ۱۲)۔ بدھم چوج دوسرا پرکار بان پرست (۵) (۵) (جو ان و خوبصورت عورت کے ساتھ خفت و خیز کرے کوئی مانع بھی نہ ہو اور خود بھی ہتیاروں سے درست ہو پھر حملہ نہ کرے بلکہ خیال بھی نہ آوے ۱۲)۔ تیسرا پرکار ڈنڈ کمنڈل چوتھا پرکار ب جیا (۱) (جہان کا رہنے والا ہوں گھر گھر بھیک مانگی) ہوم اور بعض کے نزدیک اول برہم چرج دوم گہرت سوم بان پرست چہارم بجیا ہوم پہلے تین پرکار تو چیلے کے اختیار میں ہوتے ہیں۔ راجہ نے سب کر لیے چوتھا پرکار گورو کی توجہ پر تھا یعنی پر (۲) (توجہ اتحادی یعنی پیر اپنے جیسا بنا دے جیسے حضرت کی باقی باللہ صاحب نے نان بانی کو بنا دیا تھا ۱۲)۔ ہنس بنا دینا سو کچھ نہ ہوا پھر علماء اسلام کو جمع کیا اور اپنا سوال پیش کیا۔ انہوں نے جواب دیا کہ صاحب اگر دین اسلام قبول کرو تو یہ بات ہو سکتی ہے۔ راجہ راضی ہوا۔ کہ بہت اچھا عالموں نے اس کو مسلمان کیا ختنہ کر ڈالے نماز روزہ حج زکوٰۃ کے ارکان سکھلائے۔ جب خوب واقف ہو گیا تو کہا کہ جاؤ اب حج کرو مدینہ منورہ جاؤ یہ بھی کیا جب اپنے ملک میں پہنچا تو پھر علماء کو مجتمع کیا اور کہا کہ اب کیا فرماتے ہو مجھے تو کچھ بھی حاصل نہ ہوا۔

مکہ گئے مدینہ گئے کربلا گئے جیسے گئے تھے ویسے ہی ہیر پھیر آ گئے ان سب نے جواب دیا کہ جو کچھ ہمارے دین کی باتیں تھیں ہم تم کو بتلا چکے اور ہم کچھ نہیں جانتے جب کہ سب طرف سے جواب ملا اور یاس کلی ہو گئی تو راجہ کو جنون پیدا ہوا ایک ہاتھ سے کان پکڑا اور دوسرے سے دوسرا اور جا بجا کا کہنا شروع کیا کہ یہ ہندویہ مسلمان میں کون ہوں۔

ظاہر میں گرچہ بیٹھا لوگوں کے درمیان ہوں

پر جانتا نہیں ہوں میں کون ہوں کہاں ہوں

آخر جویندہ یا بندہ و من رقی بابا و لجاج و لجاج۔

ہر کہ چیزے جست بے شک یافت او
چون نہادی در طلب پا اے پر
ہیں مباحش اے خواجہ یکدم بے طلب
عاقبت جویندہ یا بندہ بود
در طلب چالاک شو این فتح یاب
سایہ حق بر سر بندہ بود
گفت پیغمبر کہ چوں کوبی درے
چوں نشینی بر سر کوائے کے
چوں زچا ہے میکشی ہر روز خاک

چون بجد اندر طلب بشافت او
یافتی و شد میسر بے خطر
تا بیابی ہرچہ خواہی اے عجب
چوں کہ در خدمت شتا بندہ بود
مے طلب واللہ اعلم بالصواب
عاقبت جویندہ یا بندہ بود
عاقبت زان در برون آید سرے
عاقبت بنی تو ہم روئے کے
عاقبت اندر سی در آب پاک

ناگاہ ایک مرد خدا مع چند مریدوں کے وہاں آ پہنچے راجہ کو دیکھا اور پوچھا کہ کیا کہتا

ہے اس نے کہا یہ ہندویہ مسلمان میں کون مرد خدا نے مریدوں کو اشارہ کیا کہ اس کو جو تیاں مارو مارتے مارتے بے چارے کو بیدم کر دیا جب ہوش ہوا تو پھر وہی وہن غرض کہ اس مرد خدا نے چار دفعہ پٹوایا اور ہر بار وہی حال پایا پس معلوم کیا کہ عشق اپنے مد پر آ گیا ہے ایک نگاہ پاک اس پر ڈالی نگاہ کا پڑنا تھا کہ گم صم ہو گیا۔

ستے اگر پورا ملکیو جو کھول دکھائے نین
بجیں ۲ جھو جاؤ سن کے اور سنے سو گڈ بڈ ہوئی
درین درطہ کشتی فروشد ہزار کہ پیدا نہ شد تختہ بر کنار
۱۔ (۱) یعنی پیر کامل مل گئے کھول دیں آنکھیں تمام جہان جھوٹا معلوم ہوا جب
انہوں نے دور سے اشارہ کیا (۱۲)۔ ۲۔ (۲) لڑائی کے نقارے بج رہے ہیں جو سنتا ہے
وہی مست ہو جاتا ہے بہت بہادر اس جنگ میں گئے ہیں اور ایک بھی باہر نہیں نکلا (۱۲)۔

پھر مرد صاحب دل نے دریافت کیا کہ بولو اب تم کون ہو جو اب دیا کہ اب میں کچھ کہہ نہیں سکتا کہ کون ہوں ۔

کچھ نہیں کہتا مجھے میں کون ہوں
در بشر رو پوش آمد آفتاب
چندا ۳ جھلکی سب گھٹ مائیں
اب ۴ چپ تپ کون کرے مورے بھائی
بھلا میں دیکھا ست گرسلتھ سپاہی

سرت ۵ سنیکھری ساج سمجھ کاتن کی تیک بنائی
ست ۶ کا سیل جگت کا جمد ہر چھما ڈھال
ڈھل کا ہی

آپا مارے جگت سب مارا تیغ رام پر باہی
پانچوں ۸ پکڑی کام دھام سے پکڑی متامائی
۳ (۳) (چاند کی روشنی سب جگہ موجود ہے لیکن اندھی آنکھ کو کچھ نظر نہیں

آتا ۱۲) ۲ (۲) (اب کوئی عبادت میں محنت کرے جب کھوئی ہوئی نعمت اور مال اپنے ہی
میں مل گیا ۱۲) ۳ (۳) (یعنی میرے پیر پورے سپاہی ہیں خدا کے نام کا پروانہ لکھ کر ابھی
جاگیر دلوائی۔ ۵ (۵) (اور ہتھیار عنایت کئے ہیں چالاکی سنیکھری یعنی کپ باردت کی اور
سارا سامان سمجھ کا اور تن کی بندوق فقر کی جاگی جو دیسی بندوقوں میں ہوئی ہے جس کو توڑا
کہتے ہیں اور عقل کا مندرا جس پر جاگی لگائی جاتی ہے اور اس میں محبت کا پیالہ ہے ۱۲)
۶ (۶) (صلاحیت یعنی جتنی سستی ہونے کا نیزہ اور محنت کی تلوار صبر کی ڈھال دے گی ان
ہتھیاروں سے کیا کام واقع مورچہ سوال اللہ کا مار لیا اور شک کوڑ کر مٹا دیا۔

۷ (۷) (پھر اپنے آپ کو مار دیا جب اپنے آپ کو مار لیا گیا اور ایک تلوار کا کام
بھی تمام کر دیا اور انانیت کی گردن کاٹ کے اب ہم ہوئے سپاہی)۔

۸ (۸) (پانچویں یعنی حواس خمسہ جو دشمن تھے ان کو بھی پکڑ لیا اور خواہشیں جو

توی دشمن تھیں ان کو بھی گرفتار کر لیا اب کبیر اس نے قلعہ فتح کر کے نشان کو پھرایا ہے (۱۲)۔

ایک روز فرمایا کہ سالک راہ رو کو کہتے ہیں اور سلوک یہ ہے کہ جو کچھ مقسوم میں ہے بزرگوں کی تعلیم و تلقین سے آہستہ آہستہ حاصل ہو جاتا ہے جیسے رہ رو چلتا چلتا اپنی منزل مقصود کو پہنچتا ہے اور یہ جو دفعۃً کسی کو کچھ ملا ہے یہ بات اور ہے۔ سلوک کے خلاف ہے بعض طالب جو اسی امر کے خواہاں رہتے ہیں کہ دفعۃً مل جائے سو یہ بات ہر شخص کے واسطے نہیں ہو سکتی لاکھوں کروڑوں میں خدا نے کسی ایک کے لیے یہ بات مقرر کر دی تو ہوئی ورنہ سالک کا یہی کام ہے کہ بزرگوں سے جو کچھ ان کو پہنچا ہے طالب کو بتلا دیا آگے ہونا نہ ہونا اس کے مقسوم پر منحصر ہے اس میں کسی کا اختیار نہیں اور خدا کو جب کسی پر رحمت منظور ہوتی ہے تو جس طور سے چاہتا ہے کر دیتا ہے چنانچہ ایک شخص تھا اس کے خیال میں یہ سمائی کہ ایسے پیر کا مرید ہوں گا جو ذات کا شریف صورت کا اچھا عالم باعمل و صاحب کمال ہو اور جملہ اوصاف حمیدہ سے موصوف ہو پس ایسے شخص کا ملنا دشوار مدت تک تلاش میں رہا جب کوئی نہ ملا تو ایک دن ناچار دل میں ٹھانی کہ آج صبح کو جو راہ میں مل جائے اسی کو پیر بنانا چاہیے۔ اتفاقاً ایک چور ملا اس نے ارادت ظاہر کی اس نے کہا بھائی میں تو نہ پیری سے واقف نہ مریدی سے آگاہ نہ صلاح کار کجا و من خراب کجا بہین تفاوت رہ از کجاست تا کجا جتنا اس کو انکار تھا اتنا اس کو اصرار تھا یہ بے پیر ایسا دامن گیر ہوا کہ چور غریب کو پیچھا چھوڑنا مشکل ہو گیا دیکھا کہ کسی ڈھب سے باز نہیں آتا تو کہا کہ فلاں پہاڑ پر جا اور دو رکعت نماز کی نیت باندھ جب دوسری رکعت کے سجدہ کی نوبت آئے تو جب تک تجھ کو الہام نہ ہو سر نہ اٹھانا اس نے ایسا ہی کیا آخر حکم خداوندی خضر آئے اور کہا سر تو اٹھا پوچھا تو کون ہے جواب دیا کہ میں خضر ہوں اور تیری تعلیم کے لیے آیا ہوں تو نے جس کو پیر بنایا وہ تو ایک چور تھا طالب نے جواب دیا کہ حضرت پہلے تو کبھی آپ بھی تشریف نہ لائے جب وہ چور پر ملا تو آپ بھی ملے ہیں آپ کا کہنا ہرگز نہ مانوں گا تب حضرت خضر کو جناب باری سے حکم ہوا کہ جاؤ اول اس چور کو تعلیم کرو خضر جانچے اور اس کو سرکاری سبق پڑھا دیا۔

خضر نے گم گشتہ راہ کو آلیا حاصل مطلب کا مطلب پالیا

پوتھی سب تھوٹھی بھی پنڈت بھیا نکوئی ڈھائی انھر پریم کے پڑھے سو پنڈت ہوئی
تب اس پیر غارت گر کو خیال آیا کہ آہا ایک شخص ہمارا مرید ہوا تھا دیکھیں اس کا
کیا حال ہے آئے اور اس کو تعلیم دی اب یہ اس کے قدم لیتے ہیں اور وہ اس کے قدم لیتا ہے
کیوں کہ پیر نے مرید کی بدولت ہدایت پائی اور مرید نے پیر کے توسل سے مراد حاصل کی
اس کے بعد جناب و قبلہ نے ارشاد کیا کہ ان کی تقدیر میں اسی طرح تھا اب اگر ہر شخص اسی
طور سے چاہے تو نہیں ہو سکتا۔



ہے اپنا مقدر۔ نصیب جدا

ایک روز ارشاد ہوا کہ نوابی لکھنؤ میں ایک شخص ناظم پرگنہ تھا اتفاقاً ایک کسی سے
اس کو عشق ہو گیا جو کما تا اس کو کھلاتا یہاں تک کہ سرکاری روپیہ بھی اڑا دیا جب نواب کو خبر
ہوئی تو موقوف کئے گئے جو کچھ اندوختہ تھا وہ بھی کھلا چکے۔ تو کسی سے کہا کہ اب ہمارے
پاس صرف ایک صندوق رہ گیا ہے اس میں جو کچھ ہے وہ بھی لے اور رات کو بچرا کر اس نے
سمجھا کہ صندوق میں بہت کچھ مال ہوگا تمام شب ناچتی اور صبح کو صندوق لے گئی وہ امیر بھی
ہمراہ گئے جب اس نے گھر جا کر صندوق کھولا تو ایک تہہ بند نکلا ایک ٹوپی ایک کرتہ ایک
رنگین رومال کسی کو حیرت ہوئی کہ اس نے کیا کیا اس وقت امیر خانہ خراب نے کہا اب تم مجھ کو
اپنا مرید کرو اور یہ خرچہ پہنا دو وہ بولی میاں اللہ اللہ کرو اگر تم کو اپنی مال و دولت کا قلق ہے تو جو
کچھ میزے گھر موجود ہے سب لے جاؤ وہ بولا کہ نہیں نہیں میں تو مال و متاع تیری نذر کر چکا
ایک جان ہے سو یہ بھی حاضر ہے لیکن خدا کے لیے مجھ کو اپنا مرید کر لے ہر چند اس نے سمجھایا
مگر دیوانہ کی سمجھ میں کچھ نہ آیا ناچار کسی نے اپنی تمام برادری کو جمع کیا اور کہا کہ سڑی کو سمجھاؤ
اگر دونا مال لے کر بھی پیچھا چھوڑے تو میں راضی ہوں۔ ہر ایک نے سمجھایا کسی کی نہ سنی آخر

سب نے کسی کو یہ صلاح دی کہ تیرا کیا بگڑتا ہے اسی کی خوشی کو مرید بنا کر کپڑے پہنا رخصت کر غرض پیر دل برنے خود بھی غسل و وضو کیا اور مرید مستقل کو بھی نہلا ڈھلا کر پہلے خود دو رکعت نماز پڑھی اور رو کر جناب باری میں دعا کی کہ بار خدا یا تو ہمارے اعمال و افعال سے خوب واقف ہے مجھ گنہگار میں اسی کام کی قابلیت کہاں اب شرم تیرے ہاتھ ہے بیعت کر کے کفنی گلے میں ڈال دی یکا یک رحمت الہی کا دریا جوش زن ہو اور فیضان غیر متناہی کا طوفان اُٹا پھر تو کچھ اور ہی رنگ پیدا ہوا وہ امیر چل دیا عورت کو بھی جذب دل نے کھینچا اسی کے ساتھ ہولی اب مرید آگے آگے اور پیر پیچھے پیچھے پھرتے پھرتے دونوں گنگوہ میں پہنچے حضرت عبدالقدوس گنگوہی کا عرس ہو رہا تھا مشائخین کبار کا مجمع اور قوالی کی مجلس گرم تھی یہ دونوں بھی آ بیٹھے ذرا دیر بعد اس امیر کو ذوق و شوق پیدا ہوا وجد کی حالت میں الا اللہ کانعرہ لگایا اور دم سے ایک کنوئیں میں جا کر لوگ سہم گئے نکالنے کو دوڑے عورت بولی کہ تم کیسے مشائخ ہو ڈر گئے اگر اس کا وجد و حال صحیح ہے تو خود نکل آئے گا کچھ جائے اندیشہ نہیں ورنہ ایسے کا ڈوب مرنا بھلا ہے ہاں قوالی ہونے دو اور وہ ہی نعت جاری رہے غرضیکہ کنوئیں کے کنارے پھر نعت شروع ہوئی صاحب وجد نے پھر جوش خروش کیا اور پانی امنڈ کر لب چاہ تک آ گیا وہ شخص سطح آب پر قص کرتا ہوا باہر نکل آیا ایک شخص جو حضرت شاہ عبدالقدوس کے مزار پر مدت سے متکلف تھے ان کو رشک پیدا ہوا اور سوچا کہ رنڈی کا مرید نہ زہد نہ عبادت نہ آگاہ پیچھا نہ جہد اور یہ زور و شور کی حالت ہم کو خراب ہوتے اتنی مدت گذری جو ار حضرت میں عمر گذاری اور کچھ بھی اثر تاثیر نہ پیدا ہوا یہ سوچ کر اپنا جبہ و دستار اتار قبر پر ٹیک دیا اور کہا کہ حضرت بس ہمارا تو سلام ہے اس مشائخی کو۔

آسن ہمارے کیا ہوئے جو گئے نہ من کی آس جون تیلی کے بیل کو گھر گھر کوس پچاس
 مال لے پھیرے جگ گیوا اور گیانہ من کا پھیر کر کامنکا چھوڑ کے من کا من کا پھیر
 موٹا منڈائے کیا ہوا جو گیتا گھوٹم گھوٹ منوا تو موٹا نہیں جس کا سگرا کھوٹ
 ۱۔ (۱) آسن طریق نشست۔ من دلہ۔ آسن حرم یعنی اس نشست عبادت سے
 کیا حاصل ہو جو حرم نہ گیا گویا تیلی کے بیل کی طرح اپنے گھر ہی گھر میں پچاسوں کوس کا

سفر ہے ۱۲)۔

۲ (۲) (مالا تسبیح جگ مدت۔ من دل۔ پھیر کجی۔ کر ہاتھ یعنی تسبیح کو پھراتے ہوئے ایک مدت گذر گئی لیکن دل کی کجی دور نہ ہوئی ہاتھ کا منکا یعنی ریا کاری کو چھوڑ کر دل سے خدا کو یاد کر)۔

۳ (۳) (یعنی ظاہری صورت بنانے سے کچھ حاصل نہیں کیوں کہ نفس تو سیدھا ہوا ہی نہیں جس کا یہ سارا افساد ہے ۱۲-۱۲)

اس شخص کو ندا آئی کہ تم اس امیر کی حرص مت کرو اس کے لیے یہی مقدر تھا اور یہ

نادرات سے ہے۔

کیما گر بغصہ مردہ و رنج آبلہ اندر خرابہ یافتہ گنج

اپنا کام کرتے رہو جو خدا کو منظور ہے وہ ہو جاوے گا کیوں گھبراتے ہو۔

ہے اپنا اپنا مقدر جدا نصیب جدا



حضرت خضر علیہ السلام

ایک روز ارشاد ہوا کہ حضرت لقمان حکیم سے کسی شخص نے کچھ دردینار قرض حسنہ لیے ایک مدت کے بعد اس شخص نے لکھا کہ صاحب مجھے فرصت نہیں معتبر آدمی ملتا نہیں صاحبزادہ کو بھیج دیجئے تاکہ قرض لے جائیں حضرت لقمان نے اپنے فرزند کو تین نصیحتیں فرما کر روانہ کیا ایک یہ کہ پہلی منزل میں ایک بڑا درخت آتا ہے اس کے تلے نہ سونا۔ دوسری منزل میں ایک بڑا شہر واقع ہوگا اس کے اندر قیام نہ کرنا کھاپی کر جنگل میں جا رہنا۔ تیسرے یہ کہ اس مقروض کے گھر نہ ٹھہرنا اس کے بعد یہ بھی اجازت دی کہ راہ میں اگر کوئی واقف راہ و تجربہ کار زیادہ ملے اور ہماری نصیحت کے برخلاف ارشاد کرے تو کچھ مضائقہ نہیں ویسا ہی عمل میں لانا جب پسر لقمان نے کچھ راہ ملے کی تو ایک بوڑھا مسافر ملا پوچھا کہ میاں لڑکے

کہاں جاتے ہو سب حال کہہ سنایا بڑے میاں بولے خیر مجھ کو بھی اسی شہر میں پہنچنا ہے خوب
ہوا کہ ہمارا تمہارا ساتھ ہو گیا جب پہلے منزل میں وارد ہوئے تو بڑے میاں ملے کہا کہ اس
درخت کے نیچے رہیں گے تاکہ شبنم سے بچیں لڑکا بولا کہ صاحب مجھ کو والد نے منع کیا ہے کہا
کہ بھلا کچھ اور بھی کہہ دیا تھا بولا کہ ہاں یہ بھی فرمایا ہے کہ اگر کوئی اس راہ کا واقف تر ملے تو
ان کا کہنا مانو کہا کہ ہم اس راہ سے خوب واقف و آگاہ ہیں ہمارا کہنا مانو۔

سجادہ رنگین کن گرت پیر مغان گوید کہ سالک بے خبر بنو ذرا راہ و رسم منزل ہا
غرض دونوں نے درخت کے نیچے بستر کیا آدھی رات گئی ایک سانپ درخت پر
سے اتر بڑے میاں نے سانپ کو مار ڈھال تلے ڈھانک دیا جب صبح ہوئی تو کوچ کی ٹھہری
لڑکے کے دل میں یہ خیال آیا کہ جناب والد ماجد نے خواجہ منع فرمایا تھا یہ درخت تو بڑے
آرام کا مقام ہے پیر روشن ضمیر نے معلوم کیا کہ لڑکا باپ سے بدظن ہو جاتا ہے رات کا ماجرا
سنایا اور ڈھال کے نیچے سے نکال کر سانپ دکھلایا اس وقت لڑکے کی تشفی ہو گئی پھر بڑے
میاں نے ارشاد کیا کہ صاحبزادہ سانپ کا سر کاٹ کر اپنے پاس رکھو داشتہ آید بکار گرچہ بود
سرمار اس نے فوراً تعمیل کی چل نکلے دوسرے دن ایک بادشاہی شہر میں پہنچے بڑے میاں نے
کہا کہ اسی شہر میں رات کو رہیں گے۔ لڑکے نے کہا بہت اچھا میں تو اب آپ کے فرمانے کی
تعمیل کروں گا۔ دونوں ایک مسافر خانہ میں جا ٹھہرے اس شہر کا یہ دستور تھا کہ جب کوئی
جوان مسافر آ جاتا تو بادشاہ اپنی بیٹی کی شادی اس کے ساتھ کر دیتا اور صبح کو وہ مسافر مردہ
نکلتا۔ حسب دستور بادشاہ کو خبر پہنچی اور نوجوان مسافر کی طلبی ہوئی نکاح ہو گیا جب لڑکا دلہن
کے پاس جانے لگا تو پیر دانائے فرمایا کہ پہلے سانپ کے سر کو جو تمہارے پاس ہے آگ
میں رکھ کر اپنی بیوی کو اس کی دھونی دیجو اس لڑکے نے ایسا ہی کیا عورت کے رحم میں ایک
مرض تھا جو مرد اس کے پاس جاتا مر جاتا تھا اس دھونی کی تاثیر سے وہ مرض جاتا رہا اور صبح کو
وہ لڑکا صحیح و سلامت محل سے باہر آیا بادشاہ کو بڑی خوشی حاصل ہوئی دو چار دن کے بعد روانہ
ہوئے۔ تیسری منزل طے کہ اب بڑے میاں بولے اسی مقروض کے گھر ٹھہریں گے۔
چنانچہ شب کو وہیں قیام کیا میزبان کی نیت بگڑی کہ رات کے وقت ان دونوں کو مار ڈالو تاکہ

روپیہ بچ جاوے۔ مہمانوں سے پوچھا کہ صاحبو اندر سوؤ گے یا باہر۔ بڑے میاں بولے کہ گرمی ہے ہم تو باہر سوئیں گے چنانچہ یہ دونوں باہر رہے اور اندر صاحب خانہ کے دولٹ کے سوئے جب آدھی رات گزری تو بڑے میاں پسر لقمان کو جگایا کہ لب سردی لگتی ہے اندر چلو یہ دونوں تو اندر پہنچے اور میزبان کے لڑکوں کو جگا کر کہا کہ بھائی تم ہماری جگہ جالیٹو ہم کو یہاں سونے دو جب تیسرا پیر ارات کا ہوا تو مالک مکان آیا اور باہر کے سونے والوں کو قتل کر دیا۔ صبح کو دیکھا تو اپنے لڑکوں کو مردہ پایا نہایت صدمہ ہوا مگر چپ رہ گیا کہ خود کردہ راجہ علاج چارو ناچار مہمانوں کو روپیہ دے کر رخصت کیا دونوں صاحب منزل بمنزل واپس ہوئے جب اس مقام پر پہنچے۔ جہاں بڑے میاں سے ملاقات ہوئی تھی پیر بزرگوار نے کہا کہ لو صاحب خدا حافظ اب ہم تو جاتے ہیں اپنے والد سے ہمارا سلام کہنا لڑکے نے نام پوچھا کہا کہ تمہارے باپ خوب جانتے ہیں۔ غرض کہ باپ کی خدمت میں پہنچے اور ماجرا سفر گذارش کیا اور پوچھا کہ حضرت یہ بزرگوار کون تھے انہوں نے کہا کہ یہ خضر علیہ السلام تھے۔



چوری اور سینہ زوری

ایک روز ارشاد ہوا کہ خلیفہ بغداد حضرت شبلی علیہ الرحمۃ کا مرید تھا اور ازراہ حسن ارادت اپنے ملازمین کو حکم دیا تھا کہ اگر کسی مجرم کی نسبت ہزار بار حکم قتل صادر ہو اور حضرت پیر و مرشد اس کی رہائی کے لیے ایما فرمادیں تو بلا اطلاع سلطانی فوراً رہا کر دو چنانچہ ایک بار ایک چور کے حق میں سزائے موت کا حکم صادر ہوا حسب الحکم سلطانی اس کو قتل گاہ میں لے گئے اتفاقاً حضرت کا بھی اس راہ سے گذر ہوا کیفیت واقعہ دریافت فرمائی مجرم سے اقرار لیا کہ پھر ایسا کام نہ کرنا اور رہا کرادیا چند روز کے بعد وہ شخص پھر چوری کی علت میں ماخوذ ہوا اور حکم قتل صادر ہوا حضرت کو پھر خبر ہوئی اور رہا کرادیا چند بار یہی کیفیت گذری کہ وہ چوری سے باز نہ آتا اور حضرت براہ ترحم رہا کرادیتے تھے

باز آ باز آ ہر انچہ ہستی باز آ گر کافر و گبر و بت پرستی باز آ
 این در گہہ مادر گہہ نومیدی نیست صد بار اگر توبہ شکستی باز آ!
 غرض کہ پھر ایک بار اس چوکور کے لیے قتل کا حکم ہوا ملازمین سلطانی نے سوچا کہ
 یہ باز نہیں آتا اور حضرت پھر چھوڑ دیں گے ایک اور مقام پر لے گئے جہاں کہ حضرت کی گذر
 نہ تھی اور اس کو دار پر کھینچ دیا جب حضرت کو اس کی خبر ہوئی تو لاش پر تشریف لائے اس کو بوسہ
 دیا اور فرمایا کہ شاباش ۔

طالب را ادب دادی جان خود را درین طلب دادی
 مرے پیچھے ست ملو کہے کبیر ارام لوہا مائی ہو گیا پھر پارس کس کام
 بھوکہ گئی بھوجن ملے اور جاڑا گئے قبا جو بن گئے تریا ملی جو تینوں دیو جرائے
 وقت پر قطرہ بہت ہے ابر خوش ہنگام کا جل گیا جب کھیت مینہ برسا تو پھر کس کام کا



کیمیا کا شوق اور بچے کا پیشاب

ایک روز ارشاد ہوا کہ منشی امیر علی صاحب کو کیمیا کا شوق بدرجہ غایت تھا چنانچہ
 مرض الموت میں حاجی فرید الدین صاحب کو بلا کر وصیت کی کہ یہ سینتیس ۷۳ دن تو کھل
 ہو چکی ہے تین روز اور بچوں کے پیشاب میں کھل کر کے پان سیراپلوں کی آگ دے دینا
 اکیسرا عظیم بن جائے گی خیر یہ تمہارے نصیب میں تھی ہم تو محروم ہی چلے ۔

امید بستہ برآمد و لے چہ فائدہ زانکہ امید نیست کہ عمر گذشتہ باز آید
 اس کے بعد کچھ اور ترکیب بتلائی اور اسی کے دھیان میں جان گئی بھلا طالب کو
 خدا کے ساتھ اتنی تو محبت ہو ورنہ کاذب ہے ۔

عشق طولی کے کم از لیلی بود! گوئی گشتن بہر او اولی بود!
 ایک روز کسی شخص پانی پتی نے عرض کیا کہ سلطان نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ نے

شاہ منصور حلاج کو مردود لکھا ہے جناب و قبلہ نے پوچھا کہ کس طور سے لکھا ہے۔ میر عباس علی لدھیانوی نے عرض کیا کہ یہ بات نہیں ہے بلکہ مردود دوست لکھا ہے یعنی پہلے بیعت خیر علی نساج سے تھے پھر حضرت جنید بغدادی سے کی حضرت نے ارشاد فرمایا کہ یہ کچھ بات نہیں ہے۔ چنانچہ مولانا روم فرماتے ہیں :-

گفت حق اندر سفر ہر جا روی باید اول طالب مردے شوی
بایزید اندر سفر جستی بے تا بیاید خضر وقت خود کسے
دید پیرے باقدے ہچوں ہلال بود دروے فرو گفتار رجال
دیدنا بینا ودل چون آفتاب ہچو پیلے دیدہ ہندوستان بخواب
بایزید اور اپواز اقطاب یافت مسکت نمود و در خدمت شتافت

فرمایا کہ حضرت بایزید اول امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کی تھی چوں کہ ہمت بلند اور حوصلہ فراخ رکھتے تھے تسلی نہ ہوئی بہت سے کالمین کی خدمت میں گئے اور فائدہ اٹھایا پھر بھی تسکین نہ ہوئی آخر اس باینا سے تشفی ہوئی کہ جس کا ذکر مثنوی میں موجود ہے میر عباس علی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت بعض بزرگوں نے لکھا ہے کہ شاہ منصور کی حالت انا الحق کے وقت اگر ہم ہوتے تو ان کو اس منزل سے نکال دیتے لیکن مجھ کو بوجوہات تامل ہے اول یہ کہ خود حضرت جنید موجود تھے دوسرے اور بہت سے اکابر ایک سے ایک اعلیٰ اس زمانہ میں تھے کیا ان کو اس قدر تصرف نہ تھا۔ اس پر جناب و قبلہ نے فرمایا کہ ہاں حضرت غوث الاعظم نے ایسا لکھا ہے لیکن یہ صرف کہنا ہی کہنا ہے جو حالت شاہ منصور کی تھی خود حضرت جنید کونہ تھی جب حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کو قریب مرگ حالت توحید طاری ہوئی ہے تو روتے اور کہتے تھے کہ افسوس تمام عمر قیل و قال میں گذری یہ حال کھلتا تو عمر ضائع نہ کرتے۔ شاہ منصور نے مجاہدہ بھی نہایت سخت کیا تھا۔ کہیں روم کہیں شام کہیں چین جا بجا چلے کشتی کرتے رہے جس وقت آپ کے لیے سولی تیار ہوئی اور جب اتارا گیا۔ بنگل میں ایک بچھو بقدر دس مشقال برآمد ہوا لوگ مارنے لگے تو آپ نے منع فرمایا کہ یہ ہمارا بیس برس کا رفیق ہے اس کو مت مارو پھر جب شاہ منصور کو دار پر کھینچ دیا۔ جسم کو جلایا خاکستر کو دریائی دجلہ

میں بہایا تو دریا جوش میں آ گیا لوگوں نے امام محمد کو خبر دی امام صاحب دجلہ کے کنارہ آئے اور کہا کہ سن منصور ہم جانتے ہیں کہ تو طریقت میں سچا تھا لیکن ہمارا قلم اگر خلاف شرع ہو تو شہر کو غارت کرور نہ تجھ سے کچھ بھی نہ ہو سکے گا۔ اسی وقت دریا کا جوش فرو ہو گیا غرضکہ منصور ہرگز مردود دوست نہیں ہو سکتا کیوں کہ مردود دوست وہ شخص ہوتا ہے جو پیر سے انکار کرے اور پیر اس کو مردود کر کے نکال دے انہوں نے نہ پیر سے انکار کیا نہ پیر نے مردود کیا اور جو باصفا پیر ہوتا ہے بعد تعلیم کے اپنے مرید کو اجازت دیتا ہے کہ اگر زیادہ حوصلہ ہو تو اور بزرگ کی خدمت میں جاؤ ایسا شخص مردود نہیں کہلاتا اور جو حالت منصور پر طاری ہوئی تھی اس نے منصور کو من کل الوجوہ فنا کر دیا تھا اگرچہ منصور کچھ باقی رہتا تو کوئی اس حالت سے نکالتا اور خود حضرت جنید موجود تھے ان سے بھی کچھ نہ ہو سکا۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ جب منصور حلاج کی خاکستر میں سے صدائے انا الحق آتی

تھی اس وقت ایک عاشق آیا اور کہا کہ اب تو حق ہی حق ہے پھر انا الحق کہنا کیا ضرور ہے۔

عاشقے آمد مگر چو بے بدست بر سر آن مشت خاکستر نشست

پس زبان بکشاد ہچوں آتشے بازے شورید خاکستر خوشے

وآنکھے می گفت برگویند راست کانکہ میز داد انا الحق او کجاست

آنچه گفتی آنچه بشیدی ہمہ آنچه داننتے تو در دیدے ہمہ

ان ہمہ جز اول افسانہ نیست محوشد جانب دریں ویرانہ نیست

اصل باید اصل مستعنے و پاک گریود فرع واگر نبود چه پاک

ہست خورشید حقیقی برد وام گونہ ذرہ کمان نہ سایہ والسلام

کہتے ہیں کہ بعد اس کے آواز نہ آئی۔ اس کے بعد جناب قبلہ نے یہ شعر فرمایا۔

آن شعلہ رو بغمزہ ولم را کباب کرو ماراچہ کر دخانہ خود را خراب کرو



خواجہ باقی باللہ اور نان بابائی

ایک روز ارشاد ہوا کہ فقیری ایک بات ہے کان میں کہنے کی یا تو انسان ادھر تھایا ادھر ہو گیا گویا کہ آگ میں پھونک ماردی نہ اس کے لیے وقت نہ زمانہ درکار ہے نہ نماز روزہ نہ درود و وظائف کی شرط ۔

دادا درہا قابلیت شرط نیست بلکہ شرط قابلیت دادا دست کسی شخص نے سوال کیا کہ حضور جب فقیری ایسی آسان ہے تو پھر مشقت و مجاہدہ کیوں کراتے ہیں آپ نے فرمایا کہ ہم کو ایک نقل یاد آئی ہے کہ ایک شخص کے پاس تیل کے دو ہنڈے تھے نہایت میلے کھیلے اور تیل میں چکٹے ہوئے ایک ہنڈا ایک کاریگر کو دیا اور پوچھا اس کو کتنے عرصہ میں صاف کر دو گے کہا کہ پورے چالیس روز میں ۔ دوسرا ہنڈا ایک اور کو دیا ۔ اس نے کہا کہ لو میں آج ہی صاف کئے دیتا ہوں پہلے شخص نے کیا کیا کبھی تو اس ہنڈے کو کھرچا اور کبھی کھاروے کر دھوتا کبھی نرم آنچ میں اس کو گرم کرتا اسی طرح چالیس روز میں صاف و شفاف کر دیا اور ٹھوک بجا کر حوالہ کیا دوسرے شخص نے کوئی ترکیب کی کہ ہنڈے کے چاروں طرف ایلوں کا انبار چنا اور آگ لگا دی ہنڈا جھٹ پٹ صاف ہو گیا لیکن کسی کام کا نہ رہا جہاں ذرا ٹھیس لگی اور چور چور ہو گیا بے شک صاف تو دونوں ہو گئے مگر ایک کارآمد رہا اور دوسرا نکما ہو گیا ۔ چنانچہ نقل ہے کہ خواجہ باقی باللہ صاحب کی خدمت میں ایک نان بابائی ہمیشہ حاضر ہوا کرتا تھا ۔ ایک روز خواجہ صاحب کے پاس چند مہمان عزیز آئے کھانا کچھ موجود نہ تھا آپ متفکر ہوئے یہ دیکھ کر نان بابائی اپنی دکان سے چند قسم کا کھانا لے آیا اور حضرت کے مہمانوں کو کھلایا آپ خوش ہوئے اور فرمایا کہ اچھا مانگ کیا مانگتا ہے اس نے عرض کی کہ حضور مجھ کو اپنے جیسا بنا دیجئے خواجہ صاحب اس کو حجرہ کے اندر لے گئے اور ایک نگاہ کی جس کو اتحادی توجہ کہتے ہیں اسی وقت بالصورت والاعلم ایک ہو گیا جب حجرہ سے برآمد

ہوئے تو کسی کو تمیز نہ ہوتی تھی کہ خواجہ صاحب کون سے ہیں اور نان بانی کون سا ہے صرف اتنا فرق تھا کہ خواجہ صاحب ہوشیار تھے اور وہ مدہوش لیکن تین روز کے بعد وہ شخص مر گیا کیونکہ دفعۃً تعلیم ہوئی تھی۔

تیز نگاہے نشست مسکن خود جان گذاشت طاقت مہمان نداشت خانہ بہمان گذاشت بس اسی واسطے دفعۃً تعلیم نہیں دیتے اور محنت و مجاہدہ کراتے ہیں کہ حوصلہ بڑھ جاوے۔



تانے کی دیگھی سونے کی بن گئی

ایک روز ارشاد ہوا کہ رامپور میں ایک امیر کے مکان پر کوئی کیما گر آئے اُس امیر نے غریب فقیر سمجھ کر خوب خدمت کی چھ مہینہ بعد جانے لگے تو کہا کہ ہم کو اکیسریا دے جی چاہے تو سیکھ لو امیر نے کہا کہ صاحب مجھ کو اس کی حاجت نہیں فقیر نے کہا کہ خیر تم کیما نہیں سیکھتے تو ہمارے ہاتھ کی پکی ہوئی ایک چیز چالیس روز کھا لو۔ امیر نے کہا بہت اچھا چالیس دن تک کھلا کر رخصت ہو اور بولا کہ لو تم نے کیما نہیں سیکھا مگر ہم نے تم کو اکیسریا بنا دیا ہے کچھ عرصہ کے بعد انقلاب روز گار نے ایسی خانہ خرابی کی کہ اس امیر کو فقیر بنا دیا۔ فاقہ کشی کی نوبت پہنچی ایک پرانی دیگھی بازار میں بیچنے گیا خوبی قسمت سے وہ بھی نہ بکی۔ دوپہر کا وقت گرمی کے دن نہایت حیران و پریشان ہو کر ایک درخت کے سایہ میں بیٹھ گیا اور افسوس کرنے لگا کہ اگر اس فقیر سے کیما سیکھ لیتے تو آج کام آتی۔ اس وقت خیال آیا کہ فقیر نے یہ بھی تو کہا تھا کہ میں تم کو اکیسریا بنا چلا ہوں فوراً اپنا پسینہ لے کر اُس دیگھی کو لے دیا اور جنگل میں اُپلے جمع کر کے اس کو آگ دے دی۔ دیگھی کندن ہو گئی لیکن اس پر ایک ایسی حالت حیرت طاری ہوئی کہ تین روز تک متحیر بیٹھا رہا آخر چوتھے دن غائب ہو گیا چونکہ دفعۃً اپنی تاثیر اس پر ظاہر ہوئی متحمل نہ ہو سکا۔



مریچہ کش دہلوی

ایک روز ارشاد ہوا کہ شاہ بھیک صاحب نے بابا ستیل پوری کی خدمت میں جو کہ حضرت شاہ کمال قادری رحمۃ اللہ علیہ سے فیضیاب تھے یہ شعر لکھ کر ارسال کیا۔
چلتے چلتے جگ گیو اور بھیک دواری دور خریچی نبری پگ تھکے جا کوئی کہے حضور
اس کے جواب میں بابا ستیل پوری نے یہ شعر تحریر کیا۔

جن بیٹن تم جات ہو ان بیٹن ہیں دور ست نام ستیل پوری جو سن مکھ رہے حضور
مطلب یہ ہے کہ راہ سلوک تو ایک نہایت دور دراز راہ ہے جوں کی چال چلتا راہ
ورستہ کا اتار چڑھاؤ بھگتنا اور گاؤں گاؤں میں منزلوں مقام کرنا صعوبات سفر اور عقبات رہ
گذر اور عجائبات منازل اور طلسمات راہ کی سیر دیکھنا اس طور سے سفر طویل اور منزل مقصود
بعید ہو جاتی ہے جیسے کوئی شخص دہلی سے کلکتہ کا سفر پیادہ پا قطع کرے مگر راہ قلندری میں سیر منازل
اور تماشا مراحل کچھ نہیں جیسے کوئی آدمی ریل میں سوار ہو کر جھٹ پٹ کلکتہ میں جا ترے۔
صنما رہ قلندر سزدار بمن نمائی کہ دراز و دور دیدم رہ و رسم پارسائی
ان دونوں میں ہر طرح بڑا فرق ہے۔

ایک روز کسی طالب نے شکایت کی کہ حضور آج تک ہم کو کچھ حصول نہیں ہوا ہنوز
روز اول ہے آپ نے ارشاد فرمایا کہ میری مریچہ کش صاحب دہلوی سے ہم نے بھی مشق خط کی
تھی اس وقت ان کی نقل یاد آئی ہے۔ میر صاحب کا دستور تھا کہ جب کوئی لڑکا ان کی خدمت
میں حاضر ہوتا تو اول روز اس کے ہاتھ سے ایک وصلی لکھواتے اور اپنے پاس رکھ لیے جب
کوئی شاگرد شکایت کرتا کہ حضرت اتنی مدت گذری لیکن میرا خط درست نہیں ہوا تو اس کی
پہلی لکھی ہوئی وصلی نکال کر سامنے رکھ دیتے کہ اس سے مقابلہ کر لو کتنا فرق ہوا ہے جب کہ
پہلی تحریر دیکھتا تو فرق بین معلوم ہوتا اور شاگرد کی تسکین ہو جاتی۔ ایسا ہی حال طالبان طریق
کا ہے کہ جب تعلیم بتدریج حاصل ہوتی ہے تو امتیاز حاصل نہیں ہوتا اور طالب کو تشنگی طلب

بدستور رہتی ہے اور خیال کرتا ہے کہ ابھی کچھ حاصل نہیں ہوا حالانکہ مرد کامل کی صحبت اپنا کام کرتی رہتی ہے اگر اس میں بھی وصلی لکھی جاتی تو ہم بھی لکھوار کھتے آج مقابلہ ہو جاتا۔ لیکن تبدیل خیالات میں کچھ فرق ہوا یا نہیں پہلے کی نسبت خود ہی کمی و بیشی معلوم ہوتی ہوگی رہا انکشاف اگر اس کو منظور ہے تو وہ بھی ہو جاوے گا۔

در بلا صبرے بیاید مردرا صبر خود کے باشد اہل دردرا



عاشق ہونا شہزادہ کا شہزادی پر

ایک روز ارشاد ہوا کہ ایک شہزادہ بام محل پر ہر طرف سیر کر رہا تھا ناگاہ اس کی حالہ کی بیٹی بھی اپنے بالا خانہ پر جلوہ افروز ہوئی شہزادہ اس کو دیکھتے ہی بے ہوش ہو گیا۔
انہ دکھیا اکھیں کو سکھ سر جو ہے نائیں دیکھت بنی نہ دیکھتیں بن دیکھے اکلائین!
۱۔ (۱) یعنی ان زخمی آنکھوں کو کسی طرح چین نہیں دیکھنے کے وقت تاب نہیں بغیر دیکھے قرار نہیں (۱۲)۔

غلام و کنیر اس کو اٹھا کر محل سرائے میں لائے جب نکلنے سو نگھایا تو ہوش میں آیا لیکن مرض عشق اپنا اثر کر چکا تھا روز بروز دل ہی دل میں گھلنے لگا ہر چند علاج و معالجہ کیا شفا نہ پائی آخر ایک حاذق طبیب معالج ہوئے راز مخفی ان پر منکشف ہوا بادشاہ کو اطلاع کی بادشاہ نے فوراً شادی کا پیام دیا منظوری کے بعد دھوم دھام شروع ہوئی اس وقت طبیب روشن ضمیر نے بادشاہ سے کہا کہ ابھی شادی میں توقف کرو کہ جس کو دیدار کی تاب نہیں وہ وصال کا کب متحمل ہو سکتا ہے ہمارے نزدیک بہتر یہ ہے کہ پہلے دو مکان بنوائے جاویں جن میں ایک دیوار حائل ہو اور روزن دیکھ بھال کے لیے رکھے جاویں اور دونوں جدا جدا مکان میں رہیں شہزادی کبھی کبھی اپنے دیدار کی جھلک دکھاو یا کرے جب شہزادہ متحمل ہو جاوے پھر مضائقہ نہیں اس وقت شادی کرنی چاہیے یہ بات سب نے پسند کی کیوں کہ دفعۃً وصال ہوتا تو

شہزادہ شادی مرگ ہو جانا غرض تجویز کے موافق مکان تیار ہوا دونوں جدا جدا رہنے لگے۔ شہزادہ ہر وقت شوق دیدار میں بے قرار ہو کرتا کجھانک کرتا اور شہزادی نے یہ انداز اختیار کیا کہ کبھی روزن دیوار سے ذرا انگلی دکھائی کسی روز انگوٹھا کبھی پنجہ نگارین ساعد سیمین چمکا دیا۔ کبھی چشم مخمور کے جام سے مست کیا کبھی شمع رخسار و صبح جبین کی جھلک دکھلائی کبھی گیسوئے عنبر یار کا لٹلٹلہ سونگھایا۔ کبھی سرو قامت کی خرام سے قیامت برپا کی کبھی آواز جان نواز سنا کر جلا دیا۔ القصہ رفتہ رفتہ شہزادہ کے دل بیقرار کو یہاں تک تھل ہونے لگا کہ دیر دیر تک معشوقہ کے دیدار کی بہار دیکھا کرتا اور جلوہ حسن سے بے خود نہ ہوتا اس وقت وصال کی ٹھہری۔ ایسے ہی پیردانا طالب کے ظرف کا انداز کر کے اس کی استعداد کے مناسب تعلیم و تلقین بتدریج فرماتے ہیں۔ ورنہ طالب بتدی اور کم حوصلہ کو دفعۃً تعلیم کرنا موجب زیان جان ہوتا ہے۔



کیا لکھوں کیا لکھوں کیا لکھوں

ایک ارشاد ہوا کہ شاہجہان پور میں ایک خاں صاحب تھے ان کی بیوی نہایت حسینہ و جمیلہ تھی۔

پتری اسی ت پائے وا گھر کے جو پاس نت پت پونو ہے رہت آنن اوپ چاس
 (۱) (پترا جستری تت تارتخ نت پرت ہمیشہ پونوشب چہاد ہم یعنی وہ معشوق
 کے مانند چاند چودس کے ہے اور اس کے گھر کی جو طرف روشنی میں چودہویں رات کی سی
 ہے تو شاعر کہتا ہے کہ اگر کوئی شخص اس کے گھر کے پاس جاوے تو تارتخ بھول جاویگا۔ تارتخ
 اس کو جستری میں ملے گی کیوں کہ وہاں تو ہر وقت روشنی چودہویں رات کی سی رہتی ہے (۱۲)۔
 جب خاں صاحب سفر میں ہوتے تو وہ بیوی خط لکھنے پڑھنے کے واسطے محلہ کی

مسجد کے امام کو بلا لیتی تھی چنانچہ ایک بار وہ نیک بخت پس پردہ بیٹھتی تھی اور امام صاحب لکھنے کو تیار پوچھا کہ کیا لکھوں اتنے میں ہوانے پردہ اٹھا دیا اور اتفاقاً مولوی صاحب کی نگاہ اس پردہ نشین سے دوچار ہو گئی ہوش و حواس جاتے رہے اس کے بعد عورت نے مضمون بتانا شروع کیا مولوی صاحب لکھنا تو بھول گئے بار بار کہتے تھے کہ کیا لکھوں اب عورت جو کچھ کہتی ہے مولوی صاحب کی زبان پر یہی جاری ہے کہ کیا لکھوں آخر وہ عورت سمجھ گئی کہ ملا غریب آفتاب حسن کی تاب نہ لاسکا ایک ہی جلوہ میں چکا چوندا ہو گئی شہ باز عشق نے طائر عقل کے پر نوچ لیے۔

در دل عاشق چو عشق آتش فروخت ہرچہ جز معشوق بود از بسوخت
اپنی کنیز کو اشارہ کیا کہ جا مولوی صاحب کو جلدی سے مسجد میں پہنچا دے کنیز ان کو مسجد میں چھوڑ گئی۔ لیکن خور و خواب آرام و قرار سب فراموش ہوا اس لفظ کے سوا کچھ یاد نہ رہا ہر وقت یہی وظیفہ تھا کہ کیا لکھوں آخر راز فاش ہوا چند روز کے بعد خاں صاحب بھی آن پہنچے۔ مولوی صاحب کا احوال سن کر بہت افسوس کیا ایک روز اپنی بیوی سے کہہ گئے کہ تم اس وقت اس دیوانہ عشق کو اپنے گھر میں لائے اور کھانا سامنے رکھا مولوی صاحب کو تو وہی ایک بات یاد تھی بولے کیا لکھوں۔ اس وقت خاں صاحب نے بیوی کو اشارہ کیا کہ پردہ سے باہر آ جاؤ اس کا سامنے آنا اور نگاہ کا دوچار ہونا تھا کہ دونوں بغل گیر ہو کر فنا ہو گئے۔

عشق یوسف رازان ساز و غلام تاکہ آرد مرز اینخارا بدام
عشق موسیٰ را بکوہ طور برد بہر دید دوست سوئے نور برد
عشق چہ بود قطرہ دریا ساختن از دو عالم با خدا پر دانستن
عشق احمد را بود معراج دین تا مقام اوشود حق یقین
عشق از ہستی خود وارستن ست در مقام سردی پیوستن ست

غرض دونوں شہید خنجر عشق اسی طرح ہم کنار دفن کئے گئے لوگوں نے چاہا بھی کہ
جدا کریں لیکن خاں صاحب نے منع کیا کہ جن کو خدا نے ملایا اُن کو ہم کیوں جدا کریں۔
من تو شدم تو من شدي من تن شدم تو جان شدي
تاکس نگوید بعد از من دیگرم تو دیگر!

چوں کہ حسن پردہ در اور عاشق کم حوصلہ تھا اور وصال یک بیک ہو گیا نہ عشق رہا نہ
عشق نہ معشوق یہ بھی ندارد اور وہ بھی ندارد فلما تجلی ربہ للجبل جعلہ دگًا وخرًا
مونسى صِعْقًا۔

زیبکہ حسن فزود و غمش گداخت مرا نہ من شناختم اورانہ او شناخت مرا
ایک بار مولوی محمد عبدالحکیم و محمد اسماعیل صاحب میرٹھ سے اور سید غلام محمد صاحب
وکیل لدھیانہ سے واسطے قدم بوسی جناب و قبلہ کے حاضر ہوئے تھے سب صاحبوں نے راقم
سے کہا کہ حضرت کے کلام کے ہم بہت مشتاق ہیں آج کسی طور سے تحریک کرو چنانچہ بعد
نماز عشاء ہم سب حاضر خدمت مبارک ہوئے اور تسلیم بجالا کر بیٹھ گئے تھوڑی دیر کے بعد
راقم نے یہ شعر عرض کیا۔

بازگو از بخند و از یاران نجد تادرو دیوار را آرے بہ وجد
اس وقت جناب و قبلہ اٹھ بیٹھے اور فرمایا۔

ارے و میکدہ کے جانے والے ذرا لکھد بچو پیر مغال کو
شراب شوق کی کم ہوگئی کیف پلا ایسی کہ بھولے دو جہاں کو!



گدائے بے نوا شہزادی کا عاشق

ایک فقیر دل خستہ کسی شہر میں وارد ہوا اور نان پائی کی دوکان پر جو بادشاہی محل کے
قریب تھی روٹی خریدنے کے لیے گیا اتفاقاً شہزادی صاحبہ جمال حور تمثال سیر بازار میں

مصروف تھی۔ فقیر کی اس پر نگاہ جا پڑی شہزادی شوخی و ناز سے انگوٹھا دکھا کر ہنستی ہوئی چل دی اُس ناز و ادا کو دیکھ کر فقیر بیچارہ کا دل قابو میں نہ رہا تیز نگاہ سیمہ بے کینہ کے پار اور تیغ آبرو سے جگر نگار ہو گیا۔

جب ہوش آیا تو محل شاہی کے نیچے دھونی لگا کے بیٹھ گیا رفتہ رفتہ تمام شہر میں اس کے عشق کا شہرہ ہوا اور یہ خبر بادشاہ کے کان تک بھی پہنچ گئی وزیروں سے پوچھا اب کیا تدبیر ہے انہوں نے عرض کی کہ حضور والا کسی شخص کو کہہ دینا چاہیے کہ اس فقیر کو قتل کر ڈالے یہ مشورہ شہزادی نے بھی سنارات کے وقت اس عاشق زار کو بلوایا اور پس پردہ اُن کے اس سے کہا کہ سُن فقیر تیرے قتل کا سامان ہو رہا ہے بہتر یہ ہے کہ تو یہاں سے نکل جا ورنہ مارا جائے گا۔ فقیر بولا کہ اے شہزادی میں تو اسی دن مر چکا تھا جب تم نے ناز و انداز سے انگوٹھا دکھایا اب مردہ کو جو چاہیں سو کریں میری جان تو پہلے ہی تم پر قربان ہو چکی ہے ہم کو رنج و راحت دونوں برابر ہیں ع

زمدہ کنی عطائے تو در بکشی رضائے تو

آپ کسی طرح کا فکر نہ کریں میں تو اپنی جان آپ کے قدموں پر پہلے ہی تصدیق کر چکا۔ اگر یہ بات صحیح ہے اس سے زیادہ میرے لیے سعادت کوئی ہے سچ تو یہ ہے کہ رنج و راحت دونوں ہمارے واسطے ہیں یہ نہیں ہو سکتا کہ راحت تو ہمارے لیے ہو اور رنج کوئی اور اٹھاوے اگر یہ جان آپ پر قربان ہو جاوے تو عاشقوں کا عین دین و ایمان ہے۔

از محبت تلخا شیریں شود از محبت مسہا زرین شود
از محبت دردہا صانی شود از محبت دردہا شانی شود
از محبت خارہا گل سے شود از محبت سرکہ ہال سے شود
از محبت دارِ محنتی سے شود از محبت بارِ محنتی سے شود
از محبت سخن گلشن سے شود از محبت روح گلشن سے شود
از محبت حزن شادی سے شود از محبت غول ہادی سے شود
از محبت نارِ توری سے شود از محبت دیو حوری سے شود

از محبت سنگ زوغن سے شود بے محبت موم آہن سے شود
از محبت نیش نوشی سے شود از محبت شیر موشی سے شود
از محبت سقم صحت سے شود از محبت قہر رحمت سے شود
از محبت مردہ زندہ سے شود از محبت شاہ بندہ سے شود
چوں خلیل از آسمان ہفتمی بگذرد کہ لا اُحِبُّ الْاَفْلِسِنَ!
آب کم جو تشنگی آور بدست تابجو شد آب اربالا و پست
تاسقاہم رہیم آید خطاب تشنہ باش اللہ اعلم بالصواب
آب رحمت بایدت روپست شو وانگہان خور خم رحمت مست شو
رحمت اندر رحمت آید اے پر بریکے رحمت فردا اے پر
چرخ رادر زیر آور اے شجاع بشنواز فوق فلک بانگ سماع
پنبہ و سواس بیرون کن زگوش تا بگوشت آید آن بانگ خروش
دفع کن از مغز و از بنی زکام ناکہ ریح امید آید در مشام
پھر شہزادی نے کہا کہ اچھا ہم تیرے ساتھ چلنے کو راضی ہیں تو بھی چل اور ہم کو بھی

لے چل فقیر نے کہا۔

من شمع جان گدازم تو صبح دل کشائی سوزم گرت نہ پنم میرم چورخ نمائی!
نزدیک این چینم دور آنچنانکہ گفتم نے تاب وصل دارم نے طاقت جدائی
میں اس کی قابلیت نہیں رکھتا کجا تم کہاں میں۔ چہ نسبت خاک رابا عالم پاک یہ
بو جھ تو مجھ سے ہرگز اٹھایا نہ جاوے گا میری تاب و طاقت سے باہر ہے جب فقیر اس بات پر
راضی نہ ہو اور مرنا ہی اختیار کر لیا تو شہزادی نے پردہ اٹھا کر کہا کہ آؤ معانقہ ہی کر لو زندگی کا
کچھ اعتبار نہیں۔

من ازاں حسن روز افزوں کہ یوسف داشت دانستم
کہ عشق از پردہ عصمت بروں آ روز لیخارا
دونوں معانقہ کرتے ہی جان بحق ہو گئے۔

بیاساتی کہ من مردم کفن از برگ تا کم کن
 بمل فاتحہ بدرہ و حم و گر گورم ازیں تر کن
 سالکان دانند در میدان درد تافنائے عشق بامرادان چہ کرو
 تانباشی مدتے زیر و زیر کے توانی یافت از آسائش خبر
 سالہا بروند مردان انتظار تا کیے رابا رشد از صد ہزار
 اگر انسان کو اتنی بھی محبت خدا سے نہ ہو تو وہ انسان کیا حیوان ہے۔



عاشق ہونا بادشاہ کا وزیر زادے پر

ایک روز ارشاد ہوا کہ ایک بادشاہ کو وزیر زادہ سے ایسی محبت پیدا ہوئی کہ بغیر اس کے ایک دم چین نہ تھا اتفاق سے کچھ مدت کے بعد وہ وزیر زادہ کسی عورت پر عاشق ہو گیا ہر وقت اسی کے ذکر و فکر اور اسی کی تاک جھانک میں رہنے لگا بادشاہ کے پاس آنا جانا کم ہو گیا ہر چند بادشاہ خفا ہوتا مگر وہ کب سنتا تھا۔

نہ میری سنے اوہ نہ میں ناصحوں کی نہیں مانتا کوئی کہنا کسی کا
 ایک شب وزیر زادہ بادشاہ کے پاس تھا جب دیکھا کہ بادشاہ کی آنکھ لگ گئی
 جھٹ وہاں سے اڑا اور اپنی معشوقہ کے پاس پہنچا بادشاہ اتنے میں جاگ اٹھا دیکھا تو محبوب
 ندارد گھبرا کے بیقراری اور غصہ کی حالت میں جستجو شروع کی آخر پتہ لگاتے لگاتے وہیں پہنچا
 جہاں وہ دونوں دلدادہ عیش و نشاط میں مصروف تھے دیکھتے ہی آتش غضب بھڑک اٹھی اور کہا
 کہ او وزیر زادہ میں نے تجھ کو اس قدر ناز و نعمت سے پالا تمام ملک کی حکومت تجھ کو عطا کی تمام
 خزانوں کی گنجیاں تجھ کو دیں جو تیرا جی چاہتا ہے سو کرتا ہے ہر قسم کی عزت ہر طرح کا اقتدار تجھ
 کو حاصل ہے پھر تو میرا مطلوب ہو کر غیر کی طرف کیوں مائل ہو آیا یہاں الا نسان ما عرک
 بِرَبِّكَ الْكَرِيمِ الَّذِي خَلَقَكَ فَسَوَّاكَ فَعَدَلَكَ فِي آيَاتِ صُورَةٍ مَا مَشَاءُ رَجَبِكَ

یعنی اے انسان کس چیز نے تجھ کو فریفتہ کیا جو کافر ہوا تو ساتھ خداوند اپنے کے وہ خدا تعالیٰ کہ تجھ کو پیدا کیا پس درست کئے اعضا تیرے اور متمیز کیا تجھ کو غیر سے جس صورت میں چاہا۔ اس جوش غضب میں بادشاہ نے غلاموں کو حکم دیا کہ اس نابکار کی کھال کھینچ کر سولی پر چڑھا دو تاکہ اور لوگ عبرت پکڑیں اور بہت جلد تعلیم حکم کر کے ہم کو خبر دواتے میں وزیر کو خبر پہنچی دوڑا ہوا آیا اور غلاموں کو بہت کچھ زرو جو اہر دے کر کہا کہ تم جانتے ہو بادشاہ کو اس سے کس قدر محبت ہے یہ حکم شان غضب میں دے دیا ہے جب غصہ فرو ہو جاوے گا تو پھر تم پر الٹا غضب نازل ہوگا۔ اس وقت اس کو کہاں سے لاؤ گے اور اپنے بچنے کی کیا تدبیر کرو گے بہتر یہ ہے کہ اس کو چھپا دو اور کسی واجب القتل مجرم کو سولی پر لٹکا دو غلاموں نے ایسا ہی کیا جیسے کہ وزیر نے صلاح دی اگلے دن بادشاہ نے غلاموں سے حال دریافت کیا سب نے عرض کیا کہ ہم کو جیسا حکم ملا تھا اس کی تعمیل کی گئی۔ چنانچہ ابھی تک وہ دار پر آویزاں ہے بادشاہ یہ سن کر نہایت خوش ہوا اور سب کو خلعت و انعام دیا اور کہا کہ خوب کیا اس کو اسی طور سے رہنے دو تاکہ خلقت اس کے حال سے عبرت حاصل کرے تمام شہر میں غوغا ہو گیا ہر ایک شخص اس کی نعش پر آتا اور اس کی حالت غیر پر غور کر کے روتا تھا۔ چند روز گزرے تو بادشاہ کی آتش ختم سرد ہو گئی اور عشق و محبت کی سوز و گداز کا زور شروع ہوا اپنے کئے سے نہایت پشیمان ہوا اس کی صورت اس کی باتیں یاد کر کے زار و زار رونے لگا اس کی عزاداری میں ماتمی لباس پہنا۔

م کشد پنہاں و مے پوشد کبود از فسون زگس شہلا میرس
رات کے وقت جب کہ دار اغیار سے خالی ہوتی تو وہاں جاتا اور صبح تک اس کے
فراق میں تن تنہا خاک و خون میں لوٹتا اور روپیٹ کر واپس چلا آتا چالیس روز تک بادشاہ پر
یہی کیفیت گذری۔

جب بادشاہ نے یہ خواب دیکھا اور لڑکی سے بے وفائی کا درد ناک گلہ سنا تو اور
بھی زیادہ بیقرار ہوا آنکھ کھل گئی دل کی بے چینی اور طبیعت کی بے تابی اس قدر بڑھی کہ بے
ہوش ہو گیا جب وزیر نے دیکھا کہ بادشاہ کی بڑی حالت ہے تو لڑکے کو اشارہ کیا وہ تیغ و کفن

لے کر بادشاہ کے قدموں پر جاگرا اور دونوں بے خود ہو گئے ۔
 شاہ چوں شد از فراق او خلاص ہر دو خوش رفتند در ایوان خاص
 بعد ازاں کس واقف اسرار نیست زانکہ آنجا موضع اغیار نیست
 آنچہ آن یک گفت آن دیگر شنید کو دید آن حال گوش کر شنید
 پھر فرمایا کہ خواب میں یہ شکایت بادشاہ سے کس نے کی وزیر زادہ تو زندہ تھا بات
 یہ تھی کہ بادشاہ کا جو تخیل تھا وہی ہی پیش آیا ۔
 پندار اینکہ مہرت از دل عاشق رود ہرگز چو میر دبتلا میرد چو خیز دبتلا خیزد
 اللہ تعالیٰ کا معاملہ بھی اپنے بندہ کے ساتھ ایسا ہی ہے انسان کو لازم ہے کہ سوائے
 خادم کے غیر کو دل میں جگہ نہ دے۔



خواب تھا جو کچھ دیکھا

ایک روز ارشاد ہوا کہ ایک شہزادی اپنے غلام پر عاشق ہو گئی جب کہ جنون عشق کا
 غلبہ ہوا اور عصمت و حیا کا پردہ چاک ہونے لگا تو ناچار اپنی دس کنیزوں کو جو فن موسیقی میں
 کامل تھیں اور لحن داؤدی سے تاثیر سحر دکھلاتی تھیں اپنے پاس بلا لیا اور راز دل ظاہر کیا کہ اب
 مجھ میں تاب جدائی باقی نہیں کوئی تدبیر کرو کہ اس غلام پر پیکی کو خیر نہ ہو اور لطف وصال
 حسب دل خواہ میسر آوے ورنہ میری جان اس غم میں گھل جاوے گی ان سب نے عرض کیا
 کہ یہ کیا بڑی بات ہے لو آج ہی سہی۔ ایک عیاران میں سے گئی اور غلام کو ایک جام داروئے
 بے ہوشی پلا دیا اور اس حالت بے خبری میں اس کو لا کر شاہزادی کے پلنگ پر لٹا دیا جب
 نصف شب کے بعد اس کو ہوش آیا تو اپنے تئیں بہشت میں پایا ۔

نیم شب چو نیم مستی آں غلام چشم زنگس برکشو داز غم تمام
 دید قصرے ہچو فردوس ارتگاہ تخت زریں از کنارش تاکنار

اس بزم عیش و سامانِ نشاط کو دیکھ کر غلام متحیر اور شاہزادی کے حسن باکمال و جمال بے مثال میں مجھو ہو گیا ۔

انگ انگ ! پرتی نبت پری درپن سے سب گات

دوہری پتہری جوہری بھوگن جانے جات

۱۔ (۱) انگ انگ ہر عضو۔ پرتی نبت عکس درپن آئینہ دگات جسم بھوگن زیور یعنی تمام جسم معشوق کا مانند آئینہ کے شفاف ہے زیور کا عکس جو اس کے ہر عضو میں پڑتا ہے تو دوہرے تہرے چوہرے زیور معلوم ہوتے ہیں۔ (۱۲)

کنیزان سحر فن گانے بجانے میں مصروف ہوئیں اور شاہزادی مشاہدہ جمال اور لطف وصال میں مشغول رات بھر وہ غلام یہ عجیب سا رنگ دیکھتا رہا قریب صبح سو گیا تو شاہزادی کی چالاک کنیزوں نے اس کو اٹھا کر پھر اسی جگہ پر جا ڈالا جب آنکھ کھلی تو وہ نہ محفل نہ وہ سامان وہ ہی جگہ ہے مکان اب غلام حیرت کے دریا میں ڈوب گیا کہ یہ حال تھا خواب تھا یا خیال تھا رونا پیٹنا اور آہ وزاری شروع کی۔ لوگوں نے حال دریافت کیا تو کہا کہ میں کچھ بیان نہیں کر سکتا ایک خواب تھا بیداری سے بہتر ایک بیداری تھی خواب سے پریشان تر نہ خواب تھا نہ بیداری ۔

سچ نشیدم چو بشیدم ہمہ من ندیدم گرچہ من دیدم ہمہ
جب عارف دریائے توحید میں غوطہ لگا کر باہر آتا ہے تو اس پر یہی حالت طاری ہوتی ہے۔



دل کا معاملہ ہے کوئی دل لگی نہیں

ایک روز ارشاد ہوا کہ ایک فقیر روشن ضمیر ایک شاہزادے پر عاشق ہو گیا اور اس کے عشق و محبت میں دیوانہ ہو گیا ہے بادشاہ آتش غیرت میں سوختہ ہو گیا اور وزیر کو حکم دیا کہ

اسی دم گدائے شوخ چشم کو سولی دے دو وزیر بموجب فرمان شاہی کے درویش دل ریشی کو زیر دار لایا اس وقت اس سوختہ جگر نے کہا کہ اگر تھوڑی مہلت دو تو دو گانہ پڑھ کر کچھ دعا کر لوں چنانچہ وزیر نے اتنی مہلت دی اور فقیر نے نماز شروع کی

پس میاں مسجدہ گفتا کائے الہ چوں بخوابد گشت شاہم بے گناہ
پیش ازاں کز جان برائیم بے خبر روزیم گردان جمال آں پسر
تیر دعائشانہ مدعا پر جا لگا فقیر کی دعائے وزیر کے دل پر اثر کیا اس نے فوراً بادشاہ
سے اس کے عشق صادق کا حال بیان کیا بادشاہ کا بھی دل نرم ہو گیا شہزادہ سے کہا کہ جاؤ اور
نہایت خاطر و مدارات سے اس دلدادہ کو ہمارے پاس شہزادہ گیا اور فقیر کا سراپے زانوں پر
رکھا فقیر سوختہ نے دیکھا تو آپ کو کنار معشوق میں پایا جمال یار پر جان نثار کی

سورج کے سامنے نہیں شبنم کو کچھ قرار ہم پاس تم جو آئے تو پھر ہم کہاں رہے
نعرۂ زردجان بہ بخشند و بمرد ہیچو شمع باز خندید و بمرد
چوں وصال دلبرش معلوم شد فانی مطلق شد و معدوم شد
سالکان دانند در میدان درد تافنائے عشق بامردان چہ کرو
جملہ مردان فنائے رہ شدند تانہاشی مدتے زیر و زبر
عشقاں جان باز این رہ آمدند کے توانی یافت از آسائش خبر
کس دریں وادی بجز آتش مباد و آنکہ آتش نیست عشقش خوش مباد
عاشق آں باشد کہ چون آتش بود گرم روسو زندہ و سرکش بود
مرد کار افتادہ باید عشق را مردم آزادہ باید عشق را
نے تو کار افتادہ نے عاشقی مردہ تو عشق رائے لائق



دھوبی کا عشق شہزادی سے

ایک روز ارشاد ہوا کہ حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ ایک دن قوالی سن رہے تھے آپ کو جوش آیا اور جوش میں رومال ہلا کر فرمایا کہ افسوس ہم دھوبی کے لڑکے کے برابر بھی نہ ہوئے اس وقت تو کسی خادم کو تاب نہ ہوئی کہ دریافت کرے لیکن دو تین دن کے بعد حضرت امیر خسرو نے وقت فرصت میں عرض کیا کہ اس روز جو حضور کی زبان الہام بیان سے یہ الفاظ صادر ہوئے تھے اس راز سے آگاہ فرمائے آپ نے فرمایا کہ بادشاہی دھوبی کا لڑکا بن دیکھے بھالے شہزادی پر شیفٹہ ہو گیا۔

نہ تنہا عشق از دید ارخیزد بسا کین دولت از گفتار خیزد
وہ لڑکا تمام دن شہزادی کے کپڑے دھوتا اور طرح طرح سے ان کو درست کرتا اور غائبانہ اس کے حسن و جمال کی یاد میں نالہ و فریاد کرتا۔

رخنہ ہائے بیعد و بھر تو در دل ساختہ عشق چوں زنبود در ہر خانہ منزل ساختہ
ان اگن چھین کرتج میں جو پی پھڑت دین برہ نیتا ہوئے کے چھین چھین گھر لین
۱۔ (۱) (آن گن بیشمار چھین سوراخ۔ کرتج دل پی محبوب پھڑت فراق برہ عشق
یعنی دل میں بیشمار سوراخ معشوق کے فراق میں ہو گئے ہیں تو عشق نے نیتان کے ہر سوراخ
کو اپنا گھر بنا لیا ہے ۱۲)

چند روز تو یہ راز پوشیدہ رہا آخر طشت از بام ہوا لڑکی کے گھر والوں کو یہ بھید کھل گیا۔

عشق نہ آنست کہ ماند نہاں! گرچہ بود پردہ جہاں در جہاں
اس کے والدین کو فکر و اندیشہ پیدا ہوا کہ بڑی خرابی کی بات ہے اگر شہزادی کو خبر
ہو گئی تو یہ مارا جائے گا اور اگر یہ چپ چاپ اس غم و حسرت میں مبتلا رہا تو مر جائیگا۔

گویم مشکل و گرنہ گویم مشکل!

ایسی جگہ اس نے کمند ڈالی ہے کہ جہاں رسائی دشوار ہے ہم دھوبی وہ شاہ۔ چہ نسبت خاک (بہا عالم پاک)۔ آخر یہ خیال آیا کہ کسی طور سے لڑکے کی طبیعت کو بدلنا اور اس کے دل سے یہ خیال مٹانا اس کی ماں نے کیا سوانگت بھرا کہ ایک دن اس صورت اور نمکین چہرہ بنا کر بیٹے کے پاس جا بیٹھی اور ہمدرد آہیں بھرنے لگی۔ اس نے پوچھا کہ اے اماں خیر تو ہے آج تمہارا کیا حال بہت ہی اصرار کے بعد کہا کہ بیٹا کیوں کچھ کہا نہیں جاتا کلیجہ منہ کو آتا ہے یہ کہہ کر آنسو بہانے لگی اور بولی کہ جس شہزادی کے تو کپڑے دھویا کرتا تھا آج اس کا سوم تھا اس نے مضطرب ہو کر تین بار دریافت کیا کہ کیا وہ مر گئی پھر نعرہ مار کر جان بحق ہو گیا۔ خوب اچھی طرح سمجھ لو۔

ابتدا ہی میں اٹھ گئے سب یار عشق کی کون انتہا لایا!
اب تو جاتے ہیں میکدہ سے میر پھر ملیں گے اگر خدا لایا!
دھوبن نے سوچا کچھ تھا ہو گیا کچھ رونا پینا شروع کیا۔ اب کیا ہوتا تھا آخر وہ دھو کے بیٹھ رہے چوتھے روز دھوبن شہزادی کے کپڑے لے گئی اس نے دیکھ کر کہا یہ کپڑے آج کس نے دھوئے ہیں پہلے سی صفائی نہیں وہ تو کچھ محبت کی صفائی معلوم ہوتی تھی یہ بات سن کر دھوبن غمزہ زار و قطار رونے لگی پہلے تو جھوٹا رونا تھا اب سچ مچ کا رونا ہو گیا۔

جھٹ مٹ کھیلے سچ مچ ہوئے! سچ مچ کھیلے برلا کوئے
شہزادی نے پوچھا کہ کجخت بتاؤ تو سہی روتی کیوں ہے کچھ منہ سے بول اس نے
تمام حال اپنے لخت جگر کی رحلت کا ان کے بیان کیا اور کہا وہ مارا دجو تمہارے کپڑے دھوتا تھا
اس طرح جہان سے اٹھ گیا یہ اس کا پیغام ہے۔

اتنا پیغام درد کا کہنا گریبا کوئے یار میں گذرے
کون سی رات آن ملیے گا دن بہت انتظار میں گذرے
شہزادی بولی کہ اچھی دھوبن ہم کو بھی اپنے لڑکے کی قبر دکھلا دے۔
اے روشنی طبع تو برمن بلا شدی مارا خراب کر دی و خود مبتلا شادی

یہ کہہ کر کھڑی ہو گئی اور دھوبن کو ساتھ لے کر قبرستان کی طرف روانہ ہوئی ۔

وہ چلا جاتا ہے دوستو ذرا اس سے بچتے رہا کرو ۔

کیا قتل جس نے نظر کو یہ وہی تو خانہ خراب ہے

مرے پیچھے مت ملو کہے کبیرا رام لوہا مائی ہو گیا پھر پارس کس کا!

چلتے چلتے قبر پر پہنچی اور اس کو نہایت درد و حسرت کی نگاہ سے دیکھنا شروع کیا فوراً

قبر شق ہو گئی شہزادی نے کہا ۔

شق جا بجا ہے آہ یہ کس کا مزار ہے شاید کہ اس میں دفن دل بیقرار ہے

پھر بیتاب ہو کر شہزادی اسی قبر میں سما گئی ۔

اس چمن کی سیر میں آیار پیوں مل کے مل کیا بنائے صانع قدرت نے رنگین گل کے گل !!!

یہ نہ وہ دریا کہ جس سے گذرے پل باندھ کر موج چشم عاشقاں دے توڑ پل میں پلکے پل

ایک شورج گیا بادشاہ کو خبر ہوئی وہ بھی آیا قبر کھودی گئی دیکھا کہ جسم ایک ہے اور

سرود ۔

نکلے باہر ولے موئے نکلے دونوں دست و بغل ہوئے نکلے

رہا چپاں بہم ہویدا تھا مر گئے پر بھی شوق پیدا تھا

ایک کا ہاتھ ایک کے بالیں ایک کی لب سے ایک کو تسکین

جو نظر اُن کو آن کرتے تھے ایک قالب گمان کرتے تھے

بعد اس قصہ کے سلطان جی نے فرمایا کہ میاں ایسا عشق ہم کو نہ مرشد سے ہوانہ

رسول سے نہ خدا سے ورنہ ہم کو بھی وصل نصیب ہو جاتا ۔



نہ خود۔ نہ خودی۔ نہ خدا

ایک روز ارشاد ہوا کہ جب مجنوں عاشق ہو اور عشق افشاں ہو تو امتحان کے لیے لیلیٰ نے ایک آدمی بھیجا کہ مجنوں سے ایک ٹکڑا گوشت مانگ لاؤ اس نے مجنوں کو یہ پیام سنایا پوچھا کہ کہاں کا گوشت طلب کیا ہے اس نے لیلیٰ سے پوچھا کہا کہ ابھی کچا ہے مرتبہ ناسوتی میں ہے۔ چند مدت کے بعد پھر ایک آدمی گوشت کی طلب میں پہنچا تو مجنوں نے جواب دیا کاٹ کر لے جاؤ اس نے آن کر لیلیٰ سے بیان کیا کہا کہ ہاں اب عشق میں آیا ہے اور یہ مرتبہ ملکوتی ہے کچھ عرصہ کے بعد آیا لیلیٰ کہنے لگی جس طرح شاہ منصور نے انا الحق کہا تھا یہ مرتبہ جبروتی اور فنائی العشق ہے چند روز کے بعد صرف لیلیٰ لیلیٰ کہنا شروع کیا یہ مرتبہ لاہوت و توحید ہے بعد اس کے گم گشتگی پیدا ہوئی نہ لیلیٰ یاد رہی نہ مجنوں یہ مرتبہ ہاہوت ہے نہ خود نہ خودی نہ خدا کچھ باقی نہ رہا نہ ذکر نہ ذاکر نہ مذکور۔



آگ کے بدلے میں آنکھ دے دی

ایک روز ارشاد ہوا کہ جب بابا فرید شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بارادہ بیعت حاضر ہوئے تو اس وقت خواجہ صاحب ایک درخت خشک سے تکیہ لگائے بیٹھے تھے بابا صاحب کو خیال آیا کہ تعجب ہے جس درخت کو خواجہ صاحب نے کمر لگائی وہ خشک رہے۔ ایک نظر جو ڈالی تو درخت سرسبز ہو گیا۔ خواجہ صاحب نے نگاہ کی تو وہ پھر خشک ہو گیا۔ غرض دو بار اسی طرح الٹ پلٹ ہوئی۔ خواجہ صاحب نے

فرمایا کہ میاں فرید تم فقیری کرنے آئے ہو یا خدا سے لڑنے مرضی الہی تو یوں ہے کہ درخت خشک رہے۔ تم اس کو ہرا بھرا کئے چاہتے ہو جاؤ قطب الدین کے پاس وہ ذرا تمہاری خبر لے گا اور وہیں تمہارا حصہ ہے حسب ارشاد پرانی دلی میں آئے اور قطب صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے ان کی عمر کم تھی بچوں کے کھیل کو دکھا کر تماشا دیکھ رہے تھے۔ بابا فرید کے دل میں خیال آیا کہ پیر تو ملا مگر لڑکا ہے ان کو یہ ضمیر منکشف ہوئی فوراً حجرہ کے اندر گئے اور بوڑھے بن کے نکل آئے فرمایا کہ لو اب میں تمہاری پیری کے قابل ہو گیا۔ بابا صاحب بیعت ہوئے اور حضرت کے وضو کرانے کی خدمت اختیار کی۔ ایک دفعہ موسم سرما میں آدھی رات کے بعد پانی گرم کرنے کے لیے آگ کی ضرورت ہوئی تمام شہر میں تلاش کی کہیں نہ ملی بہت گھبرائے آخر بہزار دقت ایک بڑھیا کے گھر پتہ لگا اس نے کہا کہ آگ کے بدلے اپنی آنکھ نکال دے تو آگ دیتی ہوں یہ راضی ہو گئے۔ آنکھ دے کر آگ لائے اور چھٹ پٹ گرم پانی حضرت کے لیے تیار کیا وقت پر وضو کرایا صبح کو آنکھ پر پٹی باندھے قطب صاحب کے روبرو آئے پوچھا کہ یہ کیا ہوا عرض کیا حضور آنکھ آئی ہے قطب صاحب نے فرمایا کہ خیر آئی ہے تو سو آئی ہے پٹی کھولی تو پہلے سے سوئی آنکھ تھی۔ اس کے بعد خرقہ خلافت عنایت فرمایا اور رخصت کر دیا۔ اس وقت سے حضرت بابا صاحب کی اولاد ہیں میں ایک آنکھ بڑھی ہوتی ہے۔



آندھی میں بھی چراغ جلتا رہا

ایک روز ارشاد ہوا کہ جس وقت بابا فرید شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مخدوم علی احمد صاحب اپنے ہمیشہ زاد کو تعلیم کیا تو ان پر ایک ایسی حالت طاری ہوئی کہ حضرت کا طواف کرتے تھے اور یہ شعر ورد زبان تھا

کعبہ خوانم یا پیغمبر مصحف سنت این یا خدا اصلاح شوق بسیا رست دمن دیوانہ ام

بعد مدت کے مخدوم صاحب نے عرض کیا کہ میرا ارادہ وہلی کا ہے۔ بابا صاحب نے فرمایا کہ میری مہر قطب جمال ہانسوی کے پاس ہے تم اپنی سند لے جاؤ اگر مہر کر دیں تو چلے جانا۔ آپ سند لے کر ہانسی میں پہنچے مغرب کا وقت ہو گیا تھا۔ بعد ملاقات کہا کہ بھائی صاحب اس عرضی پر مہر کر دو۔ انھوں نے فرمایا کہ ابھی آپ تھکے ہوئے تشریف لائے ہیں انشاء اللہ فجر کے وقت مہر ہو جائے گی خاطر جمع فرمائیے۔ مخدوم صاحب نے کہا کہ نہیں حضرت ابھی مہر کر دیجئے۔ قطب صاحب نے فرمایا کہ صاحبزادے اس وقت چراغ موجود نہیں صبح تک صبر کیجئے ایسی کیا جلدی ہے۔ حضرت علی احد صاحب نے اپنی انگلیوں پر پھونک ماری فوراً پانچوں انگلیاں روشن ہو گئیں۔ قطب صاحب نے فرمایا کہ تم اپنی کرامت دکھاتے ہو یہ کہہ کر سند کو چاک کر دیا حضرت علی احمد نے ان کی جانماز لے کر پھاڑ ڈالی اور کہا کہ تم نے ہماری سند ولایت پھاڑی ہم نے تمہاری قطبیت قطع کر دی۔ قطب صاحب نے پوچھا کہ ماضی کی یا مستقبل کی آپ نے فرمایا کہ استقبال کی۔ کہا کہ الحمد للہ بھلا پھیلی تو پچی۔ آخر مخدوم علی احمد صاحب وہاں سے روانہ ہو کر بمقام کلیر کہ شہر عظیم اور نہایت آباد تھا پہنچے اور وہاں رہنا اختیار کیا۔ جمعہ کے روز مسجد میں نماز کے لیے اول وقت پہنچے اور پہلی صف میں مقابل مصلائے امام جا بیٹھے چونکہ آپ کی صورت فقیرانہ اور کپڑے پھٹے پرانے تھے جو شخص آتا ان کو اٹھا کر خود بیٹھ جاتا حتیٰ کہ آخر صف میں جا پہنچے۔ آپ کو غصہ آیا جب نمازی سجدے میں گئے تو فرمایا اے مسجد تو کیوں کھڑی ہے ذرا جھک جا۔ مسجد نمازیوں پر گر پڑی اور سارے آدمی دب کر مر گئے۔ یہاں تک کہ تمام شہر برباد ہو گیا۔ صرف اس بڑھیا کالڑکا بچا جو آپ کی خدمت کرتی تھی۔ چنانچہ اب تک وہ شہر ویران ہے آخر کار آپ کو حیرت نے گھیرا ایک گولر کی شاخ پکڑ کے کھڑے ہو گئے کئی برس تک اسی طرح کھڑے رہے۔ جب بابا فرید صاحب کو معلوم ہوا کہ صابر عالم حیرت میں متحیر کھڑا ہے تو آپ نے مزیدوں کو جمع کر کے فرمایا کہ کوئی ایسا ہے کہ ہمارے صابر کو جا کر بٹھا دے ہم اس کو انعام دیں گے۔ حضرت خواجہ شمس الدین ترک پانی پتی نے کہ جو ان خوش طلعت و خوش آواز تھے دست بستہ عرض کی کہ ارشاد ہو تو میں جاؤں۔ آپ نے فرمایا کہ اچھا لیکن سانسے کھڑے نہ ہونا خواجہ

صاحب رخصت ہو کر کلیں میں پہنچے دیکھا کہ جناب علی احمد صاحب صاحب بصورت تصویر
 سکتے کا عالم آنکھیں کھلی ہوئی نظر بطرف آسمان مقام حیرت میں مستغرق کھڑے ہیں۔ خواجہ
 صاحب بجانب چپ کھڑے ہو کر غزل گانے لگے۔ مخدوم صاحب کی طبیعت عروج سے
 مائل بہ نزول ہوئی۔ تھوڑی دیر کے بعد ہوش میں آگئے اور فرمایا کہ شمش الدین بیٹھ جا۔ آپ
 نے عرض کیا کہ غلام بیٹھے اور مولیٰ کھڑا رہے یہ تو کمال بے ادبی ہے۔ فرمایا کہ اچھا ہم کو بھی
 بٹھا دو چونکہ مدتِ مدید سے کھڑے کھڑے پاؤں اکڑ گئے تھے اس لیے بیٹھ نہ سکے لٹا دیا پھر
 آپ نے پوچھا کہ شیخ اچھے تھے کہا کہ فضل الہی ہے تھوڑی دیر بعد آپ کو نیند آگئی اَلنُّوْرُ
 رَاحَتْ الْبَدْنَ وَ زِيَارَةُ الْعَقْلِ بدن کو آرام ملا عقل کو زیادتی ہوئی جب بیدار ہوئے تو
 فرمایا کہ اچھا رخصت وہاں سے رخصت ہو کر حضرت بابا صاحب کی خدمت میں پہنچے تمام
 حال عرض کیا فرمایا کہ بھلا ہم کو بھی پوچھتے تھے جواب دیا کہ حضرت ہاں ایک دفعہ پوچھا کہ
 شیخ اچھے ہیں یہ لفظ سن کر آپ کو ایک حالتِ وجہ طاری ہوئی کہ آج ہم شیخ ہوئے بعد فرو
 ہونے حالت کے خواجہ صاحب نے انعام موعود کی درخواست کی آپ نے فرمایا کہ جاؤ علی
 احمد صاحب تم کو انعام میں دیا خواجہ صاحب پھر وہاں سے چلے اور مخدوم صاحب کی خدمت
 میں پہنچ کر رہنا اختیار کیا۔ چند روز کے بعد تعلیم فرما کر خواجہ صاحب کو حکم دیا کہ جاؤ سواروں
 میں نوکری کرو۔ جس روز تم سے کوئی کرامت صادر ہوگی وہ روز ہمارے انتقال کا ہوگا۔

رخصت ہوئے اور بادشاہی سواروں میں نوکری کر لی۔ جب سلطان علاء الدین غوری چوڑا
 چوڑا گڈھ کو سر کرنے گیا اور مدت تک محاصرہ کیا مگر قلعہ فتح نہ ہوا۔ تو فقراء کی طرف رجوع
 کی ایک فقیر نے کہا تم کیوں جا بجا پھرتے ہو خود تمہارے لشکر میں ایک ایسا کامل ہے کہ اگر
 وہ اس وقت فرمادے تو ابھی قلعہ فتح ہو جائے۔ اور اللہ تعالیٰ نے یہ فتح اسی کی زبان پر منحصر کی
 ہے اور علامت شناخت یہ ہے کہ آج آدھی رات کو آدھی آدھے کی سب لکے چراغ گل
 ہو جاویں گے مگر ان کا چراغ جلتا رہے گا۔ بادشاہ خوش ہوا اور وقت کا انتظار کرنے لگا۔ جب
 نصف شب ہوئی تو آدھی آدھی تمام لشکر کے چراغ بیٹ ہو گئے صرف ایک چراغ روشن تھا۔

اگر کبھی سزا میرا باد گیرد چراغ عاشقان ہرگز نہ میرد

بادشاہ وہاں پہنچا اور خیمہ پر دست بستہ کھڑا رہا۔ آپ اس وقت تلاوت قرآن مجید میں مشغول تھے ذرا دیر میں نظر اٹھائی تو دیکھتے ہیں کہ بادشاہ کھڑا ہے سمجھے کہ آج خیر نہیں آپ نے قرآن شریف کو بند کیا اور کھڑے ہو کر بادشاہ سے پوچھا کہ حضور آپ اس وقت کیوں تشریف لائے۔ عرض کی کہ حضور میرا تصور معاف ہو مجھ کو آپ کی قدر و منزلت معلوم نہ تھی دعا کیجئے کہ یہ قلعہ فتح ہو جائے۔ جواب دیا کہ حضور میں تو آپ کا ایک ادنیٰ ملازم ہوں کسی نے آپ کو بہکا دیا ہے۔ بھلا میں اس قابل کہاں ہوں جو آپ سمجھے ہیں۔ بادشاہ نے کہا کوئی عذر میں نہ مانوں گا آپ کو دعا کرنی ہی پڑے گی۔ فرمایا کہ خیر لیکن شرط یہ ہے کہ میرا استغفار منظور ہو اور تنخواہ مل جائے یہاں سے تین کوس پر جا کر دعا کروں گا۔ آپ صبح دم دھاوا کریں انشاء اللہ قلعہ فتح ہو جائے گا۔ پس معلوم ہوا کہ آج ہمارے پیر کا انتقال ہو گیا۔ بادشاہ نے اسی وقت تنخواہ دی اور رخصت کیا۔ آپ نے تین کوس پر جا کر دعا کی قلعہ اسی دم فتح ہو گیا۔ اب وہاں سے چل کر منزل بمنزل پیران کلیہ پہنچے۔ دیکھا کہ فی الحقیقت حضرت نے انتقال فرمایا اور نعش مبارک کے گرد شیر بھڑیے درندو چرند حلقہ کئے بیٹھے ہیں۔ جب خواجہ صاحب پہنچے تو سب جانور چلے گئے تجہیز و تکفین کر کے خدا کے سپرد کیا۔ تین روز کے بعد حکم ہوا کہ پانی پت جاؤ۔ حسب الارشاد پانی پت میں پہنچے یہاں مخدوم جلال الدین کبیر الاولیا رحمۃ اللہ علیہ حضرت شاہ شرف الدین بوعلی قلندر صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ہمیشہ استدعا بیعت کیا کرتے تھے اور قلندر صاحب ہمیشہ خواب دیتے کہ تمہارا پیر آنے والا ہے ابھی صبر کرو ہم بتلا دیں گے۔ جب حضرت خواجہ شمس الدین صاحب وارد پانی پت ہوئے تو قلندر صاحب نے مخدوم صاحب سے فرمایا کہ جاؤ تمہارے پیر آتے ہیں ان کا استقبال کرو۔ آپ گھوڑے پر سوار شہر سے باہر نکلے دیکھا کہ ایک فقیر چلے آتے ہیں۔ بعد سلام علیک خواجہ صاحب نے فرمایا کہ ازے میاں ہانکے جو ان ذرا اپنے گھوڑے کی چال تو دکھاؤ۔ آپ نے چاک و چوبند کر کے گھوڑے کی باگ اٹھائی اور خوب چلت پھرت اس کی دکھائی۔ خواجہ صاحب بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ زہے آپ وزہے سوار۔ مخدوم صاحب چاروں خانے چت گرے جو کچھ دینا تھا اسی وقت دے دیا اور بیعت کر کے خلافت عطا فرمائی تازیت

پانی پت میں مقیم رہے چنانچہ مزار بھی ان تینوں صاحبوں کے پانی پت میں مشہور معروف ہیں۔ مخدوم جلال الدین صاحب کا مطالعہ تو قلندر صاحب کراچکے تھے لیکن تعلیم خواجہ شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ پر منحصر و موقوف تھی۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ جب حضرت نظام الدین سلطان الاولیاء بابا فرید صاحب کی خدمت میں پہنچے تو دیکھتے ہی آپ نے فرمایا :-

اے آتش فراقت دلہا کباب کردہ سیلاب اشتیاقت جانہا خراب کردہ اس نے کہا کہ پی لے ورنہ پچھتائے گا جب رات کو مراقب ہوئے تو دیکھا کہ جہاں خیمہ دربار رسول التقلین صلعم ایستادہ ہے اس سے سو قدم آگے وہ فقیر لٹھ لیے کھڑا ہے ہر چند مولوی صاحب نے آگے جانے کا قصد کیا لیکن فقیر نے جانے نہ دیا ناچار واپس آتے صبح کے وقت پھر اس فقیر کے پاس پہنچے اس نے پھر جام پیش کیا آپ نے نہ لیا کہ میرے واسطے حرام ہے تیرے حکم سے خدا اور رسول کا حکم افضل ہے فقیر نے کہا پی لو ورنہ پریشانی اٹھاؤ گے۔ رات کو پھر وہی معاملہ پیش آیا نہایت حیران ہوئے تیسرے روز پھر اسی فقیر کے پاس پہنچے اس نے پھر پیالہ پیش کیا آپ نے انکار کیا چوتھی شب جو مراقب ہوئے تو پھر فقیر کو سدراہ پایا اور لٹھ لے کے ان کی طرف دوڑا کہ خبر دار جو اس طرف قدم اٹھایا اس وقت اضطراب میں آپ کی زبان سے نکلیا رَسُوْلَ اللّٰهِ الْغِيَاثِ اس وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی سے فرمایا کہ عبدالحق چار شب سے حاضر نہیں ہوا دیکھو تو باہر کون پکارتا ہے بلاؤ انہوں نے دونوں صاحبوں کو حاضر کیا حضرت نے فرمایا کہ عبدالحق چار رات سے تو کہاں تھا انہوں نے سارا قصہ بیان کیا۔ حضرت نے اس فقیر کی نسبت کہا اُخْرَجَ يَسَاءً كَلْبًا صبح کے وقت پھر شاہ صاحب فقیر کے پاس گئے اس کا حجرہ بند پایا دو چار مرید بیٹھے ہوئے تھے پوچھا کیا سبب ہے کہ پیہر بھردن چڑھا اور دروازہ نہیں کھولا دیکھو تو میں بھی یا نہیں دروازہ کھولا تو پیر نڈا روہ حیران ہوئے۔ شاہ عبدالحق نے فرمایا کہ کوئی جانور یہاں سے نکلا ہے یا نہیں وہ بولے کہ ایک کالا کتا تو ہم نے یہاں سے جاتا ہوا دیکھا ہے فرمایا کہ بس وہی تمہارا پیر تھا کیوں کہ رات یہ معاملہ پیش آیا اب جا ہے تم بیعت رکھو یا فتح کرو تمہارا تو پیر کتا

ہو گیا۔ غرض قصہ یہ ہے کہ فقیر کو کسی امر میں ضد لازم نہیں کہ ضد میں خود نمائی ہے اور خود نمائی خلاف فقیر پس فقیر اس مقام میں ضرور خطا کھاتا ہے اور مارا جاتا ہے۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ ایک فقیر رند مشرب مولانا شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آیا اور کہا کہ مولوی بابا ہم کو شراب پلو شاہ صاحب نے ایک روپیہ اس کی نذر کیا اور فرمایا کہ جو چاہو سو کھاؤ اور پوتم کو اختیار ہے وہ بولا کہ ہم نے تو آپ کا بڑا نام سنا تھا لیکن آپ تو قید میں ہیں شاہ صاحب نے فرمایا کہ کیا شاہ صاحب آپ قید میں نہیں ہیں کہا کہ نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اگر کسی روش کے مقید تم نہیں ہو تو آج غسل کرو اور جبہ و عمامہ باندھ کر مسجد میں چلو اور نماز پڑھو ورنہ جیسے تم رندی کی قید میں مبتلا ہو اسی طرح ہم شریعت غرا کی قید میں پابند ہیں تمہاری آزادی ایک خیال خام ہے یہ بات سن کر نہایت چپ ہوا اور شاہ صاحب کے قدم پکڑے کہ درحقیقت ہمارا خیال محض غلط تھا جو ہم آزادی کا دم بھرتے تھے۔



کشف قبور کیا کہ بے ہوش ہو گیا

ایک روز ارشاد ہوا کہ جی احسان علی ساکن کاٹھ کہ وہ شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے۔ ایک دن شاہ صاحب کی خدمت میں عرض کیا کہ حضرت کشف قبور کیا چیز ہے مجھ کو یقین نہیں آتا شاہ صاحب نے فرمایا کہ تم کسی قبرستان میں جا کر یہ آیت پڑھو
سُبُوهُ قُدُّوسٌ رَبُّنَا وَرَبُّ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوحِ۔ میاں جی نے یہ آیت شاہ ولی اللہ صاحب کی قبر پر جا کر پڑھی اول روز دیکھا کہ تمام قبروں کے اندر مردے لیٹے ہوئے ہیں دوسرے دن دیکھا کہ مردے بیٹھے ہیں تیسرے دن جا کر پڑھا تو یہ اثر ظاہر ہوا کہ شاہ ولی اللہ صاحب نے ان کی طرف دیکھا اور کچھ کہا اتنا کہنا تھا کہ ایک شعلہ سا میان جی کے جسم میں داخل ہوا اور اس کی چکا چوند سے بیہوش ہو کر گر پڑے شام کو شاہ صاحب نے اپنے

طالب علموں سے کہا کہ قبرستان میں جاؤ اور میاں جی کو اٹھالا وچنا چہ طالب علم گئے اور ان کو لائے بیہوشی طاری تھی منہ سے کف جرای تھے تین دن میں ہوش آیا اور کہتے تھے کہ ہر وقت شاہ ولی اللہ کی روح مجھ کو اپنے ہمراہ نظر آتی تھی سال بھر تک یہی کیفیت رہی ایک روز مست ہاتھی آتا تھا آدمی بھاگنے لگے مجھ کو شاہ ولی اللہ صاحب نے کہا کہ ڈرو مت اور روح ان کی میرے سامنے کھڑی ہوگئی ہاتھی نکلا ہوا چلا گیا میں بے اندیشہ کھڑا رہا۔



چارٹکے کی رنڈی

ایک روز ارشاد ہوا کہ ایک شخص کسی فقیر کے پاس مرید ہونے گیا انہوں نے چار ٹکے دیئے اور فرمایا کہ آج کسی کے پاس رہو پھر آؤ گے تو مرید کر لیں گے۔ وہ شخص متشرع تھا۔ لا حول پڑھ کر چلا گیا کہ اچھے پیر ملے اور خوب ہدایت کی اتفاق سے اسی شب کو بیوی کے پاس گیا نطفہ نے قرار پایا اور لڑکی پیدا ہوئی جب سن بلوغت کو پہنچی تو فاحشہ ہوگئی اور بازار میں جا بیٹھی اس شخص کی ایسی بدنامی ہوئی کہ منہ دکھانے کو جگہ نہ رہی پھر اس فقیر کی خدمت میں پہنچا اور اپنا درد دل بیان کیا انہوں نے فرمایا کہ اس روز کے چار ٹکے تو اسی لیے تھے کہ یہ بلا تمہارے گلے نہ پڑے رنڈیوں میں پیدا ہوتی اور رنڈی بنتی تمہارا نام بد نہ ہوتا۔ لیکن تم نے نہ مانا اب اپنے کئے کو بھگتو۔

بے سجادہ رنگین کن گرت پیر معان گوید کہ سالک بیخیر بنو ذرا راہ و رسم منزلہا



قارون اور لیلیٰ مجنوں

ایک روز ارشاد ہوا کہ انسان کو جس چیز میں کمال ہوتا ہے اسی میں مرتا ہے۔ چنانچہ دہنتر بید کو سانپ کے پکڑنے میں کمال تھا اس کو سانپ نے کاٹا اور مر گیا اور علیٰ ہذا القیاس۔

بِسِلِّ مَاتَ اَرَسَطَا لَيْسَ اَفْلَاطُونٌ بِاَفْلِيحٍ
وَلَقَمَانٌ بِسَرَسَامٍ وَجَالِينُوسٌ مِيطُونًا!!

یعنی ارسطو سل کی بیماری میں مرا اور افلاطون فاج میں لقمان سرسام میں اور جالینوس وستون کے مرض میں حالانکہ انھیں بیماریوں کے علاج میں کمال رکھتے تھے اور جس کو جس کی محبت ہوتی ہے اسی کے خیال میں جان دیتا ہے۔ چنانچہ قارون مال کی محبت میں مرا اور مجنوں لیلیٰ کی محبت میں ایسے ہی طالب خدا کو خدا طلبی کی بیماری ہے وہ اسی میں فنا ہو جاتا ہے بیماری سے خالی کوئی نہیں ہر شخص کو کچھ نہ کچھ علت ضرور ہوتی ہے۔



۵۰ روپے میں نمبر داری مانگی

ایک روز مقام بلا سپور سے فیض یاب خان کا مریضہ خدمت مبارک میں آیا کہ میرے لیے دعا فرمائیے کہ میرا ولی مقصد برآوے حضرت نے جواب دیا کہ ہم بھی دعا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اپنا فضل کرے گا۔ غرض دوسرے تیسرے دن اسی مضمون کا خط آنے لگا، حضرت نے حاجی فرید الدین صاحب اور میاں اللہ بندے صاحب سے مشورہ لیا کہ

علاج کریں دونوں صاحبوں نے صلاح دی کہ حضور دوسو روپیہ طلب فرمائیے یقین ہے کہ پھر خط نہ لکھیں گے چنانچہ جواب میں یہی مضمون لکھا گیا انہوں نے ڈیڑھ سو روپیہ کی ہنڈوی ارسال کر دی اور لکھا کہ روپیہ میں خود لے کر فلاں تاریخ کو حاضری دوں گا۔ جب یہ خط پہنچا تو حاجی فرید الدین سے آپ نے فرمایا کہ بولو اب کیا کہتے ہو بڑی مشکل ہوئی۔ اب تو جو کچھ وہ طلب کرے گا دینا پڑے گا۔ اس کا مقصد دلی کیا ہے آخر فیض یاب خان باقی روپیہ لے کر حاضر خدمت ہوئے اور تنہائی میں اپنا مقصد عرض کیا جب وہ چلے گئے تو فرمایا کہ ارے میاں ہم کو تو بڑا اندیشہ تھا کہ دیکھئے کیا مانگتا ہے مگر لا حول و لا قوۃ۔۔۔ مانگا تو کیا مانگا کہ عام مجھ سے رضا مند رہے سچ یہ ہے کہ سب باتیں تقدیر پر موقوف ہیں چنانچہ نقل ہے کہ ایک بزرگ تھے جب ان کا انتقال ہونے لگا تو ان کی بیوی نے کہا کہ بڑا لڑکا فیضان باطن سے بالکل خالی رہ گیا اس کے حال پر توجہ فرمائی چاہیے انہوں نے جواب دیا کہ مجھ سے کچھ نہیں ہو سکتا بیوی نے چند نظریں بیان کیں کہ تمہاری نظر سے فلاں شخص پر حال وارد ہو گیا اور فلاں شخص کامل بن گیا افسوس ہے کہ اپنا ہی لڑکا محروم رہ جائے وہ بولے کہ بے شک اس وقت میری نظر میں ایسی ہی تاثیر تھی کہ وہ لوگ تو کیا اگر درخت پر نظر پڑتی ہو تو انا الحق بولنے لگتا یہ میرے اختیار کی بات نہیں البتہ آج سے تیسرے دن ایک بزرگ تشریف لاویں گے تم لڑکے سے کہہ دو جو کچھ اس کا مدعا ہو اس بزرگ سے طلب کرے خیر انتقال ہو گیا اور تیسرے روز ایک فقیر آئے گھر والے بہت خوش ہوئے کہ اب اس لڑکے کو کچھ نہ کچھ نعمت و فیضان حاصل ہو جائے گا اس فقیر نے پوچھا کہ بولو صاحبزادہ کیا چاہتے ہو کہا کہ حضور میری تمنا تو یہ ہے کہ قصبہ کی نمبر داری مجھ کو مل جائے فرمایا کہ بہت اچھا مل جاوے گی۔ چنانچہ کچھ عرصہ کے بعد وہ نمبر دار ہو گیا اب دیکھئے تقدیر نے کہا اس کا سر پھوڑا غرض بد قسمتی کا کچھ علاج نہیں۔

سوزن تدبیر ساری عمر گریستے رہے زحمت تقدیر کو ہرگز رنو کرتے نہیں



شیطان کی ایسی تپسی کر دی

ایک روز حاضر خدمت ہوا ایک شخص آیا اور شیطان کا گلہ شروع کیا کہ دنیا میں تمام فساد اسی کا ہے اس وقت ارشاد ہوا کہ ہم کو ایک حکایت یاد آئی ایک آدمی جنگل میں اونٹنی کو چرانے لے گیا شہوت نے غلبہ کیا تو اونٹنی پر سوار ہو گیا پھر خیال آیا کہ کسی طور سے اس معشوقہ دراز گردن کا بوسہ بھی لینا چاہیے تاکہ ہوس رانی میں کوئی کسر باقی نہ رہے کیا سوچھی کہ وہیں سے ہاتھ بڑھا کر درخت کی ایک شاخ توڑی اور اونٹنی کو دکھلائی اس نے کھانے کے واسطے گردن پھیری اور منہ بڑھایا تو جھٹ بوسہ لے لیا جب اس طرح جھک مار کے الگ ہوئے تو لگے کہنے تیرے شیطان کی ایسی تپسی کم بخت مردود نے مجھ سے کیا کام کرایا ہے یہ کہنا تھا کہ شیطان بھی مجسم ہو کر سامنے آ گیا اور بولا کہ تیرے باپ کی ایسی تپسی ارے مردود جو ترکیب بوسہ کی تو نے ایجاد کی ہے یہ تو کبھی میرے باپ کو بھی نہیں سوچھی تھی ۔

مجھ کو آتی ہے ہنسی ان حضرت انسان پر فعل بد تو خود کریں لعنت کریں شیطان پر اس موقع پر راقم کو یہ رباغی یاد آ گئی۔

شیطان کرتا ہے کب سی کو گمراہ اس راز سے ہے خدائے غالب آگاہ
ہے کام کسی کا اور کسی پر الزام لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ



دوسری بیوی پر دکھ ہے

ایک روز ارشاد ہوا کہ ایک شخص اس امر کا متفحص و جو یا تھا کہ آیا دنیا میں کوئی بندہ خدا بے فکر و بے غم بھی ہے جا بجا جستجو کرتا ہوا ایک شہر میں پہنچا وہاں ایک باغ نظر آیا صحن چمن میں ایک سن نوخیز امیر زادہ کے گرد و پیش غلامان خوش انداز کمر بستہ کھڑے ہیں مطربان خوش الحان گاتے ہیں اور وہ امیر چراؤ جھولے میں اندر جھوم رہا ہے انواع و اقسام کا سامان عیش و طرب مہیا ہے یہ سماں دیکھ کر اس کی سمجھ میں آیا کہ اب مدعا پایا یہ خوش نصیب ضرور بے فکر و بے غم ہے اس امیر سے کہا کہ ماشاء اللہ تمام جہان میں ایک آپ کو دل شاد پایا ہے۔ امیر نے کہا میاں صاحب کس خیال میں ہو آج شب کو میرے پاس ٹھہرو اور احوال واقعی سنو۔

آرام سے ہے کون جہان خراب میں گل سینہ چاک اور صبا اضطراب میں
 المختصرات کو امیر نے پوچھا کہ میاں صاحب کیا کہتے ہیں اب کہتے اس نے کہا
 مدت سے اس تجسس میں صحرا انوردی اختیار کی ہے کہ الہی اس عالم میں کوئی بے فکر و بے غم
 آدمی بھی ہے۔

جس سے پوچھا کہ دل خوش ہے کہیں دنیا میں رو دیا اُس نے اور اتنا ہی کہا کہتے ہیں
 البتہ آپ کو دیکھ کر شکر خدا بجالایا کہ بھلا ایک تو بے فکر و بے غم پایا المال و البنون
 زینۃ الحیوۃ الدنیا۔ امیر نے یہ سنکر آہ بھری اور کہا۔
 جسے نصیب ہو روز سیاہ میرا سا وہ شخص دن نہ کے رات کو تو کیونکر ہو
 میاں صاحب مجھ جگر خستہ دل شکستہ کا حال نہ پوچھئے۔

کبستم دل شکستہ غم زدہ بیدل و خستہ و ستم زدہ
 از گدہ از نفس تباہ دبتے وز بیا بان یاس تشنہ لبی
 در مندے جگر اگداختہ از غم دہر زہرہ باختر

لو متوجہ ہو اور میری داستان سنو والدین نے بڑے ناز سے پرورش کیا بچپن میں شادی کر دی بیوی بھی خوبصورت و خوش سیرت ملی اللہ تعالیٰ نے یہ لڑکے جو کھیل رہے ہیں عطا فرمائے قضاء آئی اور وہ نیک بخت مرض مہلک میں مبتلا ہو کر مر گئی چند روز درد و غم رہا آخر صبر آ گیا پھر نکاح کیا دوسری بیوی پہلی سے بھی زیادہ حسین اور نیک سیرت و فادار پائی۔ نہایت خوشی سے زمانہ گزرنے لگا کچھ مدت بعد دفعۃً وہ بھی سخت بیمار ہو گئی امید زیست کی نہ رہی میں رونے لگا اس نے کہا کیوں روتے ہو اگر میں مرجاؤں گی اپنی جان سے جاؤں گی تم اور لے آؤ گے آخر مجھ سے پہلی بیوی پر بھی تو تم عاشق تھے۔ جب میں نے یہ بات سنی تو غصہ میں آن کر اس کے روبرو اس نوح فساد کو ڈور کر کے کہا کہ بس اب تو دوسری بیوی نہیں لاؤں گا۔ اب نیرنگ قدرت دیکھئے کہ ادھر تو میں نے یہ حرکت کی ادھر اس کو صحت ہونی شروع ہوئی۔ آخر وہ اچھی ہو گئی اب ہم دونوں عجب حسرت و افسوس میں گرفتار ہیں کہ جس کا بیان محال ہے آپ ہی انصاف فرمائیں کہ مجھ سا کوئی اور بھی دنیا میں دکھیا ہے۔

درین دنیا کسے بے نہ باشد اگر باشد بنی آدم بنامند
تن در سکھیا کوئی نہ دیکھا جو دیکھا سو دکھیا رے ڈگر چلتی سب گھٹ دکھیا کیا گر ہے اور بیرا کی رے

سکھا چارج دکھ ہی کے کارن گر ہے ماپا تیا گی رے

اودے ست کی بات گہت ہوں تا کو کرے بہ بیکارے

اونچے چڑھ چڑھ دیکھ تماشا گھر گھر ایک ہی لیکھارے

سکھا چارج دکھ ہی کے کارن گر ہے ماپا تیا لی رے

برہما بشن ہمیش دکھت ہیں جن یہ ہاٹ لگائی رے

جوگی دکھیا جنگم دکھیا پشیا کو دکھ دو نارے!

آسا ترشہ سب گھٹ پوری انیکول نہ سونارے

درت دکھی ابدوت دکھی میں اتن کا ذکر ہی کتنا رے

کہے کبیر مسنو بھائی سادھو کوئی مندر نہیں سونارے



منہ کالا کر کے دنیا حاصل کی

ایک روز ارشاد ہوا کہ جس زمانہ میں مولوی فضل حق صاحب سررشتہ دار تھے تو ہم جمعہ کو خضاب کیا کرتے تھے مولوی نور الحسن صاحب کا ندہلوی نے جو مولوی صاحب سے پڑھتے تھے عرض کیا کہ جناب یہ خضاب کرنا آپ کو زیبا نہیں کیوں کہ آپ عالم ہیں مولوی صاحب سن کر چپ ہو رہے جب مولوی نور الحسن صاحب کئی مرتبہ یہ بات زبان پر لائے تو ایک دن مولوی صاحب نے جواب دیا کہ سنو صاحب کسی نے وعظ کہہ کر دنیا کمائی کسی نے درس و تدریس کر کے کسی نے تعویذ گنڈا کر کے کسی نے پیری مریدی کی آڑ میں ہم نے کالا منہ کر کے دنیا میں حاصل کی غرض سے سب کی دنیا ہے اس سے نجات تو جب ممکن ہے کہ ایسا مرد خدا ملے جو ایک نظر میں بیڑا پار کر دے۔



مرید کا بازاری عورت سے نکاح

ایک روز ایک بوڑھا رنگڑ گاؤں کا رہنے والا حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور سوال کیا کہ اجی میاں صاحب پیر کئے کے میانی (کیا معنی) اور مرید کئے کے میانی (کیا معنی) آپ نے فرمایا کہ اے کا۔ ہم کو ایک نقل یاد آئی۔ اس پر میانی (معنی) سمجھ لو۔

نقل

ایک مرید نے اپنے پیر سے پوچھا کہ پیر کا حق مرید پر کیا ہے اور مرید کا حق پیر پر کیا ہے۔ اس بزرگ نے جواب دیا کہ اچھا بتا دیں گے چند روز کے بعد جس وقت وہ مرید راج

الاعتقاد حاضر ہوا پہلے اس سے کہ وہ بیٹھے پیر نے حکم دیا کہ چلے جاؤ وہ مرید فوراً ایک طرف کو چل دیا، ساتویں روز ایک شہر کے قریب پہنچا وہاں ایک امیر اسی بزرگ کا مرید تھا اس کو اس مرید مسافر کا حال منکشف ہوا اس نے اپنے پاس بلایا اور پوچھا کہ تم کہاں جاتے ہو اس نے کیفیت بیان کی اور کہا کہ میں نہیں جانتا کہ کہاں جاتا ہوں تب اس نے کہا کہ تم کو میرے ہی پاس بھیجا ہے آؤ ٹھہرو چند روز کے بعد ایک ہزار روپیہ دے کر رخصت کیا اور کہہ دیا کہ بس واپس چلے جاؤ وہ چلا تو اتناے راہ میں ایک شہر میں وارد ہوا اتفاقاً ایک بازاری عورت پر جو حسن و جمال میں بے مثال تھی فریفتہ ہو گیا اور وہ ہزار روپیہ دے کر اس سے ملاقات ہوئی۔ جب ارادہ فاسد کیا تو غیب سے ایک طمانچہ لگا تین بار یہی معاملہ گذرا عورت نے پوچھا کہ تم کون ہو اور کہاں سے آئے ہو اس نے تمام سرگذشت بیان کی وہ بولی کہ معلوم ہوا تمہارا شیخ مرد کامل ہے اس خیال باطل کو چھوڑو اور ہم تم دونوں ان کی خدمت میں چلیں اور یہ لو اپنا روپیہ کمر سے باندھو آخر دونوں پیر کی خدمت میں حاضر ہوئے عورت نے افعال سابقہ سے توبہ کی اور اس شخص سے نکاح کر لیا چند روز کے بعد اس مرید نے پھر وہی سوال پیش کیا تو شیخ نے جواب دیا کہ پیر کا حق وہ تھا جو تو نے ادا کیا۔ یعنی بغیر چون و چرا ہمارے حکم کی تعمیل کی اور مرید کا حق وہ تھا جو تجھ پر گذرا سو کا کا اس زمانہ میں تو ایسے مرید ہیں نہ ایسے پیر۔



ابے تو نے ہمارا دھرم بہرشت کر دیا

ایک روز ارشاد ہوا کہ ایک گاؤں تھا مسلمانوں کا وہاں کوئی ہندو آتا تو بہت تکلیف پاتا کیوں کہ وہاں کوئی گھر برہمن کا نہ تھا نمبرداروں نے باہم مشورہ کیا کہ ایک شخص کو برہمن بنا دیا جو ہندو آتا اس کے گھر ٹھہرتا اتفاقاً ایک پنڈت جی تشریف لائے تین چار دن بعد قصائی نے جواب برہمنی تھے پنڈت جی سے بوستا پوچھا کہ مہاراج میرے تو دو بالک ہیں

ایک نام خدا بخش اور دوسرے کا گنگارام بھلا میں پہلے خدا بخش کا ختنہ کراؤں یا گنگارام کو جیو پہناؤں جیسی آپ کی اگیا ہو ویسا کروں۔ پنڈت جی یہ سن کر نہایت حیران ہوئے بولے کہ نیک بخت یہ کیا بات پوچھی ہماری سمجھ کام نہیں کرتی ذرا اس کی شرح کر اس نے تمام حال برہمن بننے کا بیان کر دیا اور کہا کہ خدا بخش تو اُس وقت پیدا ہوا تھا جب قصائی تھے۔ گنگارام ان دنوں میں پیدا ہوا جب ہم برہمن بن گئے تھے پنڈت جی اس شرح کو سن کر بہت گھبرائے اور کہا کہ ارے نیک بخت پہلے تو مجھے بتلا کہ اب میرے جلوں یا کڑھوں تیرا خدا بخش بھی اچھا اور گنگارام بھی خاصہ دہرم بہرشت ہو اسو ہمارا۔



لڑکی پر شہید کا قبضہ

ایک روز ارشاد ہوا کہ سرونج میں ایک بڑھیا ہمارے پاس آئی اور اپنی بیٹی کے لئے تعویذ مانگا ہم نے فوراً لکھ دیا وہ بولے کہ اس پر شہید صاحب آتے ہیں بہت تعویذ گنڈے کر چکی ہوں مگر کسی سے فائدہ نہ ہوا ہم نے تعویذ واپس لے لیا اور کہا ارے نیک بخت اچھا ہوا جو تو نے کہہ دیا ورنہ رات کو شہید صاحب سے ہماری لڑائی ہوتی۔ وہ نہایت منت و سماجت کرنے لگی ہم نے کہا پہلے شہید کی نیاز کا سوار دپیہ سوا سیر گھی اور سوا سیر شکر ایک تھان لٹھا کالاؤ۔ اس وقت تعویذ ملے گا۔ چنانچہ وہ سب چیزیں لائی اور تعویذ لے گئی۔ دوسرے دن آن کر خبر دی کہ میاں صاحب خدا تمہارا بھلا کرے آج کی رات میری لڑکی نہایت آرام سے سوئی ہم نے کہا کہ آرام کیوں نہ ہوتا شہید کو تو ہم نے جانے نہیں دیا تمام رات یہاں لڑتا رہا غرض اس نقد و جنس کا جلوہ پکا کر یاران ہم سفر کو کھلایا اور تھان کے کپڑے بنوادے سچ ہے اللّٰہُ نِکَا زُوْرٌ لَا یَحْصِلُ اِلَّا بِالزُّوْرِ ۝ اور جب تک کچھ لیا نہیں جاتا دنیا داروں کو یقین نہیں آتا ورنہ کون شہید اور کیسا تعویذ۔ یہ بھی ایسا خیال وہ ہم ہے کسی انگریز کے سر پر کبھی جن بھوت نہ دیکھا حالانکہ ہندوستانیوں سے زیادہ خوبصورت ہیں۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ تعویذ اور نسخوں کا یکساں حال ہے کبھی فائدہ ہوتا ہے کبھی نہیں۔ ہاں اگر اس کے ساتھ ہمت بھی ہو تو پھر تیر بہدف ہے۔ سونی پت میں ایک شخص نے ہم سے لڑکا ہونے کا تعویذ مانگا ہم نے لکھ دیا جب ایام ولادت قریب آئے تو ہم وہاں سے چل دیئے کہ خدا جانے لڑکا ہو یا لڑکی کا رخا نہ قدرت میں کسے دخل ہے چند روز کے بعد ان کا خط آیا کہ لڑکا پیدا ہوا۔



روکھی روٹیاں خدا کو کھلا دیں

ایک روز ارشاد ہوا کہ بمقام سونی پت اخوند عبدالغفور صاحب ہمارے پاس بیٹھے تھے کہ ثناء اللہ ہرنیہ آیا اور ایک پتہ درخت سے توڑ کر اخوند صالح کے رو برو پیش کیا اور کہا کہ بھلا کوئی ایسا ہے کہ اس کو پھر جوڑے وہ بولے کہ خدا تعالیٰ کو یہ قدرت ہے اس نے کہا کہ یہ خدا تعالیٰ کے باپ سے بھی نہیں لگ سکتا اخوند صاحب اس کو گالیاں دینے لگے میں نے کہا کہ صاحب آپ کیوں خفا ہوتے ہیں۔ خدا تعالیٰ تو لَمْ يَلِدْ و لَمْ يُولَدْ ہے نہ خدا کے باپ ہو گا نہ پتہ لگائے گا اس کو بکنے دیجئے۔

بری ذاتش از تہمت ضد و جنس غنی ملکش از طاعت جن و انس

ایک روز ارشاد ہوا کہ باری میں ایک شخص آیا جو اپنے تئیں خدا کہتا تھا ان دنوں جناب و قبلہ میرا عظیم علی شاہ صاحب بھی وہیں تھے وہ یہ بات سکر خفا ہونے لگے میں نے عرض کیا کہ حضرت میں ان کو سمجھا دوں گا۔ جب ان سے آپ کی ملاقات ہوئی تو حال پوچھا کہا کہ میں خدا ہوں ہم نے کہا واہ حضرت ہم تو مدت سے آپ کی تلاش میں تھے گھر چھوڑا وطن چھوڑا آپ ہی کی جستجو میں جا بجا پھرتے رہے آپ خود ہی تشریف لے آئے بڑی مہربانی اور احسان فرمایا پھر ہم نے ان کے واسطے کھانا منگایا اتفاقاً اس روز روکھی روٹیاں پنے کی تھیں ان سے اچھی طرح کھائی نہ گئیں لقمہ گلے سے اترنا دشوار تھا کچھ ناراض سے ہونے

لگے ہم نے کہا ناراضی کی کیا وجہ ہے خود ہی انصاف کیجئے کہ خدا تو آپ ٹھہرے جیسا ہم کو آپ نے دیا وہ سامنے لا رکھا اگر آپ پلاؤ دیتے تو وہی نذر کیا جاتا بعد اس کے ہم نے قرآن کی ایک آیت پڑھی اور ان سے معنی دریافت کئے کہا کہ میں تو ناخواندہ ہوں، ہم نے کہا سبحان اللہ آپ بھی عجیب خدا ہیں کہ خود ہی قرآن نازل کیا اور اس کے معنی نہیں سمجھتے تب وہ نادوم ہوئے اور اپنے اس قول سے توبہ کی۔



سری کرشن کے خالق ہم ہیں

ایک روز ارشاد ہوا کہ بابری میں ہم نے سنا کہ ہندو فقیر بھگوان کے درشن کر ا دیتا ہے ہم بھی ان کے پاس گئے اور درخواست کی اس نے آنکھیں بند کر کے توجہ دینی شروع کی، تھوڑی دیر میں ایک سورت نظر آئی پیتا مبر پہنے مکٹ لگائے شام برن مکھ مرلی دھرے گویا بعینہ مہاراج سری کرشن چندر جی موجود ہیں اس نے پوچھا کیا دیکھا ہم نے بیان کیا بولا کہ بس یہی بھگوان ہے ہم نے اس کو بہت دھتکارا کہ اے مسخرے اس کے خالق تو خود ہم ہیں کیوں کہ ہم خیال سے پیدا ہوا ہے۔ تو اپنا گرو بتلا جس نے تجھ کو یہ تعلیم دی ہے وہ ہم کو اپنے گرو کے پاس لے گیا کہنے لگا کہ میاں صاحب اس کو جانے بھی دو یہ تو مورکھ ہے۔ جس کی جیسے سمجھ ہوتی ہے اس کو ویسی ہی بات بتلائی جاتی ہے پھر ہماری ان کی باتیں ہوتی البتہ وہ آدمی سمجھ دار اور گیانی تھا۔



خوب سمجھ لو آج کل کے پیروں کو

ایک روز ارشاد ہوا کہ بمقام کوتانہ ایک پیر جی تھے ان کے ایک مرید ظریف نے عرض کیا کہ حضرت میں نے رات خواب دیکھا ہے کہ آپ کا ہاتھ شہد سے بھرا ہوا ہے اور میرا نجاست میں آلودہ ہے۔ پیر جی بولے کہ بھائی بات یہ ہے کہ تم دنیا دار ہو اور میں فقیر اس نے کہا کہ حضرت آگے بھی تو سن لیجئے آپ کا ہاتھ تو چاٹنا ہوں اور میرا ہاتھ آپ چاٹتے ہیں۔ یہ فقرہ سکر پیر جی نہایت ناراض ہوئے میں نے ان سے کہا کہ صاحب سچ تو کہتا ہے دنیا کے واسطے لوگوں کو مرید کرنا۔ بے شک گوکھانا ہے اور دنیا داروں کے پانچ کمین ہوتے ہیں دھوبی، نائی، سقہ، بھنگی اور پانچواں کمین دنیا پرست۔

ہر کہ ہست از فقیہ و پیر و مرید! وز زبان آوران پاک نفس
چون بدنیاء دون فرود آمد بغسل در بماند ہم چونکس



مرکز پھر زندہ ہو گیا۔ تعزیت والے حیران

ایک روز ارشاد ہوا کہ دنیا دار بیچارے بھی بڑے مختصہ میں گرفتار ہیں جب کوئی مولوی آتا ہے تو دعوت و نذرانہ کے بعد یہ ہدایت ہوتی ہے کہ فاتحہ گناہ بیریہ ہے۔ علماء کی خدمت جنت کی دستاویز ہے اور جب کسی مشائخ سے پالا پڑتا ہے تو معمولی دعوت و نذر کے بعد یہ ہدایت ہوتی ہے کہ فاتحہ فرض ہے اور حقیقت میں علماء اور ورثہ الانبیاء مشائخ کبار ہیں نہ علمائے ظاہر بزرگوں کی ارادت موجب نجات ہے۔ غرض دنیا دار بیچارہ بھاڑے کاٹو ہے

جس نے چاہا لاد لیا بلکہ اس سے بھی بدتر کیوں کہ اسے کرایہ ملتا ہے اور یہاں الٹا گرہ سے کچھ دینا پڑتا ہے۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ نشانہ پر تیر مار دینے والے بہت ہوتے ہیں مگر ایسے تیر انداز بہت کم ہیں جو یہ بھی جان لیں کہ تیر نے کتنا گھاؤ کیا۔ اسی طرح فقراء میں ایسے تو اکثر ہیں کہ طالب پر نظر ڈالیں مگر ایسے باخبر نادرات ہیں جو یہ بھی معلوم کر لیں کہ اس نظر نے کس قدر اثر کیا۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ شیخ کا فیض تو مرید وغیرہ مرید سب کو پہنچتا ہے الا مستحق خلافت مرید کے سوا کوئی اور نہیں ہو سکتا، مثلاً آدمی اپنی دولت جس کو چاہے لٹائے مگر وراثت خاص اولاد ہی کو پہنچتی ہے اس میں غیر کا دعویٰ اور استحقاق نہیں۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ ایک شخص بیمار پڑا نزع کی نوبت پڑی یہاں تک کہ شہر میں مرنے کی خبر بھی اڑ گئی۔ اتفاق سے لوٹ پیٹ کر بیچ گیا۔ یار دوست مبارک باد کو آئے اس نے کہا کہ مقام تعزیت ہے نہ جائے تہنیت کیوں کہ موت کا ذائقہ بھی چکھ لیا اور مرنا بدستور سر رہا۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ اس زمانہ کے مشائخ نے پیری مریدی کو نہایت آسان کام رکھا ہے اور مرید کو ورم نا خریدہ غلام خیال کرتے ہیں مگر ہمارے نزدیک تو سخت مشکل کام ہے پیری تو درحقیقت مرید کا بن جانا ہے کیوں کہ پیر کو لازم ہے کہ ہر وقت مرید کے احوال کا نگران رہے۔ طے مقامات اور منازل پر متوجہ رہے اور یہ بات ممکن نہیں جب تک کہ پیر اپنے مزہ میں خلل نہ ڈالے اور اپنے حال سے باز نہ رہے اگر حکم سرکاری ہو تو مجبوراً تعمیل کرنی پڑتی ہے ورنہ کس کو غرض ہے کہ دوسرے کی بلا اپنے ذمہ لے لے البتہ حصول دنیا کے لیے یہ کھیتی خوب ہے بغیر دوسری اور بلا تردد کے سال بسال اپنا سالانہ محاصل مریدوں سے اگھایا اور الگ ہو بیٹھے۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ اس زمانہ کے مشائخ میں تو انجن ہاری کا سا کمال بھی نہیں۔ اس جانور کا خاصہ ہے کہ مرنے سے کچھ پہلے ایک کیڑا لگا کر اپنے مٹی کے گھر میں بند کر لیتا

ہے اور اس پر ایسی توجہ کر کے مرتا ہے کہ چالیس دن میں وہ کیڑا پڑے نکل کر انجن ہاری کی دستار خلافت کا مستحق اور سجادہ نشین برحق ہو جاتا ہے۔



بھڑوے کی جور و دنیا کا سامان

ایک روز کسی نے عرض کیا کہ فلاں فقیر چائے نوشی کا سامان اور کھانے پینے کا اسباب بہت کچھ رکھتا ہے اس وقت ارشاد ہوا کہ ہم کو ایک نقل یاد آئی۔ ایک شخص نے گھر کے کاروبار اور مصارف سے تنگ ہو کر ارادہ کیا کہ ترک دنیا کرے۔ ایک بیوی تھی اس غریب کو تنہا چھوڑ کر نکل گیا اور کسی فقیر کا چیلہ بنا گلے میں کھنی ڈال ہاتھ میں کانہ لے در بدر بھیک مانگنی اختیار کی۔ ایک دن پھرتا پھرتا اس بستی میں آ نکلا جہاں اس کی بیوی رہتی تھی۔ حسب عادت صدا کی (بھلا ہو مائی کچھ بھی جیو فقیر کو) مائی نے اس بے وفا کی آواز پہچان لی جھانک کر دیکھا تو وہی ذات شریف ہیں۔ خیران کو جنگل بھر آٹا دیا اور کہا کہ شاہ جی لو ہمارا تمہارا میاں بیوی کا رشتہ قطع ہو گیا لاؤ تمہاری روٹی تو پکا دوں کہا اچھا مگر آٹا ڈال نمک مرچ۔ لوٹا کوٹا تو اچھو لکھا کچھ لکڑیاں سب ضروری اشیاء فقیر کی جھولی میں موجود ہیں۔ یہ سامان لو اور پکا دو تب تو اس عورت نے زور سے ایک دو ہتھ ماری اور کہا کہ بھڑوے سارا سامان دنیا تو اپنی بغل میں مارے پھرتا ہے کیا جور وہی دنیا ہوتی ہے کہ مجھ غریب کو چھوڑ کر تارک الدنیا بن گیا۔



شیطان کا گھوڑا سوراخ میں گھس گیا

ایک روز کسی شخص نے اثنائے گفتگو میں کہا کہ حضور فلاں شخص جس قدر مال کثیر رکھتا ہے بخل میں بھی پر لے درجے کا خسیس بلکہ قارون سے بھی اول نمبر لیکن معلوم نہیں اس روز ڈپٹی کمشنر کو چندہ میں اس قدر روپیہ کیوں دے دیا۔ آپ نے فرمایا کہ اکثر امرا اپنی نام آوری مطلب و فائدہ کے لیے ہزاروں روپیہ خرچ کرتے ہیں لیکن خالصیتہ اللہ ایک کوڑی کے روادار نہیں ہوتے اس پر ہم کو ایک نقل یاد آئی ہے کہ کسی شخص نے شیطان کے نام کا چلہ کیا۔ جب چالیس دن پورے ہو چکے تو شیطان آیا اور کہا کہ کیا چاہتا ہے اس نے جواب دیا کہ میں نہایت مفلس ہوں میرے لیے کوئی بہبودی کی شکل نکال۔ شیطان نے کہا یہ کیا بڑی بات ہے میں ابھی گھوڑا بنتا ہوں اور فلاں امیر کے پاس لے جا کر بیچ ڈال۔ یہ بات کہہ کر ایک نہایت عمدہ اور بیش قیمت گھوڑے کی صورت بن گیا اس نے امیر کو دکھلایا وہ دیکھتے ہی لٹو ہو گیا اور جھٹ پانچ ہزار کو چکا دام دے کر باندھ لیا چند روز کے بعد سائیں گھوڑے کو حسب عادت مل رہا تھا کہ یکا یک گھوڑا دیوار کے سوراخ میں گھسنے لگا اس نے غل مچایا کہ دوڑ دوڑو گھوڑا چلا۔ جب دیکھا کہ گھوڑا جاتا ہی ہے تو اس نے گھبرا کر دم پکڑ لی دم تو اس کے ہاتھ میں رہ گئی اور گھوڑا غائب وہ متحیر ہوا اور دم کو چادر میں لپیٹا اور امیر کے روبرو لایا اور سارا قصہ بیان کیا امیر نے تعجب کیا چادر کھولی گئی تو دیکھا کہ بجائے دم کے ایک سارنگی موجود ہے۔ جب امیر نے اس کو ہاتھ میں اٹھا کر دیکھا تو کیر خر تھا۔ غرض اس بیان سے یہ ہے کہ مال تو کھا گئے دنیا دار۔ اور یہ دور ہی ایسا ہے کہ دوسروں کا حق کھا لیتے ہیں اور اپنے کو مسلمان کہتے ہیں۔ روز محشر پتہ پڑے گا۔



کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی

(۱) حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے علم تو حید اس کے وجود سے جدا ہے اور اس کا وجود علم سے الگ تو حید کیا ہے خدا کا جاننا اور اس کے قدم کو حدوث سے پہچاننا اور تو حید کی غایت تو حید کا انکار ہے۔

(۲) حضرت ابو بکر واسطی کا قول ہے۔ راہ حق میں خلق نہیں اور راہ خلق میں نہیں۔ ایک تو شرع تو حید ہے اور ایک حق تو حید۔ شرع تو حید کا گزر نبوت کے دریا میں ہے اور حق تو حید بحر محیط ہے۔ شرع کی راہ آلات پر ہے یعنی سمع بصر قال شناخت حال اور یہ سب اثبات چاہتے ہیں۔ اور تیرا اثبات شرک کی نسبت رکھتا ہے اور وحدانیت شرک سے منزہ ہے۔ ایمان جو چلتا ہے تو شرک کی بھیڑ بھاڑ میں چلتا ہے اور ایمان بڑی چیز ہے مگر بے شرک کے بنتی نہیں۔ شرع تو حید مانند چراغ ہے اور حق تو حید مثل آفتاب پس جہاں آفتاب چمکا نور چراغ عالم عدم کو کھسکا۔ وہ ایک موجود ہے مگر عدم میں اور نور چراغ کو نور آفتاب پر کچھ حکومت نہیں۔ شرع تو حید نسخ پذیر ہے لیکن حق تو حید نسخ پذیر نہیں زبان نسخ پذیر ہے دل سے منسوخ ہو جاتی ہے اور جب کہ مرد مقام دل میں پہنچتا ہے تو زبان گنگ ہو جاتی ہے اور جان سے دل منسوخ ہو جاتا ہے اور اس وقت جو بولتا ہے مِنْهُ إِلَٰه (اسی کی طرف) ہوتا ہے اور یہ گفتگو عین میں نہیں ہے بلکہ صفت میں ہے صفت بدل جاتی ہے اور عین آب میں کچھ فرق نہیں پڑا۔ کسی کا وجود تو حید کی شناخت کو قبول نہیں کرتا اور کس کی مجال ہے کہ صحرائے وجود میں قدم رکھے چنانچہ بزرگوں نے کہا اَثْبَاتُ التَّوْحِيدِ فِسَادٌ فِي التَّوْحِيدِ یعنی تو حید کا ثابت کرنا۔ تو حید میں خرابی ہے جو شخص اپنے ہوتے اس کی ہستی کا خطبہ پڑھتا ہے وہ اپنے شرک پر گواہی دیتا ہے اور جو شخص اس کے ہوتے اپنی ہستی کا خطبہ پڑھتا ہے وہ اپنے کفر پر مہر کرتا ہے اور جو اس کی ہستی کے سامنے اپنی ہستی دیکھتا ہے کافر ہے۔ اور جو اس کے

ہوتے اپنی ہستی ڈھونڈتا ہے اسے پہچان نہیں جس نے آپ کو دیکھا اس کو نہیں دیکھا اور جس نے اس کو دیکھا اپنے آپ کو نہ دیکھا اور اپنی یاد نہ رہی۔ عبارت شش ود۔ اور دانست محرم راہ تو حید نہیں خیال اور وہم اور گمان گرد حدوث میں آئے ہوئے ہیں اور تو حید اپنے عالم قدس میں کشف و شنید سے پاک ہے عبارت و اشارات و دید و صورت و خیال و حسن و حیات یہ سب لوٹ بشریت رکھتے ہیں۔ اور شناخت تو حید لوٹ بشریت سے پاک ہے۔ اسرار مشائخ روضہ تو حید ہیں نہ عین تو حید۔ یہ خلقت قدرت میں نمودار ہے اور تو حید میں ملیا میٹ۔ اپنا انکار بھی ناممکن کیوں کہ قدرت کا انکار ہے اور اپنے تئیں ثابت نہیں کر سکتے کہ اس میں تو حید کا بگاڑ ہے۔ نہ صورت ہے اور وحدانیت مثالی ہے۔ راہ حق میں نیست ہو جانا بہتر ہے بہ نسبت اس کے تجرید اور تو حید پر نظر ہو اور وہاں منزل ہو یا وقوف ہو یا اس کو اپنا مشرب بنالے۔ حضرت ابو بکر شبلی نے سوال اصحاب کے جواب میں فرمایا جو کوئی عبارت میں تو حید کی خبر دے۔ وہ ملحد ہے اور جو کوئی اس کی طرف اشارہ کرے وہ مشنوی۔ (۱) (جو دو خدا مانتا ہو ۱۲)۔ ہے اور جو ایما کرے وہ بت پرست اور جو اس کی بات چیت کرے وہ غافل اور جو اس سے چپ رہے وہ جاہل اور جس کو گمان ہو کہ وہ اس تک پہنچا اور کچھ حاصل ہوا وہ بے حاصل ہے اور جو نزدیکی کی طرف اشارہ کرتا ہے وہ دور ہوتا ہے اور جو آپ سے پاتا ہے وہ گم گشتہ ہے اور جو کچھ وہم سے ٹٹولتے یا عقل سے تولتے ہو وہ سب گھڑت ہے جیسے تم خود ہو تو حید موحد کے لئے جمال احدیت کا حجاب ہے تو حید اس لئے ٹھیک نہیں ہوتی کہ تم اس کو آپ سے طلب کرتے ہو حضرت محی الدین ابن عربی نے لکھا ہے کہ اگر تو بالتزویہ کہتا ہے تو قید لگاتا ہے جو بد التشبیہ کہتا ہے تو محدود کرتا ہے ہاں دونوں میں کہتا ہے تو یہ پکی بات ہے۔ جو دو کہتا ہے وہ مشرک ہے اور جو فرد کہتا ہے وہ موحد۔ پس تشبیہ سے بچ اگر تو دوسرا بھی مانتا ہے اور تزویہ سے بچ اگر الگ جانتا ہے پس تو وہ نہیں ہے تو عین وہی ہے اور تو اس کو عین امور ہیں مشروح و مقید دیکھتا ہے۔ بعض نے فرمایا ہے کہ تو حید کے واسطے زبان نہیں کیوں کہ کوئی مخاطب نہیں۔

(۲) جس نے اسی کے ذریعہ سے تو حید کی تو اس نے تو حید نہیں کی اور جس نے

اپنے ذریعے سے کی تو اپنے نفس کی توحید کی۔ (۳) توحید میں ہوں اور متکلم حق (۴) توحید یہ ہے کہ تو اس میں غائب ہو جائے وہ تجھ میں (۵) توحید کیا ہے احکام کا ثابت کرنا اور ذات سے معافی کا نفی کرنا۔ (۶) توحید حیرت ہے (۷) توحید عین ہے نہ کہ علم جس نے اسے دیکھا تو حید کو پہچانا اور جس نے اس کا جانا اسے توحید نہیں (۸) توحید کو کوئی نہیں پہچانتا مگر جو واحد ہو (۹) توحید کیا ہے توحید کا بھول جانا جلال واحد کے مشاہدہ میں۔ یہاں تک کہ تیرا قیام واحد کے ساتھ ہو نہ توحید کے ساتھ (۱۰) توحید کیا ہے توحید کو چھوڑ دینا توحید ہی میں۔ (۱۱) توحید کیا ہے نسبتوں کو دور کر دینا۔



چھری ماری لیکن زندہ رہے

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں لکھا ہے کہ ایک جاوت میں سُبْحَانِي مَا اَعْظَمُ شَانِي کہا مریدوں نے عرض کیا کہ حضرت آپ کی زبان سے یہ کلمہ نکلا فرمایا کہ اگر اب کے بار ایسا سنو تو بے تامل چھری مارنا اگلے دن پھر وہی کیفیت ہوئی مریدوں نے چھریاں ماریں مگر ان پر کچھ اثر نہ ہوا۔ اصحاب نے یہ واقعہ بیان کیا فرمایا کہ بایزید یہ ہے جسے تم دیکھتے ہو وہ بایزید نہ تھا اور فرمایا کہ میں چالیس سال دل کی تاک جھانک میں رہا۔ آخر یہ دیکھا کہ بندگی اور خداوندی دونوں حق کی طرف سے ہیں۔

حضرت ابوالقاسم جنید بغدادی نے فرمایا ہے لَيْسَ فِي حَبِيَّتِي اِلَّا اللّٰهُ ۝ نہیں میری حب لیکن خدایہ بھی ان کا قول ہے۔ الْفَقِيرُ لَا يَحْتَاجُ اِلَى نَفْسِهِ وَلَا اِلَى رَيْبِهِ فقیر وہ ہے کہ نہ اپنے نفس کا محتاج ہو نہ رب کا یعنی دوئی موجود کا وہم مرتفع ہو جائے۔ حضرت ابوبکر واسطی کا قول ہے میں اس خدا سے بیزار ہوں جو میری طاعت کے سبب مجھ سے خوش ہو اور میرے گناہ کے باعث مجھ سے ناراض بھلا وہ خدا کا ہے کوہوا جو ایسا میرے بس میں ہو کہ اس کو جیسا چاہوں بنا لوں۔ حضرت ثعلبی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک روز برسر منبر

اسرار توحید بیان کرنے شروع کئے۔ حضرت جنید نے عتاب فرمایا اس وقت آپ نے جواب دیا اَنَا اَقُولُ وَ اَنَا اَسْمَعُ وَ هَلْ فِي الدَّارَيْنِ غَيْرِي میں کہتا ہوں اور میں ہی سنتا ہوں بھلا میرے سوا دونوں جہان میں ہے کون۔ جب آپ کا وقت آخر قریب آیا تو لوگ جمع ہوئے اور بولے کہ حضرت لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھو۔ آپ نے فرمایا کہ جب غیر ہی نہیں تو نفی کس کی کروں لوگوں نے کہا کہ خیر کلمہ پڑھنا تو ضروری بات ہے جواب دیا کہ سلطان محبت کرتا ہے یہاں رشوت قبول نہیں ہوتی آخر ایک شخص نے باواز بلند شہادت تلقین کی فرمایا کہ واہ مردہ زندہ کو تلقین کرنے آیا ہے۔ بعض اولیاء نے فرمایا لَا يَذْكُرُ اللّٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَا يُرَى اللّٰهَ اِلَّا اللّٰهُ یعنی خدا کو خدا ہی یاد کرتا ہے اور خدا کو خدا ہی دیکھتا ہے۔ حضرت حسین ابن منصور حلاج کا قول مشہور ہے اَنَا الْحَقُّ كَفَرْتُ بِدِينِ اللّٰهِ وَالْكَفْرُ وَاجِبٌ لِّدَيِّ وَعِنْدَ الْمُسْلِمِينَ قَبِيحٌ میں حق ہوں میں نے دین خدا سے کفر کیا یہ کفر میرے نزدیک تو واجب ہے اور مسلمانوں کے نزدیک برا۔



جنت۔ دوزخ۔ آدم نہ ابلیس

جملہ علماء حکماء پنڈت گیانی فرماتے ہیں کہ پہلے کچھ نہ تھا فقط ایک الکھ تھا یعنی ذات لا تعین بے نام و بے نشان تعینات حس سے منزہ و مبرا اسی ذات سے یہ تمام اجسام ارضی و اجرام فلکی یعنی برجائت دہرن گربھ اور ارواح و نفوس قرآن و انجیل و بید و شاستر پیرو مرشد شاہ و گدا۔ امیر و فقیر وغیرہ ظہور میں آتے اور جب کہ یہ سب موجودات اور کل کائنات فنا ہو جائے گی۔ تو بھی وہ ذات جیسی تھی ویسی ہی قائم و برقرار رہے گی۔ تو اب تم غور کرو اور از روئے انصاف بتاؤ کہ یہ جو کچھ آیا تو کہاں سے آیا اور گیا تو کہاں کو گیا نہ کہیں سے آیا نہ کہیں گیا نہ وجود غیر پہلے تھا نہ اب ہے نہ آئندہ ہوگا۔

نہ تھا کچھ تو خدا تھا کچھ نہ ہوتا تو خدا ہوتا

ڈبویا مجھ کو ہونے نے نہ ہوتا میں تو کیا ہوتا

لیکن باعتبار سنکپ روپ ہے اور باعتبار نرسنکپ روپ اور بصورت جسم فانی ہے اور بیت روح باقی۔ نہ مرے نہ زندہ ہو جب تک یعنی ذات خدا ہے اور جب جسم فنا ہوا تو علم و جہل تعلقات محسوسات بھی سب جاتے رہے اور الفاظ جسم و جہاں وغیرہ اور اضافات و اعتبارات مرتفع ہو گئے تو باقی وہی ایک ذات ہے جو پہلے تھی اور وہ ذات متحرک ہے کہ ہر منزل و مقام میں پہنچی ہے نہیں وہ بے حرکت ہے نہ کہیں سے آئی نہ جدا ہوئی اور صاحب مکان ہے کیوں ہر مکان میں موجود ہے۔ اور لامکان ہے کیوں کہ کسی مکان میں اس کی گنجائش نہیں وہ بڑا گیانی یعنی صاحب علم ہے کہ ہر شے کی جزو و کل سے واقف ہے مگر کچھ علم نہیں رکھتا کیوں کہ وہ عین علم ہے سوائے اس کے کچھ نہیں پس یہ جو نام و نشاں جہاں میں ہیں یعنی خدا رسول اولیاء فرشتے جن و اناسن بھوت چڑیل شیطان ایشراوتار رشی منی ملیکش سرک نرک بہشت دوزخ یہ سب حضرت انسان کا وہم و خیال اور عقل جزوی کی گھڑت ہے۔

مالا لکڑٹھا کر پتھر تیرتھ ہیں سب پانی

راما کر شبا مر گئے دیکھے چاروں وید کہانی

نہ کوئی ساجد نہ سجد نہ عابد نہ معبود آدم نہ ابلیس صرف ایک ذات قدیم صفات رنگا رنگ میں جلوہ گر ہے نہ اس کی اتبدانہ انتہانہ اس کو کسی نے دیکھا نہ سمجھا نہ فہم و قیاس میں آئے نہ وہم و گمان میں سمائے جیسا تھا ویسا ہی ہے اور جیسا ہے ویسا ہی رہے گا نہ گھٹے نہ بڑھے نہ اترے نہ چڑھے لَمْ یَزَلْ وَ لَا یَزَالُ واحد بے مثال یگانہ و یکتا وہ ایک ہے لیکن ایک بھی نہیں کیوں کہ اس کو موجودات سے اور موجودات کو اس سے پرتھک سمجھنا محض اودیا اور نادانی ہے کون طالب کسی کا طالب اور کیا مطلوب دنیا میں طرح طرح کا رو بار اور رنگارنگ اشتغال مروج ہیں ایسی ہی خدا جوئی اور خدا شناسی بھی ایک دہندا ہے جس کا سر ہے نہ پاؤں ہے

نام عنقا فاش و ذاتش ناپدید!

وہ ذات پاک کہ اروپ و امر پتھوں و بے نمون ہے اس کا حصول و وصول خیال

محال ہے ع

غایت وہم ست اثبات خدا

عقنا شکار کس نشود دام باز چین . کیں جا ہمیشہ باد بدست ست دام را
لیکن انسان جس صنعت جس ہنر جس فن جس کرتب کا ابھیاس کرتا ہے اس میں
کچھ نہ کچھ مشق و مہارت حاصل کر لیتا ہے اور ہزار ہائی باتیں ایجاد کر کے عقل کو حیرت میں
ڈالتا ہے ایسے ہی جو لوگ طاعت و عبادت تپسیاتیا ت محنت و مجاہدہ کرتے ہیں۔ آخر کار اس کا
ثمرہ اور پھل پاتے ہیں گونا گون اوصاف و کمال ان کی ذات میں پیدا ہو جاتے ہیں اور یہ
اپنی ہی قوتوں کا کھیل ہے کیوں کہ انسان ایک جوہر لطیف ہے جو چاہتا ہے بنا لیتا ہے مثلاً
کوئی سنیا سی اپنے انش کر ن گیان اندری اور کرم اندری کو بموجب بیدانت شاستر کے کرم
کانڈ میں تیاگی ہو کر کشٹ کرے اور بالفرض وہ صاحب کشف و کرامات بھی ہو جاوے تو
ذات نرا کار میں کیا نفع و نقصان کرے اور سود و زیاں ہووے گا۔ اور پہلے کیا نہ تھا اور اب اس
کو کیا مل گیا جیسا تھا ویسا ہی رہا جو ذات اس میں ہے وہ سب میں یکساں بلا فرق و امتیاز
موجود ہے البتہ ایک کرتب اس نے سیکھ لیا اور جو ریاضت و عبادت کی تھی اس کا پھل پایا پہلے
کھلی آنکھ سے دیکھا تھا اب آنکھیں بند کر کے دیکھ سکتا ہے اور بغیر کانوں کے سن سکتا ہے
جہاں چاہے اڑ کے چلا جائے مرے اور جی اٹھے دریا پر چلے اور قدم تر نہ ہو یہ کرتب ہیں جو
سیکھے اور اس کے سیکھنے کی قابلیت رکھتا ہو ان باتوں میں کمال حاصل کر سکتا ہے چنانچہ حکماء
اشراقین کیسے کیسے کمال رکھتے تھے ہم کو حیرت ہے کہ ان اوصاف کے حصول کو خدا کا حصول
اور ان کرتبوں کے جاننے کا نام خدا شناسی کیوں رکھ لیا۔

ایک کھیل ہے اور رنگ سلیمان میرے نزدیک

ایک بات ہے اعجاز مسیحا میرے آگے

جو پہچانا وہ خدا نہیں اور جو خدا ہے وہ پہچان میں نہیں آ سکتا پھر یہ اوصاف ہوئے
تو کیا اور نہ ہوئے تو کیا جس میں جس کام کی قابلیت رکھی گئی وہ اس کو ایسا ہی کر سکتا ہے جیسا
کہ دوسروں نے کیا۔

فیض روح القدس ارباز مدد فرماید دیگران ہم بکنند انچه مسیحا کرو

وہ سرب یا پک نفی کرنے سے نفی نہیں ہوتا نہ اثبات سے ثابت نہ طاعت سے خوش نہ گناہ سے ناراض نہ شاعلم پہ مہربان نہ غافل سے بیزار نہ عارف سے قریب نہ جاہل سے بعید نہ مومن کا دوست نہ کافر کا دشمن نہ اس کو ہند سے تعلق نہ عرب سے واسطہ نہ ہر دوا سے نقور نہ مکہ سے دور کسی نے اللہ اللہ کہہ کر دل خوش کیا کوئی ادم چپ کر مگن ہوا کسی نے دل میں اس کا دھیان جمایا کسی نے اینٹ پتھر کو سر جھکایا۔ یہ سب اس کے نام اور اسی کے کام ہیں نرگن کھویا سرگن ذات کھویا صفات ہادی کھویا مفضل وہی ایک ذات ہے۔ دوسرا کہاں سے آیا چنانچہ مولانا روم فرماتے ہیں۔

بحر واحدانی لست جفت و زوج میت گوہر د مائش غیر موج نیست
 اے محال و اے محال اشتراک او دور ازاں دریا و موج پاک او
 نیست اندر بحر شرک و بیچ بیچ لیک با احوال چگویم بیچ بیچ
 مگر توحید کے اس اجاڑ سنسان میدان میں پھرنے والا تو لاکھوں میں ایک ہوتا
 ہے اس لئے عوام الناس کی استعداد و لیاقت کے موافق ملت و مذہب شرعی و شاستر سے
 آداب و اخلاق طاعت و عبادت اور بھلے برے کی تمیز قائم ہوئی کوئی قوم ٹھا کر دیوتا دہی
 وغیر کی سورتیں گھڑ کر اور استھان بنا کر ان کی پوجا اور استھاپنا کرتی ہے کوئی قوم ایک خیالی خدا
 اپنے دل میں بنا کر اس کے سامنے ہاتھ باندھ کر رکوع و سجود بجالاتی ہے۔ ان کا جمادی بت
 ان کے سامنے رکھا ہے ان کا خیالی بت ان کے دل میں موجود ہے غرض یہ سب عقل جزوی
 کے پاکھنڈ ہیں۔

رہ عقل جز بیچ مد بیچ نیست بر عارفاں جز خدا بیچ نیست
 جتنے اوتار پیمبر ہادی اور رہنما گزرے اور صاحب ملت و مذہب ہوئے ان کی
 تعلیم ظاہری عام کی عقل و خیال کے موافق تھی اور تعلیم باطنی خاص آدمیوں کے واسطے تھی
 جس کو جیسا پایا ویسا ہی اس کو سمجھایا۔ باششٹ جی نے رام چندر کو اشٹا بکر نے راجہ جنگ کو
 اور راجہ جنگ نے بیدایاس کے پتر سکھ دیو جی کو سری کرش جی نے راجہ ارجن کو رسول عربی
 محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی اور دیگر اصحاب کو خاص تعلیم کی کیوں کہ وہ لوگ

مہارپش تھے جیسے ان کے سمر تھی تھے ویسا علم ان کو دیا گیا عوام اس کے متحمل نہیں ہو سکتے جو
مہارپش گیانی ہو گیا اس کے نزدیک ہر کام ہر فعل عبادت ہے نہ کسی میں بھلائی نہ کسی میں
برائی ع

راز عارف مے بود در ہر شے

اسی واسطے جو کرم دھرم طاعت و عبادت کے قاعدے عوام کے لئے مقرر ہوئے
خواص بھی اس میں شامل ہے اس لئے کہ کسی بات میں ان کا جوح و نقصان نہیں ہے
گیان دھیان سب اٹھ گیو سجا بھی سب سن

اونچ نیچ انتر نہیں نہیں پاپ نہیں پن

نہ ان کو امید ثواب نہ خوف عذاب نہ طمع بہشت نہ ہیبت دوزخ جو ہو رہا ہے
سب درست و بجا ہے نہ اس کی ابتدا نہ انتہا لوگ کہتے ہیں کہ نرا کار برم آتمانے روز ازل میں
نزول کیا جس سے یہ سنسار پر اپت ہوا۔ پہلے علم الہی میں تھا اب ظہور پکڑا ابد میں پھر عروج
کرے گا اس وقت تمام کائنات فنا ہو جاوے گی۔ یہ بات عام کی سمجھ کے موافق کہی گئی ہے
اس پر غور کرو پر م آتما کا نزول کیا اور عروج کیا وہ بے حد و بے نہایت کدھر سے اترے کدھر
چڑھے یہ صرف ایک اعتباری بات ہے بیان کرنے کے لیے در نہ خدا کے لیے اتار چڑھاؤ
ممکن نہیں پھر ایک خدا مانا اور ایک اس کا علم اور علم میں سب سنسار لیکن جب خدا کہا تو اس
میں بھی اس کا علم موجود ہے علم غیر خدا نہیں اور علم میں سب کائنات ہے تو جملہ کائنات غیر علم
نہیں پس خدا اور خدا کا علم اور جو علم کے اندر ہے سب خدا ہے خدا ہے نہ نزول ہے نہ کمال نہ
عروج ہے نہ زوال ہے پھر کائنات نے ظہور کیا تو کہاں کیا آیا علم الہی سے نکال کر باہر
ہو گئے۔ اب بھی تو اسی طرح یہ تمام موجودات و کائنات علم الہی میں موجود و برقرار ہے جیسے
کہ تھے یہ ہی خفا ہے اور یہ ہی ظہور۔ لیکن طرفہ ترا جرایہ ہے کہ خدا کی ذات میں علم اور علم میں
سب کائنات اور انسان کی ذات میں انسان کا علم اور اس علم میں خدا مع اپنے جاہ و حشم کے
موجود وہ اس پر محیط یہ اس پر حاوی وہ اس کے علم میں یہ اس کے علم میں اب کس کو محلط کس کو
خدا کبھی کس کو بندہ اس دھیان گیان میں دوئی سے چھٹکارا نہیں ایک بندہ ایک خدا خدا کے

معنی بندہ اور بندہ کے معنی خدا اس الٹ پھیر کا کیا ٹھکانا۔

جن کو سامر تھ ہے اتنا ہی کافی کہ اگر درخانہ کس ست یک حرف بس ست اور جوا
سمر تھ اور مور کھ ہے اس کے سمنکھ تمام بیدانت شاستر اور علم تصوف طوطا کہانی ہے میرے
کلام کے ارتھونکا اشٹ اتم گیانی پرش سمجھیں گے اور من میں پرسن ہوں گے مور کھا گیانی کیا
جانے نہ مجھ کو اس سے کچھ پراپت نہ دوش پس سب کو نمسکار کرتا ہوں۔ یہ گفتگو ہے شنیا سی
مہا پرش کی اور اسی قسم کا کلام موحدان بے قید اور مجردان آزاد کا ہوتا ہے لیکن جناب قبلہ نے
بارہا ارشاد فرمایا کہ ایسی باتیں طالبوں کے لیے زہر قاتل کا حکم رکھتی ہیں پس جملہ طالبان حق
اور سالکان طریق کو لازم ہے کہ اس قسم کے کلام موحدانہ سے بچیں اور استقلال و استحکام کے
ساتھ قدم ثبات طلب و تلاش میں رکھیں اور حصول مقصود میں سرگرم اور ذوق و شوق الہی میں
شب و روز مشغول و مصروف اور یاد و بود معشوق حقیقی میں مست و مستغرق رہیں اس موقع پر
شنیا س متا کی باتیں متے نمونہ از خروارے لکھی گئی ہیں یہ کلام شمشیر بے نیام ہے اور زہر ہلا
ہل کا جام سن سنا کر اکثر گمراہ اور ملحد و بے باک ہو جاتے ہیں۔ نَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُودِ
اَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا راہ راست اور صراط مستقیم صرف وہی ہے جو کلام الہی اور
حدیث نبوی سے ثابت ہے پس ہر کلام کو معیار کتاب و سنت پر جانچ لینا چاہیے اور وہی کہنا
اور یقین کرنا چاہیے جو بزرگان دین نے کہا ہے تا کہ عوام کے دل میں انکار و اصرار پیدا نہ
ہو چنانچہ حضرت مولانا روم دفتر ۱ (۱) (کتاب کا نام) ششم میں فرماتے ہیں۔

چوں کہ جفت احوال ہم اے مشن لازم آمد مشرکانہ دم زون
آن کیے زانسوے وصف ست و خیال جز دوی ناید بمیدان مقال
یا چو احوال این دوی رانوش کن یادہاں برو زولب خاموش کن
یا بہ نوبت گہہ سکوت و گہہ کلام احوالہ نہ طبل میزان و السلام
یہ پنڈت کون ہے اور وید کیا ہے یہ و مولانا کے اندر بھید کیا ہے
نہ پنڈت ہے نہ مولانا ہے کوئی نہ اپنا نہ بیگانہ ہے کوئی
یہ سب ہیں نام بے نام و نشان کے کہاں کے مولوی پنڈت کہاں کے

قطب۔ قطب مدار۔ قلندر۔ غوث ابدال نہ

ہوتے تو تمام عالم نہ ہوتا

ایک روز ارشاد ہوا کہ اولیاء اللہ کی بہت سی قسمیں ہیں اگرچہ ٹھیک ٹھیک سوائے ذات پاک کے کوئی بھی نہیں جانتا لیکن مشہور یہ ہیں۔ قطب ارشاد۔ قطب مدار۔ قلندر خضر وقت غوث۔ ابدال۔ اوتار۔ صوفی ابو الوقت صوفی ابن الوقت۔ قطب لغت میں چگی کی کیلی کو کہتے ہیں۔ جس پر تمام چگی کا مدار ہے ایسے ہی اگر قطب دنیا میں نہ ہوں تو انتظام عالم تباہ و خراب ہو جاوے اور ارشاد کے معنی رہنمائی پس قطب ارشاد سے خلق اللہ کو ہر طرح کا نفع ظاہر اور باطن کا بے حسان پہنچتا ہے قطب مدار وہ ہے کہ اپنی جگہ سے نہ ہلے اور بذات خود کامل و اکمل ہو مدار کے معنی ہیں جائے گردش یعنی ساری مخلوقات اس کی گردیدہ ہو اور اپنے کاموں میں اس سے مدد چاہے اور اسی کو قطب الاقطاب بھی کہتے ہیں اور اس کے بدن میں کسی جگہ ناسور سائل بھی ہوتا ہے قلندر وہ ہے کہ تجرید و تفرید میں یکتا اور بے پروا ہو اور تمام عالم کا حال اس پر آئینہ ہو اور جو وصف اس کے عارفوں میں ہونا چاہیے اس میں بے مثل اور شرط یہ ہے کہ مجذوب بھی ہو اور سائلک بھی جیسے حضرت شیخ شرف الدین بوعلی قلندر تھے یا اس زمانہ میں حضرت جنگجو شاہ گذرے ہیں۔ خضر وقت وہ ہے کہ مثل حضرت خضر علیہ السلام کے اس پر علم الدینی منکشف ہو اور اسرار سے واقف ہو اور ایک نظر جس پر ڈالے اس کو کامل کر دے مگر ایسا شخص کسی خوش نصیب ہی کو ملتا ہے اور غوث فریادرس کو کہتے ہیں یعنی جو بندگان خدا کے معاملات میں ظاہر اور باطناً عدل و انصاف فرماتے ہیں ان کی شناخت مشہور ہے کہ جب چاہیں اپنے اعضاء جدا کر لیتے ہیں ابدال اگر یہ گروہ نہ ہو تو تمام عالم مسخ ہو جائے اور یہ سترتن ہوتے ہیں چالیس ۴۰ تو ملک شام میں اور تیس ۳۰ تمام ممالک میں متفرق رہتے ہیں مگر ان سے کچھ کام نہیں نکلتا نہ کچھ فائدہ حاصل ہاں وہ بھی اپنی خدمت پر مامور رہتے ہیں

اور ابدال اس لیے کہلاتے ہیں کہ اگر کوئی ان میں کم ہوتا ہے تو اوتاد میں سے بدل ان کا مقرر ہوتا ہے اوتاد جمع ہے وتد کی اور وتد کے معنی ہیں میخ یہ لوگ مثل میخ آہن اپنے اپنے مقام پر جمے رہتے ہیں اگر چہ ظاہر و باطن کا فائدہ ان سے محسوس نہیں ہوتا مگر ان کی برکات تمام عالم میں محیط و منتشر رہتی ہیں۔ صوفی ابو الوقت وہ ہے کہ وقت پر قادر ہو یعنی حالت اس کے اختیار میں ہو جب چاہے طاری کر لے جب چاہے دور کر دے اور ہوش میں آ جائے یہ صوفی ابن الوقت سے بدرجہا اعلیٰ ہوتا ہے مگر ایسے لوگ اس زمانہ میں نہیں ہیں البتہ اگلے زمانہ کے قدمائے حضرت بایزید بسطامی ان مراتب پر پہنچے ہیں اب ایسے لوگ نظر نہیں آتے اور اگر ہوں گے تو خال خال ہوں گے اس زمانہ کے صوفی اکثر ابن الوقت ہوتے ہیں صوفی ابن الوقت وہ ہے کہ ظاہر و باطن کی صفائی رکھتا ہو اور وقت کا پابند ہو یعنی جب کوئی حال باری تعالیٰ کی طرف سے اس پر وارد ہو تو مدہوش و بے ہوش ہو جاوے جیسے کسی کو بخاریا لرزہ چڑھتا اور وہ بے اختیار ہو کر اس کو دور نہیں کر سکتا۔

اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ (کیا میں تمہارا خدا نہیں ہوں)

ایک روز ارشاد ہوا کہ مجاذیب کی دو قسمیں ہیں ایک تو ازلی و وہی۔ دوسرے کسی بے اختیاری مجذوب ازلی وہ ہے کہ روز ازل میں اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ کی عداسن کر اور بلی کہہ کر حضرت رب العزت کے مشاہدہ جمال لایزال سے مست ہو گیا اور تمام شہوات و لذات دنیوی و اخروی کو دل سے دور کر دیا جب عالم ارواح سے عالم اجسام میں آیا تو اسی طور پر بے خبر رہا اور نیز عالم برزخ میں بھی مست الست جاوے گا۔

پندار اینکہ مہرت از دل عاشق رود ہرگز

چو میر و جتلا میرد چو خیز و جتلا خیزد

مگر یہ مجذوب مقامات مشہورہ سے بے خبر اور سیر و سلوک سے ناواقف ہوتا ہے ہاں جس قدر روز ازل سے اس کو معلوم ہو گیا اسی منزل پر مستقل رہتا ہے اور اکثر مجذوبوں کو مکاشفہ کوئی ہوتا ہے نہ مکاشفہ ذاتی۔ بے اختیاری مجذوب وہ ہے کہ عالم اجسام کے اندر بالکل ہوشیار آیا اور مدت تک سمجھ بوجھ میں رہا لیکن اتفاقاً کسی کامل کامرید ہو اور مرشد نے

اپنے خاندان کے موافق اس کو تعلیم و تلقین فرمائی جب نوبت سلطان الذکر تک پہنچی اور ہر جانب سے غلبہ انوار ہوا تو بے اختیار ہو کر ہوش و خرد کے جامہ سے باہر نکل گیا اگر سلطان الذکر کا متحمل ہو جاتا تو سالکوں میں سے ہوتا یا اس طرح پر کہ کسی مست و مجذوب کی نگاہ دفعۃً پڑ گئی اور بے قرار ہو کر مست و مدہوش ہو گیا۔ پس اگر اس کا حوصلہ بلند اور توفیق الہی رفیق حال ہے تو مکاشفات کی بہار اور مقامات کی سیر دیکھتا ہے اور تمام منازل کو طے کرتا اور کبھی کبھی ہوش میں آ کر ہوشیاری گفتگو کرتا ہے۔ ع

کہ دیوانہ ہے لیکن بات کہتا ہے ٹھکانے کی

اور ایسے مجذوب کو مکاشفہ صفائی از حد ہوتا ہے اور اس کی طبیعت تشبیہ کی طرف راغب رہتی ہے کہ سالک کا مرتبہ مجذوب سے کہیں بڑھ کر ہے۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ حضرت ابوسعید ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ کی ان رباعیات کا ورد واسطے دفع و سواس اور از یاد محبت الہی کے بوقت تہجد موجب منافع کثیر ہے۔



رُبَاعِی

یارگ زگناہ زشت خود منفعلم وز قول بدو فعل بد خود خجلم
فیضے بعدلم ز عالم قدس بریز تا محوشود خیال باطل زدلم

رُبَاعِی

تبیح ملک رَاوصفا رضوان را دوزخ بدر او بہشت مرزیکان را
دنیا جم را و قیصر و خاقان را جانان مارا و جان ماجانان را

رُبَاعِی

اے آنکہ بملک خویش پایندہ تویی از دامن شب صبح نمایندہ تویی
کارمن بیچاری تویی بستہ شدہ بکشائے خدا یا کہ کشایندہ تویی

اک روز ارشاد ہوا کہ خاندان قادر یہ و چشتیہ میں ذکر جہر معمول و مختار ہے۔ کیوں کہ اس میں ترقی ذوق و شوق ہے لیکن اگر نقشبندی یا سہروردی ذکر جہر کریں تو پہلا ذوق و شوق بھی جاتا رہتا ہے بقول شخصے۔

کاہو کے من کچھ بے کاہو کے من کچھ نہ سہائے

آگ پھونک سے بل اٹھی دیا پھونک بجھ جائے

در حق اودح در حق تو ذم در حق او شہد در حق تو سم

ایک روز ارشاد ہوا کہ اس شعر میں ایک شغل بیان کیا ہے۔

مے خورد مصحف بسوز و آتش اندر کعبہ زن ساکن بتخانہ باش و مردم آزاری مکن
مے سے مراد عشق ہے اور مصحف جسم انسان کعبہ دل اور بت خانہ تصور شیخ یا رسول

یا معشوق اور مردم آزاری سے مراد ہے پلک مارنا۔ اسی طرح اس شعر میں ایک شغل ہے۔

چشم بند و گوش بند و لب بہ بند

گر نہ بنی سر حق بر ما بخند

یہی مضمون پیر صاحب نے فرمایا ہے۔

دیکھ لے دیکھ تجھ میں تیرا دہنی دم کو روک دیدار پاوے

دم کو روک ورمول کو بند کر چاند سورج گھیر ایک آوے

نا بھ کے سانس سے متر جپ جپ کرے اور کنول کلی پر بھنور چھاوے

کہیں کبیر گم کی پیڑیاں سن کی سچ کوئی سلٹھ جاوے

ل (۱) (یعنی دیکھ اپنے آپ میں اپنے مالک کو اس ترکیب سے کہ دم اور مقعد کو

بند کرتا کہ سانس ہر دو سو راخ بینی کا برابر چلنے لگے اور نا بھ کنوں سے کھینچ کر من کنول پر ایسی

ضرب لگاؤ جیسے پھول پر بھنورا گوبختا ہے تاکہ ذات الہی کا ظہور ہو یہ راہ سلوک ہے اور توحید

کے میدان میں جانا مردوں کا کام ہے۔)

یہ اشعار پڑھ کر ارشاد فرمایا کہ تم اس شغل کو سمجھے یا نہیں میں نے عرض کیا کہ

حضرت میری سمجھ میں نہیں آیا آپ نے ترکیب مذکورہ کے بموجب مجھ کو اپنے سامنے بٹھایا

اور فرمایا کہ سورج تو ناک کا داہنا نٹھنا ہے اور چاند بایاں اور مول سے مراد مقعد ہے اور یاد رکھو کہ جس طرح گھوڑے کی دونوں باگیں برابر ہوتی ہیں تو سیدھا جاتا ہے اسی طرح جب دونوں نتھنوں سے سانس برابر اور یکساں جاری ہوتا ہے تو دل بھی قائم و ثابت ہو جاتا ہے اور تحرک و سواس و خطرات میں کل الوجود دور ہو جاتا ہے اس کے بعد ترکیب دونوں سروں کی مساوی کرنے کے بتلانے تو فوراً دونوں برابر ہو گئے اور حقیقت میں دل قائم ہو گیا اور ایک عجیب کیفیت طاری ہوئی اور پھر فرمایا کہ اسی بلب میں کمال پسر کبیر کرنے بھی فرمایا ہے۔

آنکھ ناک منہ ڈھانپ کے نام زنجن لے

اندر کے پٹ جد گھلیں جد باہر کے پٹے دے



تین آنکھیں ایک جگہ جمع ہو جاتی ہیں

ایک روز ارشاد ہوا یہ بھی ایک شغل ہے۔

سن مکھ کرد دیدار محل میں پیارا ہے تربیتی کے گھاٹ میں مانجھی دھارا ہے
 تربیتی اس مقام کو کہتے ہیں جہاں تین دریا جمع ہو جائیں اور یہاں مراد ہے دماغ
 سے یعنی جس وقت انسان اس شغل کو کرتا ہے تو مقام دماغ میں جس کا نام ہندی برم منڈ یعنی
 انھی ہے تین آنکھیں یکجا جمع ہو جاتی ہیں دو چشم ظاہر اور ایک چشم دل جس کا نام سویدا ہے
 اس شغل کا نام ترکیبی ہے اور اسی کو نصیر محمود بھی کہتے ہیں ترکیب یہ ہے کہ اول دونوں آنکھوں
 کی نظر سر بینی پر قائم کرے چند روز کے بعد تیلی بطرف دماغ چڑھ جائے گی اور چشم دل بھی
 اسی طرف رجوع کرے گی جب ہر سہ چشم دماغ میں مجتمع ہو جاتے ہیں تو روح کو صعود حاصل
 ہوتا ہے اور اس صعود کا انجام تین حال سے خالی نہیں اگر طالب کم ظرف اور مرشد ناقص ہے
 تو پردہ دماغ پھٹ جائے گا اور روح نکل جائے گی اور اگر طالب خود قوی ہے تو پرہنس یعنی

مجدوب بن جائے گا اور اگر مرشد کامل ہے تو روح اس صعود سے نزول کرے گی اور انوار روحانی سے تمام جسم روشن اور منور ہو جائے گا لیکن غذا اس عمل میں نہایت لطیف ہونی چاہیے جیسے دودھ چاول اور مسکہ گاؤ کا استعمال بھی ضرور ہے ابتدا میں آنکھوں پر بڑا زور پڑتا ہے بتدریج اس کی مشق بڑھایا کرتے ہیں۔

ایک روز جناب و قبلہ کے حضور میں منشی فضل رسول صاحب نے دو سوال پیش کئے جو میر عباس علی صاحب نے بغرض حصول جواب ارسال کئے تھے سوال اول یہ تھا کہ کامل کی کیا شناخت ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اول تو کامل کوئی ہوا ہی نہیں سب مبتدی رہے یہاں تک کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم بھی چنانچہ خود فرمایا ہے وَمَا عَرَفْنَاكَ حَقَّ مَعْرِفَتِكَ پس جب کے پیشوا ایسا ارشاد فرمایا تو اوروں کی کیا حقیقت ہے۔

دفتر تمام گشت و بیاباں رسید عمر ماہچنان در ادل وصف تو ماندہ ایم اور عرف میں جو کامل و مکمل کہا جاتا ہے سو ہندوستان بھر میں ایک ہی دو کامل ہوں گے اور شناخت نسبت کی اہل نسبت کر سکتا ہے۔ رہا عرفان و حق شناسی اس کو کوئی کیا پہچان سکتا ہے اور یہ امر سائل سے پوچھنا چاہیے کہ وہ کس بات کو کمال سمجھتے ہیں تو اس کا حال بیان کیا جاوے دوسرا سوال یہ تھا کہ کامل کی سیر کہاں تک ہے اس کے جواب میں ارشاد ہوا کہ سدرۃ المنتہی تک تو خودی قائم رہتی ہے اس کے بعد حال قابل بیان نہیں۔



خدا بندے میں آ کر خود نہاں ہے

ایک روز ارشاد ہوا کہ لوگوں کے عقائد تین قسم کے ہوتے ہیں ایک فرقہ کہتا ہے کہ جو کچھ ہے خدا ہی کے اختیار سے ہے بندہ کا کچھ اختیار نہیں دوسرا فرقہ کہتا ہے کہ کچھ تو بندہ کا اختیار ہے باقی خدا کا۔ تیسرا گروہ قائل ہے کہ نیکی خدا کی طرف سے ہے اور بدی اپنی

طرف سے۔ اگرچہ یہ بات کہی جاتی ہے مگر اصل میں محض جھوٹ ہے جو کچھ ہے اسی کی طرف سے ہے بھلا شیطان کو کس نے پیدا کیا اور اس کو تعلیم کس نے کی اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو کس نے پیدا کیا اور کس نے تعلیم کی کسی کو شانِ ندلی کی تعلیم دی اور کسی کو شانِ معزئی کی تعلیم فرمائی استاد دونوں کا ایک ہے۔ مصرعہ

بحر وحدانی ست جفت وزوج نیست

ایک روز ارشاد ہوا کہ فقرا کے دو فرقتے ہیں۔

قوے بجد و جہد نہادند وصل دوست قوے دگر حوالہ بتقدیرے کنند
لیکن جد و جہد بھی بدون کشش سرکاری نہیں ہو سکتی کیوں کہ ہر امر تقدیر الہی سے وابستہ لَا تَتَّحَرَّكَ ذَرَّةً إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ ط اور اگر انسان غور کرے تو سب کچھ اپنے آپ میں موجود ہے۔

پاس کہوں تو پاس ہے اور دور کہوں تو دور

جاناں جان جہان میں سب میں ہے بھر پور

خدا بندہ میں آ کر یوں نہاں ہے

کہ جون بوگل کی گل کے درمیان ہے

اس میں مجھ میں ربط ہے اسے ذوق مثل بود گل

وہ رہا آغوش میں لیکن گریزاں ہی رہا

بعض توحید و جودی کے قائل ہیں بعض شہودی کے بعض اتحادی ہیں بعض حلول

کوئی عینی ہے کوئی ظلی کوئی اوست کا قائل ہے کوئی از دوست کا کوئی ممہ اوست کا چنانچہ شیخ

عطار فرماتے ہیں۔

اوچو خورشید است ماچوں سایہ ایم ہچو نور و سایہ ہمسایہ ایم

لیکن بہتر یہ ہے کہ جو کچھ عبادت و طاعت زہد و ریاضت انسان کرتا ہے اسی میں

لگا رہے اہل شریعت کو ورع و تقویٰ اور صوم و صلوٰۃ اور اہل طریقت کو اپنے ذکر و فکر میں

مشغول رہنا چاہیے کیوں کہ راز بطون نہ کسی پر ختم ہوا اور نہ ہو حدیث از مطرب دے گوئی و

راز دہر کمتر جو کہ کسی نکشود و نکشاید حکمت اس معمارا۔

نہیست کس را از حقیقت آگہی جملہ میرند بادست تہی
 ایک روز ارشاد ہوا کہ (الطُّرُقُ إِلَى اللَّهِ بِعَدِّ أَنْفَاسِ الْخَلَائِقِ) کے کیا معنی
 ہیں۔ میں نے عرض کی کہ حضور ہی بیان فرمادیں فرمایا کہ نہیں تم بیان کرو تا کہ تمہارے ذہن
 کی رسائی معلوم ہو۔ اس وقت کترین نے عرض کیا کہ میرے قیاس میں تو یہ معنی آتے ہیں
 کہ ہر ایک کے لیے ایک کام مقرر ہے اور وہی کام اس کے واسطے طریق موصل الی المطلب
 ہے۔

ہر کے راہر کار سے ساختند میل آن اندر دلش اندر اختند
 یعنی جس کام میں مشغول ہے وہی کام کرتے کرتے فنا ہو گیا جہان سے آیا تھا
 وہیں جا پہنچا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُونَ ۔

حباب وار زبہر نظارہ آمدہ ایم کہ سر زینم تماشا باکنیم و بازرویم
 اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ۝
 یعنی نہیں پیدا کیا میں نے جن اور انس کو مگر واسطے عبادت کے۔ پس کون ہے جو خلاف مرضی
 خدا کر سکے یعنی خانے تو واسطے عبادت کے پیدا کیا اور وہ برخلاف کرے کہ نقش نقاش سے
 خلاف نہیں کر سکتا اس سے صاف ظاہر ہے کہ جو شخص جس کام میں ہے اس کے واسطے وہی
 عبادت ہے ۔

از نم کہ بر سر نوشی ز پیش بنہ کم کردم اے بندہ پرور نہ پیش

رباعی

گرد عملند خلق و گرمز ولند چون درنگری جملہ بحق مشغولند
 در مذہب تست بہ گزینی کردن انجام منم جملہ جہان مقبولند
 کما قال اللہ تعالیٰ وَمَا مِنْ دَابَّةٍ إِلَّا هُوَ آخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا ۝ إِنَّ رَبِّي عَلَى
 صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۝ یعنی کوئی جن بندہ نہیں ہے مگر اس کی چوٹی خدا کے ہاتھ میں ہے
 بدرستی کہ میرا پروردگار راہ مستقیم پر ہے یعنی جس کے ہاتھ میں سب کی چوٹی ہے وہ راہ راست

پر ہے تو ظاہر ہے کہ سب راہ راست پر اور سب کا منتہی حق ہے وَإِنَّا إِلَىٰ رَبِّكَ الْمُنْتَهَىٰ۔
 چون از و بود ابتدائے ہمہ ہم بدو باشند انتہائے ہمہ
 چون ہمہ راہ اوست از چپ و راست تو بہر ز رہ کہ میروی اور است
 کس کشاند میکشد کا نا الیہ راجعون چون روی جائے دگر فکر غلط باشد جنوں
 آپ نے فرمایا کہ تم خوب سمجھتے یہی معنی ہیں۔

ہر چند اس کی سمت سواراہ ہی نہیں تسپر بھی حیف بیاں کوئی آگاہ ہی نہیں
 کہتے ہو یوں کہ ہے وہی ہادی وہی مفضل تو راہ پر ہیں سب کوئی گمراہ ہی نہیں
 حضرت جنید سے کسی نے پوچھا کہ مَا مَرَادَ الْحَقِّ بِالْخَلْقِ یعنی اللہ کی مراد
 خلقت کے پیدا کرنے میں کیا ہے۔ تو حضرت نے فرمایا کہ مَا عَلَيْهِمْ جَرَّتْ یعنی یہ مراد
 حق ہے جو خلق پر گذر رہا ہے۔

مومن و ترسا جہود و گیر و مخ جملہ رارو سوائے آن سلطان الخ
 مومن و ترسا جہود و نیک و بد جملہ گان راہست روسوائے احد
 صورت از بیصورتی آمد برون باز شد انا الیہ راجعون
 ایک روز ارشاد ہوا کہ ایک طالب خدا تھا۔ جہاں کسی فقیر کو سنتا اس کی خدمت
 میں حاضر ہوتا اسی وتیرہ پر بزرگان دین کی خدمت میں پھرتے پھرتے ایک مدت گذر گئی
 لیکن حول مقصود کے آثار کچھ نظر نہ آئے ناچار سب سے امید منقطع کی اور جنگل میں ایک
 درخت کے تلے اس نیت سے جا بیٹھا کہ بس اب خدا کو خدا سے طلب کریں گے۔

سر مداگرش و فاست خود مے آید در آمدش رواست خود مے آید
 بیہودہ چرا در پے او مے گردی نبشین اگر او خداست خود مے آید
 مالا جیون نہ کر جیون اور مکھ سے کہوں نہ ارم مورا رام مہ کو جے تو میں پاؤں بسرام
 مراقب ہو کر بیٹھ گیا۔ وہ زمانہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا تھا حضرت کے
 پاس ایک گھوڑی تھی آیا کہ اس کو پانی پلانا چاہیے اس لیے سوار ہو کر دریائے دجلہ کی طرف
 چلے لیکن گھوڑی نے جنگل کی راہ لی ہر چند روکانہ کی گمان کیا کہ کچھ سزا الہی ہے اس کو مطلق

العنان کر دیا چلتے چلتے پہر بھر کے بعد اس درخت کے پاس پہنچے جہاں وہ طالب دل سوختہ بیٹھا تھا اس وقت حضرت کو دریافت ہوا کہ اسی طالب کی کشش تھی ایک نگاہ میں مقصد اس کا پورا کیا۔

سالہا بردند مردان انتظار تاکے رابا رشد از صد ہزار
پھر حضرت جنید نے اس طالب سے ارشاد کیا کہ تم جانتے ہو میں کون ہوں اس
نے جواب دیا آپ میرے پیر و مرشد اور رہنما ہیں حضرت نے فرمایا اگر تم کو اس راہ میں پھر
کبھی قبض واقع ہو اور حیرانی پیش آوے تو بغداد میں میرے پاس چلے آنا اس نے جواب
دیا کہ حضرت اب میں آپ کے پاس آیا ہوں یا آپ میرے پاس میں تو ایسے کا دروازہ پکڑ
کے بیٹھا ہوں کہ اگر اس قسم کا معاملہ پھر پیش آیا تو کسی اور کی گردن پکڑ کے بھیج دے گا۔ مجھ کو
کسی کی پروا نہیں آپ نے فرمایا کہ شاباش اس راہ میں طالب کو ایسا ہی چاہیے، کیا درگیر محکم
گیر۔

ہم مٹ گئے تو صورت ہستی نظر پڑی ویران جب آپ ہو گئے بستی نظر پڑی
دیکھا تو خاکسار ہی عالی مقام ہیں جوں جوں بلند ہم ہوئے پستی نظر پڑی
حضرت جنید حقیقت میں بڑے فیاض تھے اور آپ سے بہت کچھ فیض ہوا ہے
چنانچہ نقل ہے کہ ایک روز مسجد میں تھے ایک شخص آیا اور کہا کہ حضرت آپ کا وعظ شہر ہی میں
کام کرتا ہے یا جنگل میں بھی کچھ تاثیر بخشتا ہے آپ نے حال پوچھا۔ اس نے عرض کیا کہ
چند اشخاص فلاں مقام پر جنگل کے اندر راگ رنگ میں مصروف اور در شراب سے سرمست
ہیں آپ اسی دم تنہا کھڑے ہو گئے اور منہ لپیٹ کر جنگل کی راہ لی جب قریب پہنچے تو وہ لوگ
بھاگنے لگے فرمایا کہ بھاگو مت میں بھی تمہارا ہم مشرب ہوں اور اسی واسطے آیا ہوں وہ لوگ
جمع ہو کر بیٹھ گئے آپ نے فرمایا کہ یارو ہمارے واسطے بھی لاؤ شہر میں تو پی نہیں سکتے آج
حال سن کر پوشیدہ طور پر یہاں آئے ہیں کہ یاران ہم مشرب میں چل کر پیئیں گے ان
لوگوں نے کہا کہ حضرت ہم کو یہ معلوم ہوتا تو ہمیشہ آپ کو پلایا کرتے افسوس ہے کہ اس وقت
کچھ بھی شراب باقی نہیں ہے فرمائیے تو شہر سے منگائی جاوے۔ حضرت نے فرمایا تم کو کوئی

ایسی بات نہیں آتی کہ شراب خود بخود آ جایا کرے وہ بولے کہ صاحب یہ کمال تو ہم میں نہیں ہے فرمایا کہ آؤ میں تم کو ایک ایسی بات سکھلا دوں کہ شراب خود آ جائے پھر شراب کا مزہ دیکھو وہ سب مشتاق ہوئے کہ یہ کمال تو ضرور بتلا دیجئے کہا کہ اچھا اول نہاؤ پھر کپڑے بدل کر میرے پاس آؤ سب نے غسل کیا کپڑے دھوئے اور پاک و صاف ہو کر آ موجود ہوتے تب فرمایا کہ سب دو دو رکعت نماز پڑھو جب وہ نماز میں مشغول ہوئے تو آپ نے دعا مانگی کہ بارے خدایا میرا تو اتنا ہی اختیار تھا کہ آپ کی حضور میں ان کو کھڑا کر دیا اب تم کو اختیار ہے۔ **يُضِلُّ مَنْ يَشَاءُ وَيَهْدِي مَنْ يَشَاءُ** ۝ ہمت مرداں مدد خدا حضرت کی دعا منظور ہوئی اور وہ سب کامل ہو گئے۔

فضل ساعت کار صد سالہ کند نار ابراہیم رالالہ کند
ذره شایہ عنایت بہتر ست از ہزار ان کوشش طاعت پرست
کہتے ہیں کہ حضرت جنید کے ۱۹ خلیفہ ہوئے ہیں کہ ہر ایک ان میں سے بہتر و برتر
تھا اور سوائے ان کے اور بہت لوگوں کو حضرت سے فیض پہنچا ہے۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ ایک بار مع اپنے رفقاء کے جہاد میں گئے۔ جب جنگ شروع ہوئی تو آپ نے دیکھا کہ گیارہ مہانہ لیے ہوئے فرشتہ کھڑے ہیں اور حوریں ان کے گرد ہیں خیال آیا کہ ہم گیارہ شہید ہوں گے چنانچہ ایک رفیق شہید ہوا تو ایک محافظہ غائب ہو گیا پھر تو یقین ہوا کہ بالضرور ہمارے واسطے بھی شہادت ہے غرضیکہ اسی طرح دس یا تو شہید ہو گئے اب حضرت جنید کی باری آئی ایک یہودی آ کر مقابل ہوا اور ان کو پہچان کر بولا کہ حضرت آپ کہاں طالب خدا کو لڑائی جھگڑے سے کیا سروکار فرمایا۔ کہ میاں تم دیکھتے نہیں کہ ایک محافظہ لیے ہوئے فرشتے موجود ہیں دس محافظہ تو میرے رفیقوں کو لے کر غائب ہو گئے یہ ایک میرے واسطے باقی ہے اس نے کہا کہ اگر یہ بات ہے تو مجھے بھی ایمان تلقین کرو وہ مسلمان ہو کر اسی دم کفار سے لڑا اور شہید ہو کر اس بقیہ محافظہ میں روانہ بہشت ہوا حضرت کو الہام ہوا کہ جاؤ تم اپنا وہی کھریا جالی سنبھالو نا چاروا پس تشریف لائے اور پانی تسبیح پھرانے لگے۔

لومڑی کا مکان موسیٰؑ کو خیال

ایک روز ارشاد ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بڑے ترک و تجرید کی حالت میں رہے ہیں تمام عمر کہیں گھر نہیں بنایا ہمیشہ قلندر وار پھرتے رہے نقل ہے کہ ایک روز آپ کہیں تشریف لے جاتے اثنائے راہ میں بارش ہونے لگی ناچار ایک درخت کی آڑ میں کھڑے ہو گئے اتنے میں دیکھتے کیا ہیں کہ ایک لومڑی دوڑ کر اپنے بھٹے میں گھس گئی آپ کو خیال آیا کہ سبحان اللہ جانوروں کے لیے تو ٹھکانا اور میں خانہ بدوش خیال کے آتے ہی ایک مکان جواہر نگار نمودار ہوا۔ اور ندا آئی کہ اے دوست اگر مکان درکار ہو تو یہ موجود ہے ہمارے پاس کسی شے کی کمی نہیں لیکن تمہارے واسطے یہ رتبہ قلندری اس مکان سے اعلیٰ ہے آپ نے عرض کیا کہ الہی میں اسی حال میں خوش ہوں مجھ کو اور کچھ درکار نہیں۔ یہاں جناب قبلہ نے فرمایا کہ سرکار نے تو ان کی تقدیر میں یوں ہی لکھ دیا تھا کہ یہ ہمیشہ خانہ بدوش پھریں گے پھر مکان کیوں کر لیتے آخر انھیں کی زبان سے اقرار لے لیا کہ میں کچھ نہیں چاہتا غرض یہ ہے کہ مقدر سے زیادہ کسی کو کچھ نہیں ملتا۔



حضرت نوح علیہ السلام تمام عمر روتے رہے

ایک روز ارشاد ہوا کہ جب حضرت نوح کی دُعا سے طوفان برپا ہوا اور وہ کشتی پر سوار ہوئے تو شیطان بھی آ موجود ہوا اور بولا کہ آپ نے خوب ہی کیا جو دعا مانگ کر خلقت کو غارت کرادیا۔ آپ ہدایت کرتے ہیں بہکاتے

بہکاتے دق ہو گیا دونوں خرابی میں مبتلا تھے اب خوب پاؤں پھیلا کے چین سے سوئیں گے
 نہ ہدایت کا کھڑاک رہا نہ گمراہی کا بکھیڑا یہ بات سن کر حضرت نوح عَلَيْهِ السَّلَام تاعمر روتے

رہے
 جہاں دار داند جہاں داشتن! یکے رابریدن یکے کاشتن
 نہ بایں است مہرونہ با آن ست کیں تو دانا تری اے جہاں آفریں!



شیطان کی نافرمانی

ایک روز ارشاد ہوا کہ شیطان نے تو یہ نافرمانی کی حضرت آدم کو سجدہ نہ کیا اور
 حضرت آدم سے یہ تقصیر ہوئی کہ دانہ گندم باوجود ممانعت کھالیے حکم سرکاری سے عدول
 کرنے میں دونوں مساوی تھے لیکن جب عتاب ہوا تو شیطان نے بیدھڑک جواب دیا قَبِمَا
 اَغْوَيْتَنِي اَوْر حضرت نے شرما کر فریاد کی کہ رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَعْفِرْ لَنَا
 وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ط اس وقت حضرت سے پوچھا گیا کہ تم نے یہ جھوٹ
 بولا کہ اس فعل کو اپنے نفس کی طرف منسوب کیا آیا ہم فاعل حقیقی نہیں ہیں حضرت آدم نے
 عرض کیا کہ بار خدا یا بلا شک میں تجھے فاعل حقیقی جانتا ہوں لیکن معصیت کو تیری ذات پاک
 کی طرف نسبت کرنے سے مجھے شرم آئی اور مقتضائے ادب یہی معلوم ہوا۔

گناہ گرچہ نبود اختیار ما حافظ تو در طریق ادب کوشش و گونا گناہ من است
 یہ ادب ان کا پسند بارگاہ کبریائی ہوا مقبول ٹھہرے اور شیطان مردود خیر رد و قبول تو
 دوسری بات ہے مگر ان کا جھوٹ اور اس کا سچ خدا پر دونوں روشن تھے۔

ایک روز خدمت مبارک میں ایک بزرگ تشریف لائے تھوڑی دیر کے بعد کہنے
 لگے کہ حضرت میں تو آپ کی بڑی تعریف سن کر آیا تھا لیکن آپ تو بالکل خالی ہیں اس وقت
 ارشاد ہوا کہ صاحب ہمیں تو آج تک یہ بھی معلوم نہ ہوسکا کہ ہم خالی ہیں یا بھرے بہت

سے فقرا سے ملے اکثر بزرگوں کی خدمت میں گئے کسی نے یہ پتہ دیا بارے الحمد للہ کہ آپ کی زبان سے یہ عقدہ حل ہو گیا اتنی بات کہہ سن کر وہ بزرگ قلندر صاحب کے مزار پر فاتحہ خوانی کے لیے گئے وہاں سے روٹے پیٹتے ہوئے بھاگے آئے اور جناب و قبلہ کے قدموں میں سر رکھ دیا اور عذر و معذرت کرنے لگے کہ برائے خدا میرا قصور معاف فرمائیے مجھ کو یہ حال معلوم نہ تھا حضرت نے فرمایا صاحب وہ بھی تمہارا ہی گمان تھا اور یہ بھی تمہارا خیال ہے۔ ہم تو جیسے جب تھے ویسے ہی اب ہیں نہ آپ کے اقرار سے کچھ بیشی ہوئی نہ انکار سے کچھ کمی ہمارا قصور تو آپ نے کچھ کیا نہیں جس کی معافی واجب ہو۔



قلب مثل آئینہ ہو گیا

ایک روز ارشاد ہوا کہ راجہ رنجیت سنگھ کے عہد میں کشمیر کے اندر ایک مجذوب تھے کباب وہی نہایت رغبت سے کھایا کرتے تھے ایک شخص ان کے واسطے کباب وہی لایا انھوں نے کھایا اور کہنے لگے کہ کیا خوب کباب اور کیا خوب وہی ہے یہی کہتے کہتے وہی لانے والے کا قلب مثل آئینہ ہو گیا کہ سات سو کوس کا حال اس کو نظر آنے لگا پھر وہ شخص مرغزار کشمیر میں جا بیٹھا بیس برس تک یہی کیفیت رہی مگر ایک دن مثل شمع گل ہو گئی اور جیسا تھا ویسا ہی رہ گیا اس کے غم و الم میں وہ شخص جا بجا پھرتا رہا سبحان اللہ کے پاس بھی آیا تھا انھوں نے سن کر فرمایا کہ بھائی یہ بات تو ہمارے خواب و خیال میں بھی نہیں تو سلیمان شاہ صاحب کی خدمت میں جاؤ اس زمانہ کے مشہور و معروف بزرگ ہیں غرض ان کے پاس گیا انھوں نے فرمایا کہ میاں جو بات تو بیان کرتا ہے خود ہم پر بھی نہیں گذری بھلا ہم کیا تعلیم کریں ہمارا طریقہ تو یہ ذکر و اذکار وہ شخص شاہ صاحب کا مرید ہو گیا۔ ایک بار ہم سے بھی ملاقات ہوئی کہنے لگا کہ سلیمان شاہ صاحب کا میں مرید ہو گیا ہوں لیکن جو بات پہلے تھی وہ اب خواب میں بھی نہیں اور وہ مجذوب پھر کہیں نہ ملے۔ شاید ان کا انتقال ہو گیا۔ راقم نے

عرض کیا کہ حضرت بیس سال کے بعد یہ بات جاتی کیوں رہی جناب و قبلہ نے فرمایا کہ بغیر جدوجہد اس کو مل گئی تھی اگر چند روز ان بزرگ کی خدمت میں رہتا تو قیام و ثبات اس حالت کو ہو جاتا اور وہ شخص کامل اور مکمل تھا جس کی ایک نظر ملی یہ بات پیدا ہو گئی تھی لیکن یہ اپنے خیال میں کامل ہو گیا تھا کہ خدمت میں رہنا اختیار کیا اور وہ بات قائم نہ رہی چراغ کے گل ہوتے ہی اندھیرا ہو گیا۔



اللہ میاں کے ایک بلا تھا

ایک روز ارشاد ہوا کہ اگلے زمانہ میں اکثر لوگ تحصیل علم کے بعد فقیری اختیار کرتے تھے۔ اب وہ زمانہ ہے کہ علم ہو یا نہ ہو مرید ہوتے ہی فقیری کا دم بھرنے لگتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ جو فقیر ہوتا ہے اس کو علم بھی حاصل ہوتا ہے بلکہ علماء پر زبان طعن و تشنیع دراز کرتے ہیں کہ ان کو تفسیر و حدیث کے معنی نہیں آتے اور ہم کو اللہ تعالیٰ نے علم لدنی عطا فرمایا ہے اس طرح سے جاہلوں میں بیٹھ کر اپنی تعریف کرتے ہیں اور عجیب و غریب معنی پیدا کرتے ہیں۔ چنانچہ نقل ہے کہ ایک مرید نے اپنے پیر سے پوچھا کہ حضرت اَمَنْتُ بِاللّٰهِ کے کیا معنی ہیں جواب دیا کہ میاں یہ بات خلوت میں بتلانے کی ہے اس میں بڑا راز ہے عالموں کو ان معنی کی خبر نہیں زہار کسی کے سامنے بیان مت کیجیو ورنہ پھانسی جاؤ گے علماء نے بہت فقیروں کو قتل کر دیا ہے کیا تم نے سنا نہیں کہ شاہ منصور کو ملا نون نے دار پر کھینچ دیا تھا انھوں نے اسی اَمَنْتُ بِاللّٰهِ کے معنی ظاہر کر دیئے تھے تو سنو معنی یہ ہیں اَمَنْتُ بِاللّٰهِ اللہ میاں کے ایک بلا تھا وَ مَلِكِي كِتَابِي اور ملائی کھا جاتا تھا وَ كِتَابِي اس کے پیچھے کتے لگا دیئے وَ رُسُولِي اور اس کو رسی سے باندھ دیا وَ الْيَوْمِ الْآخِرِ اور اس پر قیامت آگئی وَ الْقَدْرِ خَيْرُهُ وَ شَرُّهُ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰی اور اپنے کتے کی سزا کو پہنچ گیا۔ اور یاد رکھو کہ فقراء آخر کو یہی بھید مرید کے کان میں کہہ دیتے ہیں اور وہ کامل ہو جاتا ہے پھر خلافت دے کر اس کو روانہ

کرتے ہیں۔ سو آج سے تو بھی ہمارا خلیفہ ہو گیا۔ واہ سبحان اللہ کیا تعلیم اور کیا فقر ہے بس آج کل ایسی فقیری اور یہ پیری مریدی ہے جس نے علماء کو زیادہ بُرا بھلا کہا وہی فقیر کامل ہے۔



شربت میں بھنگ

ایک روز ارشاد ہوا کہ لکھنؤ میں ہم نے سنا کہ یہاں ایک فقیر صاحب توجہ دیتے ہیں جس کا لوگوں پر بہت اثر ہوتا ہے ہم بھی پہنچے فقیر صاحب نے اوّل مزاج پوچھا پھر آنے کا سبب دریافت کیا جو بات تھی ہم نے صاف کہہ دی بولے کہ اچھا تشریف رکھے اتنے میں سب مرید جمع ہو گئے شربت پر فاتحہ ہوئی اور پیالہ گردش میں آیا

الا یا ایہا لساقی ادر کا سا ونا و لہا۔

ہماری بھی نوبت آئی ہم نے کہا کہ صاحب ہم کو تو نزلہ کا عارضہ ہے اس سے معاف رکھے بولے کہ اس پر خوبہ نقشبند کی فاتحہ دی گئی ہے اور ان کی برکات سے توجہ کا خوب اثر ہوتا ہے بغیر اس کے فیض و فائدہ غیر ممکن ہے ہم نے کہا خیر مرضی خدا ہم بھی مجبور ہیں۔ غرض شربت کے بعد توجہ شروع ہوئی اور حریفان ہم مشرب لوٹنے اور اونگھنے لگے ہم تو جیسے گئے تھے ویسے ہی بیٹھے رہے جب مجلس برخاست ہوئی تو ہم بھی اٹھ کر چلے باہر آن کر اس کے ایک مرید راز دار نے ہم سے کہا کہ میاں صاحب خوب ہوا جو تم نے شربت نہ پیا۔ اس میں تو بھنگ ملائی جاتی ہے ہم نے شکر کیا اور لا حول پڑھ کر چلے آئے۔

از خدا نے بوائے اور انے اثر و عوالتش افزون زشیت و بو البشر
دیونہ نمودہ و راہم نقش خویش اور ہی گویدز ابدالیم بیش
حرف درویشاں بد زودیدہ بے ناگمان آید کہ ہست او خود کے

اوندا کردہ کہ خوان بہادہ ام نائب ہقم خلیفہ زادہ ام
 سالہا باید کو ستر آدمی آشکارا گردو از بیش و کی
 اے بسا ابلیس آدمی روئی بہت پس بہر دستے نباید داد دشت



مجنوب سونے کے کڑے پہنتے ہی مارے گئے

ایک روز ایک نواب کا معتمد جناب و قبلہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور نواب کی طرف عرض کیا کہ اس عاجز کے لیے وقت خاص میں دعا فرمائیے تاکہ اپنے مقصد کو پہنچوں حضرت نے فرمایا کہ ہم کو ایک نقل یاد آئی مولوی شاہ عبدالعزیز صاحب کی خدمت میں ایک راجہ حاضر ہوا کرتا تھا گردش گیتی سے اس پر ایک وقت ایسا آیا کہ اس کا راج ضبط ہونے لگا وہ گھبرا کر شاہ صاحب کے پاس دوڑا آیا اور عرض کیا کہ حضرت مجھ پر آج وقت پڑا ہے ہمت کیجئے ورنہ ناحق میرا ملک ضبط ہوتا ہے میں آج ہی کے دن کے لیے خدمت عالی میں حاضر ہوتا تھا آپ پہلے تو خاموش ہوئے پھر فرمایا کہ راجہ صاحب میں بے چارہ تو ملا ہوں کوئی مسئلہ دریافت کرنا ہو تو کر لو اور اس مطلب کے واسطے کوئی فقیر تلاش کرو اس نے کہا کہ اس کو بھی آپ ہی بتائیں گے مولوی صاحب نے فرمایا کہ ایک بڑے زبردست مجنوب بھول چھٹیاری کے محل پر رہتے ہیں ان کی خدمت میں جاؤ اگر تمہارے لیے ان کی زبان سے کچھ بہتر نکل جائے تو کام بن گیا ورنہ خیر جو مرضی الہی۔ غرض دوسرے دن وہ راجہ مجنوب کی خدمت میں گیا اس نے دیکھتے ہی کہا تمہارا ملک بحال انعام و خلعت مزید برآں راجہ یہ مژدہ سنکر خوش خوش مولوی صاحب کے پاس آیا اور جو مجنوب کی زبان سے نکلا تھا وہ کہہ سنایا مولوی صاحب نے فرمایا کہ جاؤ راجہ صاحب تمہارا کام تو ہو گیا مگر وہ بچہ اس کا خمیازہ بھگتنے لگا ایک مہینے کے بعد راجہ کو سب خرخشوں اور دغدغوں سے فراغ و اطمینان ہو گیا اور انعام بھی ملا اور خلعت بھی شیرینی لے کر شادان و فرخان مولوی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور

ایک جوڑی سونے کے کڑوں کی بھی نذر کے لیے لایا آپ نے فرمایا کہ میرا حق نہیں جس نے دُعا کی وہی مستحق ہے راجہ مولوی صاحب کے اشارہ کے موافق یہ سب سامان اس مہذب کے پاس لے گیا وہ مطلق ملتفت نہ ہوا راجہ نے سونے کے کڑے ان کے ہاتھوں میں پہنا دیئے اور شیرینی تقسیم کرا دی صبح کو شہرت ہوئی کہ وہ مہذب مارے گئے شاہ صاحب کے صبح مبارک میں جب یہ خبر پہنچی تو فرمایا کہ دیکھا جو اپنی جان سے ہاتھ دھوتا ہے وہ ایسے مقدمہ میں زبان ہلاتا ہے بھلا ہم ملا آدمی مفت جان کیوں دیتے الجاصل حضرت نے یہ نقل بیان فرما کر ارشاد فرمایا کہ خاں صاحب کسی فقیر کو تلاش کیجئے شاید کوئی خدا کا بندہ ایسا بھی نکل آوے اور ہمارے نزدیک تو خاص وقت میں اگر نواب صاحب یاد آویں تو اس خاص وقت پر بھی تین حرف ہیں۔



کیا قتل جس نے نظیر کو یہ وہی تو خانہ خراب ہے

ایک روز کا ذکر ہے کہ صبح کے وقت ایک سیاح محمد صالح عرب جناب و قبلہ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ ایک راز ہفتہ کے واسطے جو حضور پر روشن ہے فلاں فقیر صاحب نے آپ کی خدمت میں مجھ کو بھیجا ہے یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ ہمیں ایک نقل یاد آئی۔

نقل نادر شاہ کے لشکر نے جب دہلی میں قتل عام کیا اور تاخت و تاراج کر کے پھر اپنے ملک کو چل دیا تو اس کے کسی سردار کے ہاتھ ایک عورت نہات کھلیہ و جلیہ غنیمت میں آئی۔ اتفاق میں یہ عورت دہلی کے کسی امیر کی بیوی تھی اور اپنے خاوند کی عاشق زار اور وہ بھی اس کا ولدادہ و جان نثار ایک کو دوسرے کے بغیر کل نہ پڑتی تھی، گردش روزگار و تغیر لیل و نہار نے ایک درانی کی قید میں کابل پہنچا دیا، درانی اس کے حسن و جمال کو دیکھ کر شیفتہ و متعزز ہوا اور عقد کا خواستگار بنا چار اس نیک بخت نے جواب دیا کہ میں بیوہ نہیں جو نکاح خانی کر لوں

خاوند زندہ چھوڑا ہے چھ ماہ صبر کرو پھر تم مختار ہو تمہارے بس میں ہوں اتنی مہربانی کیجئے کہ ایک مکان مجھے شہر کے باہر بنوادے تاکہ آئندہ روندہ کو وہاں ہر وقت دیکھتی رہوں امیر نے یہ بات مان لی اور جو ملی تعمیر کرادی چار مہینے بعد اس کا شوہر اس کی جستجو میں کابل پہنچا اور اسی دروازہ سے ہو کر نکلا عورت نے پہچان لیا۔

وہ چلا جاتا ہے دوستو ذرا اس سے بچتے رہا کرو

کیا قتل جس نے نظیر کو یہ وہی تو خانہ خراب ہے

اور کہلا بھیجا کہ اقرار میں ابھی دو مہینے باقی ہیں وقت ہاتھ سے نہیں گیا اگر تم سے بن پڑے تو رہائی کی کوئی تدبیر نکالو ورنہ قید فرنگ ہے چھوٹنا معلوم اور یہ کام کسی کمال سے نکلے تو نکلے ورنہ اور کوئی چارہ نہیں اس طالب صادق نے یہ اشارہ پا کر کمال کی تلاش میں نہایت تگ و دو کی آخر جو بندہ بابتدہ ایک دن اسی جستجو میں سرگرداں و پریشان پھر رہا تھا کہ ایک فقیر نے خود اس سے کہا کہ تم یہاں خراب و خستہ پھرتے ہو تمہارے شہر میں فلاں فقیر فلاں محلہ کا باشندہ موجود ہے اس کے پاس چلے جاؤ اور ہمارا اسلام کہو وہ تمہارا کام کر دے گا یہ بیچارہ بہتر از خرابی افغان و خیزان دہلی آیا اور اس فقیر کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی سب داستان درد و غم کہہ سنائی فقیر صاحب نے ہنس کر فرمایا کہ وہ بھی عجب بیوقوف تھے کہ تمہیں میرے پاس بھیجا کیا وہ خود نہیں کر سکتے تھے خیر کل ہونے والی ہے ہم اس میں کرشن بنیں گے جس وقت رادھا گم ہو کر پھر ملی تو تم کہنا کہ حضرت میری رادھا تو ملی ہی نہیں اُسے بلا دیجئے۔ غرض دوسرے دن ہوئی کا ہنگامہ گرم ہوا اور فقیر صاحب کرشن بنے سانگ شروع ہوا پہلے غل مچا کہ رادھا گم ہوئی پھر بہت تلاش و جستجو کے بعد شور ہوا کہ وہ ملی وہ ملی امیر نے ارشاد کے موافق عرض کی کہ حضرت میری رادھا تو ملی ہی نہیں شاہ صاحب نے یہ سن کر کابل کی طرف ہاتھ بڑھایا اور اس کی عورت کی چوٹی پکڑ کے سامنے لاکھڑا کیا اور فرمایا کہ یہ لے اپنی رادھا کہاں سے آگئی۔ امیر نے جھٹ پٹ اس پر اپنی چادر ڈال دی اور خوش خوش گھر لے آیا عورت سے دریافت کیا کہ یہاں تم کس طرح سے پہنچیں اس نے کہا کہ آج مجھے بہت اضطراب و بیقراری تھی۔ کیوں کہ وعدے کی گھڑی شام کو پوری ہونا چاہتی تھی میں اس فکر

میں تھی کہ دیکھئے پردہ غیب سے کیا ظاہر ہوتا ہے۔ پلنگ پر پڑے پڑے آنکھ الگ گئی خواب میں دیکھا کہ پلنگ پر سے گری آنکھ جو کھلی تو اس مجمع میں کھڑی تھی اس سے زیادہ مجھے کچھ خبر نہیں کہ کیا معاملہ ہوا حضرت نے یہ ارشاد فرما کر سیاح سے کہا کہ آپ کو ناحق اتنی دور بھیجا آپ انہیں کے پاس چلی جائیں۔



پنڈت جی جوان جاٹنی سے لپٹ گئے

ایک روز ارشاد ہوا کہ ایک جوتشی پنڈت سفر میں تھا اس نے احکام نجوم سے معلوم کیا کہ فلاں تاریخ و فلاں ساعت میں اگر کوئی شخص عورت سے قربت کرے تو لڑکا پیدا ہوگا۔ پنڈت بنے اور نجوم ورٹل میں دستگاہ کامل حاصل کرے اسی امید پر وہ اپنے گھر کی طرف روانہ ہوا تاریخ معینہ پر اپنے وطن کے نواح میں جا پہنچا ایک ایک زور و شور کی گھٹاٹھی اور موسلا دھار بارش برسنے لگی جنگل میں ایک مکان کچا بنا ہوا تھا پنڈت جی نے وہاں پناہ لی اتنے میں ایک جوان جاٹنی مینہ کے مارے وہیں آگئی اب مصر جی بار بار آسمان کی طرف گھبرا کر دیکھتے ہیں کہ مینہ تھمے تو میں گھر کی راہ لوں۔ جاٹنی نے یہ کیفیت دیکھ کر پوچھا کہ مہاراج تمہیں ایسی گھبراہٹ کیوں ہے انہوں نے تمام قصہ بیان کیا تو جاٹنی بولی کہ بھلا مصر جی وہ گھڑی کب آوے گی مصر جی نے کہا کہ بس وہ یہی گھڑی ہے تب جاٹنی نے کہا کہ مہاراج اب تم گھر پہنچ نہیں سکتے اور یہ گھڑی بیت جاوے گی۔

گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں

چون کہ وقت تنگ تھا اور مینہ کے آثار تھمنے کے نظر نہیں آتے تھے ناچار مصر جی نے جاٹنی ہی سے زانچہ کی بدملائی قدرت خدا بعد مدت معہودہ جاٹنی سے لڑکا پیدا ہوا جب چار برس کا ہوا تو وہ کھیل کے طور پر زمین میں لکیریں کھینچ کر زانچہ ستاروں کا بنا تاریخ طفلی میں بھی ہم جو کھیل کھیلے تو صنم کا

غرض یہ ہے کہ لڑکے کا پیدا ہونا تو پنڈت نے دریافت کیا مگر اس احمق کو یہ معلوم نہ ہوا کہ اس کے گھر میں پیدا ہوگا یا جاٹ کے گھر میں۔

خدا کشتی آنجا کہ خواہد برد اگر ناخدا جامہ برتن درد
 این سعادت بز دور باز و نیست تانہ بخشد کہ خدائے بخشندہ



حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہ کو رنڈی کے ہاتھ

فروخت کر دیا

ایک روز ارشاد ہوا کہ حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہ کو کسی شخص نے رنڈی کے ہاتھی فروخت کر دیا چوں کہ آپ نہایت حسینہ و جمیلہ تھیں اس نے زیور لباس حسن خداداد کی جلا دیکھ کر ان کو بالا خانہ پر بٹھا دیا مشتاقوں کا ہجوم ہونے لگا مگر بوقت شب جس شخص کو ناکہ اُن کے پاس بھیجتی۔ اس سے کہتیں کہ اول وضو کر کے دو گانہ پڑھ لو جہاں دو گانہ پڑھا اور حضرت رابعہ نے ہمت باطنی مبذول کی پھر تو اس شخص کی آنکھیں کھل جاتیں تھیں اور صبح کو چپ چاپ چلا جاتا تھا۔

تازم بچشم خود کہ جمال تو دیدہ است

اتم بیائے خود کہ بکویت رسیدہ است

ہر روز بوسہ ہازنم این دست خویش را

گودا منت گرفتہ بسویم کشویدہ است

سال بھر تک اسی طور سے فیض جاری رہا کہ جو شخص ایک شب ان کے پاس رہا وہ

بھرنہ آیا۔

قدغن ہے کہ اس کو میں کوئی آنے نہ پاوے

گر بخیر آجائے تو پھر جانے نہ پائے
 نائک نے خیال کیا کہ یہ کیا بات ہے کہ جو شخص ایک دفعہ آتا ہے وہ دوبارہ صورت
 نہیں دکھاتا۔ اُس کے حسن و جمال اور ناز و ادا اور صورت و سیرت میں کسی طرح کی کسر نہیں
 لیکن مصرع

کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے
 ایک رات پوشیدہ ہو کر نائک نے تمام کیفیت دیکھ لی صبح کو ان کے قدموں پر گر
 پڑی کہ میرا قصور معاف کرو مجھ کو حال معلوم نہ تھا آج سے میں نے تم کو آزاد کیا فرمایا کہ
 احمق تو نے مجھ کو آزاد کیا فیض برباد کیا، خیر مرضی خدا یہیں تک تھی۔



خوب سمجھ کر پڑھیں

ایک روز ارشاد ہوا کہ امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ ایک روزہ
 نماز فجر کے لیے مسجد میں تشریف لیے گئے دیکھا کہ ایک شخص قبلہ رو پہلوئے راست پر سو رہا
 ہے خیال کیا کہ شاید نماز پڑھ کے سو گیا ہے پھر ظہر کے وقت گئے تب بھی اسی کروٹ سے
 سوتے پایا۔ پھر عصر و مغرب کے اوقات میں بھی وہی کیفیت جب وقت مغرب تک ہونے
 لگا تو اس کو جگایا اور فرمایا کہ نماز قضا ہوئی جاتی ہے وہ شخص جاگا اور وضو کر کے اول نماز فجر کی
 نیت کی تو دیکھتے ہیں کہ ٹھیک صبح کا وقت اور نور کا ٹڑکا ہے پھر اس نے ظہر کی نیت کی تو وقت
 ظہر معلوم ہونے لگا اور جب عصر کی تو وقت عصر موجود تھا اور مغرب کی نیت کی تو مغرب کا پھر
 مجدد صاحب سے اس نے کہا کہ نماز کے لیے تو آپ نے جگا دیا مگر میرا حال نہ پہچانا کہ کیا
 ہے بھلا اس حالت کے زور و نماز کیا شے ہے۔ لیکن اس سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ نماز کچھ شے
 نہیں بلکہ ایسی حالت کے فقیر ہر وقت نماز میں رہتے ہیں۔ گویا ہر میں نماز پڑھیں۔



مسجد الٹ دی

ایک روز ارشاد ہوا کہ ایک درویش کو ازراہ کشف معلوم ہوا کہ ایک آدمی مسجد کے اندر فعل شنیع کر رہا ہے چونکہ نیا نیا عرفان حاصل ہوا تھا درویش کے دل میں جوش غضب پیدا ہوا اور ہمت باطن سے مسجد الٹ دی اس کے مرشد کو خبر ہوئی کہا میں نے کیا کیا مرید نے جواب دیا کہ حضرت خانہ خدا اور ایسا فعل مجھ کو تحمل نہ ہو سکا، مرشد نے کہا کہ ابے احمق تو کون تھا جس گھر میں یہ فعل ہو رہا تھا کیا اس کا مالک علیم و بصیر و خیر نہ تھا تو نے کیوں دخل کیا۔
بر نقش خود است فتنہ نقاش کس نیست دریں میان تو خوش باش
غرض یہ کہ فقیر اللہ تعالیٰ کے کاموں میں دخل نہیں دیتے نہ کسی کے لیے دُعا کرتے ہیں نہ کسی کے واسطے بددعا۔



لاچ بری بلا ہے

ایک روز کسی شخص نے سوال کیا کہ حضرت معرفت اور وصول الی اللہ کے کیا معنی ہیں آپ نے فرمایا کہ ہم کو ایک نقل یاد آئی کہ ایک راجہ تھا وہ ہردواڑ میں آیا اور منادی کرائی کہ فلاں تاریخ گنگا کے کنارے بڑا بھاری دان کروں گا جس کو لوٹنا ہو آوے اور لوٹے تاریخ معینہ پر خلقت جمع ہوگئی راجہ کے کنارے دریا پر قسم قسم کے میووں اور طرح طرح کے کھانوں اور عمدہ عمدہ پوشاکوں اور آرائش کی چیزوں کے ڈھیر لگا دیتے اور ایک چھوٹی سی کشتی مرصع و رنگین تمام ساز و سامان سے آراستہ کرائی اس پر فانوس روشن کئے گئے اور بیچ میں ایک گھڑا سر بہر رکھوایا جس پر عجیب و غریب نقاشی اور طلائی کام ہو رہا تھا وہ کشتی منجھدار میں

چھوڑی گئی اور حکم عام دیا گیا کہ جس کا جی چاہے لوٹ لے لوگ ٹوٹ پڑے اور اپنی خواہش کے موافق لوٹنے لگے وہ کشتی جو اس شان و شوکت سے دیکھی سمجھے کہ بڑی دولت اور بیش بہا جواہر ضرور اس کشتی میں ہوں گے۔ اس طمع میں ہزاروں آدمی دریا کے اندر کودے کوئی ڈوبا کوئی دو قدم چل کر کوئی چار قدم چل کر غرض بہت سی جانیں تو کشتی کی آرزو میں گئیں لیکن چند آدمی ہاتھ پاؤں پیٹ کر کشتی تک جا پہنچے اور بڑے ذوق و شوق کے ساتھ اس گھڑے کو کھولا تو دیکھا کہ بالکل خالی بس اسی پر تم اپنے سوال کا جواب قیاس کر لو۔

اگر درخانہ کس است حرفے بس است

ایک روز ارشاد ہوا کہ فقیری میں صحبت کو بڑا اثر ہے اور مردان خدا نے اسی کو

جزوا عظم سمجھا ہے

یک زمانے صحبتے با اولیاء بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا
جو باتیں بچپن سے دل میں سمائی ہیں وہ کانوں کی راہ سے آئی ہیں اور کانوں ہی
کے رستہ سے نکلیں گی

بھو بھاگت بھاگت بھاگے رنگ لاگت لاگت لاگے
بہت دنوں کا سویا منوا جاگت جگت جاگے!
یعنی رفع اوہام و شکوک کے لیے ایک مدت چاہیے۔

عمرے باید کہ یار آید بکنار

مگر اس زمانہ کے لوگوں کا تو یہ حال ہے کہ آج مرید ہوئے وظیفہ پوچھ کر گئے
دوسرے دن ہی شکایت کرتے ہیں کچھ اثر نہیں ہوا یہ نہیں سوچتے کہ عمر بھر کی کثافت کو ایک
دن کا وظیفہ کیا دور کر سکتا ہے اور مرشد کو ایسی کیا عرض پڑی ہے کہ اپنی صفائی وقت کو چھوڑ کر
دوسرے کے حال پر متوجہ ہو اور وہاں بالفرض ایسا بھی کر لے تو مرید کا تمام عمر کا علم مٹانا اور
اس کی بجائے اپنے علم کو جمانا کوئی ہتھیلی کی سرسوں نہیں ہے۔ ہاں رفتہ رفتہ عرصہ و راز کی
صحبت میں اصلاح حال خوب ہوتی ہے اگر دفعۃً نظر ڈالی جائے تو مرید سے تحمل کتب ہو سکتا
ہے جیسے میاں جعفر شاہ پٹیا لوی نے ہمارے ہم سبق کو بار اٹھا طریقہ تعلیم کا بتدریج ہے جس

طرح لوہار لوہے کو گرم کرتا ہے پھر چوٹ لگا کر بڑھاتا ہے یا سنا آہستہ آہستہ کوٹ پیٹ کرتا رہتا رہتا بار بار جنتری میں نکالتا تب وہ درستی کے ساتھ تیار ہوتا ہے۔ اگر بے ڈھنگے طور پر زور آور ہوں تو کیا ہوگا فوراً چیز ٹوٹ پھوٹ کر خراب و ضائع ہو جائیں گی۔ پس ہر کام میں صبر ضرور ہے۔

در بلا صبرے بیاید مردارا صبر خود کے باشد اہل دردرا



گرو جی نے بھنگ پی لی

ایک صاحب نے اپنے دوست کو لکھا کہ تمہارے بعد جناب قبلہ نے مجھ کو سلسلہ نقشبندیہ میں داخل فرمایا چند روز میں اس قدر فیض و فائدہ حاصل ہوا کہ قابل تحریر نہیں۔ یہ خط پڑھ کر ان کے دل میں خیال گزرا کہ افسوس چند روزہ مرید تو اپنے مطلب کو پہنچ جاوے اور میں محروم جب یہ صاحب حاضر خدمت ہوئے تو اثناء گفتگو میں حضرت نے ارشاد فرمایا کہ ہم کو ایک نقل یاد آئی ہے۔ کسی چیلہ نے اپنے گرو سے شکایت کی کہ گرو جی مجھے چار سال ہو گئے اب تک کچھ اثر مرتب نہیں ہوا، ہنوز روز اول ہے۔ کہا اچھا دیکھا جاوے گا دوسرے روز گرو جی نے بھنگ گھوٹ کر خود پی لی اور اس چیلہ کو بھی پلا دی۔ تھوڑی دیر کے بعد پوچھا کہ کہو چیلہ جی کیا حال ہے کہا گرو جی کچھ نہ پوچھو ایک دھوندھو کال ہے اور کچھ نظر نہیں آتا، گرو نے کہا ابے یہاں دھوندھو کال کے سوا اور کچھ نظر نہیں آویگا بس اسی دھوندھو کال میں سب چلے گئے ہیں تو بھی چلا جا۔ سو صاحب یہاں سوائے توحید کے اور کیا رکھا ہے جو نظر آوے اور اگر کسی نے کچھ دیکھا ہے تو یہ اسکے تخیلات اور وہمیات پر محمول ہے ان شعبدات کا کیا اعتبار اللہ تعالیٰ ان سب سے منزہ و مبرا ہے پس ما سوا اللہ سب ہیج ہے۔

مے صرف وجدت کے نوش کرو کہ دنیا و عقبی فراموش کرو



سیاہ رنگ بہتر ہے

ایک روز ایک طالب کی استدعا کے جواب میں ارشاد ہوا کہ ایک رنگریز تھا جب کوئی شخص اس کے پاس کپڑا رنگنے کے واسطے لاتا اور کہتا کہ فلاں قسم کا رنگ مطلوب ہے تو وہ کہتا کہ میاں صاحب یوں تو ہر قسم کا رنگ مجھ کو رنگنا آتا ہے لیکن میرے نزدیک تو سیاہ بھرا سب سے بہتر ہے۔ پس ہم سے پوچھو تو تو حید کے سامنے سب مدارج و مراتب ہیچ ہیں لیکن یہ ایسی بات نہیں کہ تم کو زبانی بتلا دیں نہ اسکی کوئی کتاب ہے کہ سبق پڑھاویں کیوں کہ یہ امر حال و وجدان ہے نہ قال و بیان عبارت و اشارت میں اس کی گنجائش نہیں دیکھو اس حجرہ کو اگر کہا جائے کہ عین درگاہ قلندر صاحب ہے تو یہ بھی غلط اور اس کا عکس بھی غلط اور دونوں صحیح بھی ہیں۔ سمجھنے کی ہے بات کہنا نہیں۔



غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ اور محبوب الہی رحمۃ اللہ علیہ

ایک روز ارشاد ہوا کہ مدارج دینی و دنیوی جب تک پروردگار نہ عطا فرمائے اپنی کوشش سے حاصل نہیں ہوتے ہزار ہا اولیاء اللہ گذرے اور صد ہا غوث و قطب گذرے لیکن درجہ محبوب سبحانی غوث الاعظم شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کو عطا فرمایا۔ اور درجہ محبوب الہی سلطان المشائخ نظام الدین چشتی بدایونی قدس سرہ کو عطا فرمایا۔ ع
جا کوہ چاہے وہی سہاگن ہوئے
یہ درجہ محبوبیت سوائے ان دو بزرگوں کے اور کسی ولی اللہ کو جل شانہ نے مرحمت نہیں فرمایا۔

ایک روز کسی شخص نے سوال کیا کہ علامت فقیر کیا ہے اس کے جواب میں فرمایا

کہ خاکستر ہونا یعنی جس طرح خاکستر خوشبو اور بدبو دونوں کو ڈھانپ لیتی ہے اسی طرح فقیر بھی لوگوں کے عیب مضمحل و ثواب اور نیک و بد پر نظر نہیں کرتا۔

گرچہ تیر از کمان ہی گذرد از کمان دار بیند اہل خرد
از خداوان خلاف دشمن و دوست کہ دل ہر دو در تصرف اوست



یقین کی تین قسمیں

ایک روز ارشاد ہوا کہ یقین کی تین قسمیں ہیں۔ ایک علم یقین، دوسری عین یقین، تیسری حق یقین۔ دیکھو یہ گھڑا جو سامنے دھرا ہے تم اس کی صورت دیکھ کر جان سکتے ہو کہ اس کے اندر پانی ضرور موجود ہے جو صاف و سفید و سیال ہے اور جو تنگی کو رفع کرتا ہے پس یہ یقین علم یقین ہے لیکن جب تم اس گھڑے کا ڈھکنا اٹھا کر آنکھ سے دیکھ لو کہ بے شک اس کے اندر پانی ہے اور وہ ان تمام صفات سے موصوف ہے تو یقین عین یقین ہے پھر تم گھڑے میں سے پانی انڈیل کر پی لو تو اس وقت پانی کی حقیقت ایسی منکشف اور عیاں ہو جائے گی کہ علم اور عین دونوں پر پانی پھر جائے گا۔ تم میں اور پانی میں کوئی واسطہ اور حجاب باقی نہ رہے گا بلکہ تمہاری اور اس کی حقیقت واحد ہو جائے گی۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ ملتان سے ہم حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر گئے اور تین روز وہاں رہے ان کے فقیروں میں تعصت و تعالیٰ اس قدر دیکھی کہ جس کا بیان نہیں ہو سکتا ہے۔ خاندان چشت کو ہمارے سامنے برا کہنے لگے حتیٰ کہ حضرت شیخ فرید گنج شکر قدس اللہ سرہ کو کہنے لگے کہ ہمارے مرشد میاں باہو صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ اگر بابا فرید صاحب میرے زمانہ میں ہوتے تو میں ان کی مشاہدہ ذات کو پہچانتا باوجود اس زہد کے ان کو مشاہدہ نہیں نصیب ہوا۔ ہم نے کہا بابا فرید قدس سرہ تو علیحدہ رہے۔ حضرت میراں شاہ بہیک قدس سرہ کو تمہارے میاں باہو تو حید میں تو پہنچے ہی نہیں بلکہ

توحید کی توہوانہ تمہیں نہ میاں باہو کو نصیب ہے بابا فرید قدس سرہا تو اپنے عہد کے سلطان ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ ادھم و جنید تھے۔ بلکہ ایسا فقرہ لکھنا ایسے شخص کی بابت کہ جو منفرد ہوا ہے کمال ہی نادانی و حسد ہے۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ طے سلوک تک پیر کا واسطہ رہتا ہے مگر منزل عرفان کے بعد جو قرب مرید کو حاصل ہوتا ہے اس کی خبر پیر کو بھی نہیں ہوتی۔ جیسے دو لہا و دلہن کے ہر کام کے کفیل ان کے ماں باپ ہوتے ہیں مگر پردہ خلوت کے اندر جو کیفیت پیش آتی ہے اس کو ان دونوں کے سوائے کوئی غیر نہیں جان سکتا ہے۔ ع

حال خلوت شاہ داندیا عروس



گویا صور پھونک دیا

ایک روز ارشاد ہوا کہ خاندان نقشبندیہ میں تو صفائی اور معلومات مبتدی کا دل بہالتی اور ہمت بڑھاتی ہے۔ ایسے ہی خاندان چشتیہ میں ذوق و شوق کی چاٹ طبیعت کو اچاٹ نہیں ہونے دیتی مگر خاندان قادر یہ میں مبتدی کو بجز بے حاصلی کے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا اسی لئے بعض طالب مایوس ہو کر کمر ہمت کھول دیتے ہیں البتہ مدت دراز اور مجاہدہ کثیر کے بعد آخر میں یہ کیفیت ہوتی ہے کہ گویا دفعۃً صورت پھونک دیا یا جیسے کنواں کھودتے کھودتے یکبارگی بم پھٹ گیا بھر تو سبحان اللہ سب کیفیتیں اس کے سامنے گرد ہیں اور اگر طالب کو کچھ حاصل نہ ہو اور اس راہ میں کھیت رہا تو یہ ہزار مراد سے بہتر ہے کیوں کہ راہ خدا میں حاصل و حصول کیا جو قدم اس طرف اٹھا وہی نقد و وقت ہے۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ ریاضت و مجاہدہ بھی ایک امر ضروری ہے دیکھو جب کھر باکی قوت دھیمی پڑ جاتی ہے تو رگڑنے سے پھر تیز ہو جاتی ہے اسی طرح طالب کا قلب مجاہدہ سے تروتازہ رہتا ہے۔

ایک روز کسی صاحب نے عرض کیا حضرت مخدوم علاؤ الدین صاحب صابر قدس سرہ کو اس قدر جلال تھا کہ جو شخص یا جو چیز آپ کے سامنے آتی سوختہ ہو جاتی اس پر ارشاد ہوا کہ مخدوم صاحب کو تجلی ذات و مشاہدہ ذات دوائی تھا اور ایسا مشاہدہ و جلال چند ہی اولیاء اللہ کو ہوا ہے۔



بغیر کسی مشغلے کے لطفِ زندگی نہیں

ایک روز ارشاد ہوا کہ ایک بزرگ نے جناب الہی میں عرض کیا کہ جب غلام بہوٹھا اور بے کار ہو جاتا ہے تو دستور ہے کہ اس کو خدمت سے آزاد کر دیتے ہیں پس میں چاہتا ہوں کہ آئندہ مجھ کو بھی بندگی سے آزادی ملے حکم ہوا کہ اور جو چاہو مانگ لو مگر آزادی طلب نہ کرو اس بزرگ نے پھر یہی درخواست کی اور قبول ہو گئی اس کے بعد کسی نے ان سے پوچھا کہ کہو اب کیا حال ہے؟ جواب دیا کہ ۔

بندگی شد محو و آزادی نماںد ذرہ ذرہ غم و شادی نماںد
بے صفت گشتم نہ گشتم بے صفت عارم اماند انم معرفت!!
عرض یہ ہے کہ بغیر کسی مشغلے کے لطفِ زندگی نہیں آدمی کو کچھ نہ کچھ دھندا ضرور چاہیے۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ اس مصرع کے معنی بیان کر دے

بہم پاک ہم عمر گس نشست و نیشد

جب حاضرین میں سے کسی نے جواب نہ دیا تو فرمایا کہ نہ نشست کے معنی تو ظاہر ہیں اور نیشد سے یہ مراد ہے کہ جو لوگ فنا فی الرسول ہو جاتے ہیں ان کے جسم پر بھی مکھی نہیں بیٹھتی۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ منشاء سرکاری یہی ہے کہ انسان اپنے آپ کو نہ دیکھے جیسے

آنکھ تمام جہان کو دیکھتی ہے لیکن اپنے آپ کو نہیں دیکھ سکتی ۔
چشم بند ہر کم و ہر بیش را لیک نتواند کہ بند خویش را
اسی طرح ناک ہر شے کی خوشبو و بدبو سونگھتی ہے اپنے پیٹ کی بدبو سے محض بے
خبر ہے۔ ہاں اگر فضل خدا شامل حال ہو اور کوئی مرد خدا اپنے وجود کی سیر کرادے تو سبحان
اللہ۔



قطعہ

مجھے قتل کر کے وہ بھولا سا قاتل قضا مری لاش پر آن نکلا
سر ہانے کھڑا ہو کے پٹیا کہ ہے ہے یہ کشتہ تو کچھ پہچان نکلا
نقل ہے کہ بدرالدین پانی پتی بساطی ہمیشہ حضرت قبلہ کی خدمت عالی میں حاضر
ہوتا تھا اور یہ بھی ضرور عرض کرتا تھا کہ حضور میرے لیے دعا فرمائیے لیکن حضرت بھی ہر روز
فرمایا کرتے تھے کہ تِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِ لَهَا بَيْنَ النَّاسِ ۝ میاں آج کل ایسے ہی دن
میں ہیں کہ ہماری دعا برعکس اثر کرتی ہے ۔

مانگا کریں گے اب سے دعا بھریا رکی

آخر تو دشمنی ہے اثر کو دعا کے ساتھ

ایک دن بعد نماز عشاء میاں بدرالدین آئے اور کہنے لگے کہ حضرت آج تو
ضرور دعا کیجئے آپ نے فرمایا کہ بھائی آج کل ہماری دعا الٹا اثر کرتی ہے کیوں کہ دن اچھے
نہیں اور پھر یہ نقل بیان فرمائی۔

نقل: ایک مجذوب دہلی میں رہا کرتے تھے اتفاقاً مساک باران ہوا اور خلق خدا
جمع ہو کر زار و نالان قاضی صاحب کے پاس آئی۔ قاضی ان کو ہمراہ لے کر بادشاہ سلامت کی
خدمت میں پہنچے کہ نماز استسقاء پڑھنی چاہیے بادشاہ نے کہا بہت اچھا چنانچہ تین دن نماز
پڑھی کچھ موثر نہ ہوئی بادشاہ نے فرمایا کہ کسی فقیر کو میرے پاس لاؤ لوگوں نے ایک مجذوب کو

پیش کیا بادشاہ نے ان سے دعا کی التجا کی مجذوب نے لنگوٹ کھول کے دیا کہ یہ دھولاؤ اور سوکھنے کو ڈال دو تھوڑی دیر کے بعد بڑے زور سے بارش ہونے لگی۔ بادشاہ نے پوچھا یہ کیا بات ہے مجذوب نے کہا آج کل اللہ میاں سے ہمارا بگاڑ ہو رہا ہے ہم جو بات چاہتے ہیں وہ اس کے خلاف کرتے ہیں۔ اب ہمارا لنگوٹ سوکھنے نہیں دیں گے۔ جب خوب مینہ برس لیا لوگوں نے اس لنگوٹ کو آگ پر سکھا دیا مینہ تھم گیا پس میاں بدرالدین ان دنوں میں ایسا ہی معاملہ ہو رہا ہے ہماری دعا کا اثر خلاف ہوتا ہے اس نے کہا کہ حضرت الٹا اثر ہو یا سیدھا آپ دعا کیجئے آپ نے فرمایا کہ اچھا دعا کریں گے تم جانو ہنوز جلسہ برخواست نہیں ہوا تھا کہ ایک آدمی دوڑا ہوا آیا اور یہ خبر لایا کہ میاں بدرالدین تمہاری بیوی کنوئیں میں گر پڑی۔ حضرت نے فرمایا ابھی تو ہم نے دعا بھی نہیں مانگی۔ وعدہ ہی کیا ہے میاں بدرالدین یہ سنتے ہی دوڑے اتنے میں تھانہ دار آ پہنچا ان کی بیوی کو کنوئیں میں سے نکلوا یا اور پوچھا کہ تجھ کو کس نے گرایا تھا اس نے میاں بدرالدین کا نام لیا اب وہ غریب بنا کر وہ گناہ کرنال کی عدالت میں حاضر کئے گئے لیکن حضرت قبلہ نے چلتے وقت یہ فرما دیا تھا کہ مقدمہ کی پیشی کے وقت ہمارا تصور کرنا۔ جب مقدمہ پیش ہوا انگریز نے عورت کا بیان لیا۔ اس نے تین چار دفعہ یہی کہا کہ بدرالدین نے گرایا اس وقت میاں بدرالدین کو حضرت کا ارشاد یاد آیا تصور کرنا شروع کیا۔ عورت خود بخود کہنے لگی کہ صاحب ایک اور بڑا ظلم مجھ پر کر رکھا ہے انگریز نے پوچھا وہ کیا کہا میرے سر پر تین ریچھ بٹھار کھے ہیں۔ انگریز نے دریافت کیا کہ کہاں ہیں کہا یہ دیکھو بالوں میں پھرتے ہیں۔ حسب اتفاق میاں صاحب میاں اللہ بندے صاحب نمبر دارے حضرت کے خادم بھی وہیں کچھری میں موجود تھے انھوں نے کہا کہ صاحب یہ تو پاگل ہے۔ غرض میاں بدرالدین رہا ہو گئے ان کی بیوی جب ہوش میں آئی تو شوہر سے مخاطب ہوئی کہ ارے کبخت مجھ کو کچھری میں کیوں لایا ہے اس نے کہا کہ ظلم تو لائی ہے یا میں آخر پانی پت آئے اور حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے فرمایا کہ میاں بدرالدین ہم تمہارے لیے دعا کریں کہا کہ حضرت بس میں دعائے باز آ یا مجھے بغیر ہی دعا کے پانی پت رہنے دیجئے آپ نے فرمایا تمہاری خوشی ہم نے تو پہلے ہی کہہ دیا تھا لیکن تم نے نہ



اللہ کے فرشتے نے مال خریدا

ایک روز کسی شخص نے تنگی رزق کی شکایت کی آپ نے فرمایا کہ ہم کو ایک نقل یاد آئی ہے۔ ایک بڑا تاجر تھا اس نے جمعہ کے دن وعظ میں یہ آیت سُنی فی السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوعَدُونَ ۝ اس کے دل میں شبہ پیدا ہوا کہ ہم دور دراز ملکوں کا سفر طے کر کے قابل پسند اشیاء لاتے ہیں۔ تب ان سے نفع حاصل ہوتا ہے اور ہمارا پیٹ بھرتا ہے اگر اسباب خراب و ناکارہ ہو تو بھلا کون بول لے گا۔ اور کیوں کر ہمارا نفع حاصل ہوگا یہ سوچ کا برادہ امتحان وہ سب قسم کی اشیاء تجارتی کو چھوڑ بیٹھا اور بے ناکہ کی سوئیاں ہزار ہا روپیہ کی بھر لیں کہ دیکھوں اس بیکار چیز کو کون خریدتا ہے۔ خدا کی قدرت چند مدت کے بعد ایک سودگر بے ناکہ کی سوئیوں کا گاہک آیا تمام دوکانوں پر دریافت کیا تو یہ چیز کہیں نہ نکلی لوگوں نے اس تاجر کا پتہ بتایا وہاں پہنچا اور بڑی خواہش ظاہر کی اس کے حسب دلخواہ دام دے دیئے اور تمام مال خرید لیا۔ جب سود بک چکا اور معاملہ ہو گیا تو تاجر بہت متعجب ہوا کہ الہی یہ بے وقوف اس نکمی چیز کو کہاں بیچے گا اور کیا نفع اٹھائے گا یا کسی کام میں لائے گا یہ ہی خیال کر کے اس کے ہمراہ ہولیا وہ مال اٹھوا کر لے گیا اور کشتی میں لا کر حکم دیا کہ جاؤ اس کو دریا میں ڈال دو اس وقت اُس نے سوال کیا کہ صاحب تم کون ہو کیوں تم نے یہ سوئیاں خریدیں۔ اور کس لیے دریا میں پھینک دیں۔ اس نے جواب دیا کہ میں فرشتہ ہوں اللہ تعالیٰ نے تیرے رزق پر متعین کیا ہے جو تیرے لیے مقدر تھا تجھ کو پہنچا دیا۔ یہ تیری بے وقوفی تھی جو تو نے خیال کیا میری کوشش سے رزق ملتا ہے۔ اتنا کہہ کر غائب ہو گیا غرض یہ ہے کہ جو کچھ تمہارے لیے مقدر ہے وہ کسی نہ کسی طرح تم کو بالضرور ملے گا رنج کرو یا خوشی رزق مقسوم میں کی بیشی ممکن نہیں۔

انچہ نصیب است بہم میرسد گر نہ ستانی بہ ستم میرسد



مسجد سے باہر خدا کے گھر میں

ایک روز کسی شخص نے کشاکش رزق کے لیے وظیفہ پوچھا اس وقت ارشاد ہوا کہ اگر درود و وظائف پر روزی موقوف ہوتی تو دنیا میں ملائوں کے برابر کوئی دولت مند نہ ہوتا بلکہ وظائف تو اس معاملہ میں اور الٹا اثر کرتا ہے کیوں کہ دنیا ایک میل کچیل ہے اور نام خدا صابون بھلا صابون سے میل کیوں کر بڑھ سکتا ہے تم نے کسی وظیفہ خواں کے گھر ہاتھی گھوڑے بندھے نہ دیکھے ہوں گے بلکہ وظیفہ پڑھنے والے تو اکثر محتاج ہی نظر آتے ہیں۔ خدا کا نام تو صرف اس لیے ہے کہ اس کی برکت سے دنیا کی محبت دل سے دور ہو جائے نہ اس لیے کہ آدمی دنیا میں زیادہ آلودہ ہو۔ یہ باتیں سن کر اس شخص نے پھر اصرار کیا تو فرمایا کہ خیر یا بَاسِطُ الرِّزْقِ پڑھا کرو۔

دنیا طلبی کا کیا کام۔



لالہ جی کی جو رو نے اپنے پاس سٹلا لیا

ایک روز کسی شخص نے عرض کیا کہ حضور دیکھئے تو فلاں شخص نے حصول دنیا کے لیے کیسی کیسی کوشش کی عزت کھوئی ذلت اٹھائی لیکن دنیا ہاتھ نہ آئی آپ نے فرمایا کہ ہاں ہم کو ایک نقل یاد آئی ہے کہ ایک امیر کسی کہترانی پر عاشق ہوا ہر چند کوشش کی مگر کسی طور سے حصول مطلب کی راہ نہ پائی آخر کچھ مدت کے بعد اس کو پتہ چلا کہ اس عورت کا شوہر بھینس کا

بڑا شوق رکھتا ہے۔ اس عاشق نے ایک بیش قیمت اور نہایت خوبصورت بھینس عمدہ نسل کی خریدی اور گنواروں کی صورت بنا کر اس کھتری کے سامنے سے نکلا وہ بھینس کو دیکھتے ہی لوٹ ہو گیا پوچھا کہ چودھری بھینس بیچو گے وہ بولا کہ لالہ جی بھینس کیا بیچوں ایک بڑا بھاری روگ لگ گیا ہے اگر کوئی بھلا مانس میرا علاج کر دے تو میں بھینس یوں ہی اس کو نذر کروں لالہ نے پوچھا کہ بتاؤ تو سہی ایسی کیا بیماری ہے اس نے کہا کہ میری شادی ہو گئی ہے لیکن مجھ کو عورت کی صحبت کا ڈھب یاد نہیں اس شرمندگی کے مارے جان سے تنگ ہوں جو کوئی مجھ کو یہ کام سکھلا دے تو میں اس کا پیلا ہو جاؤں اور یہ بھینس بھی اس کو دے دوں۔ یہ بات سن کر لالہ نے تامل کیا اور اپنی بیوی کے پاس دوڑے گئے اور کہا کہ ایک بیوقوف سا آدمی ہے اور ایک بھینس نہایت عمدہ اس کے پاس ہے۔ اگر تم اس کو ذرا یہ بات سکھا دو تو کیا بگڑے گا بھینس ہم کو مفت ہاتھ لگے گی وہ بھی راضی ہو گئی بھینس والے کو اپنے مکان پر ٹھہرا لیا اور رات کو لالہ کی جو رو نے اپنے پاس سلایا مگر وہ چپ چاپ پڑا رہا۔ صبح کو لالہ نے پوچھا کہ کہو جی اب تو تم نے ترکیب سیکھ لی ہو گی بولا کہ نہیں تو لالہ جی مجھے تو کچھ بھی معلوم نہیں ہوا وہ اپنے گھر میں بہت خفا ہوا اور کہا اس کو خوب سکھا دے تاکہ بھینس دے کر اپنا رستہ لے۔ پھر تو اُس نے خوب دل کھول کر کوک شاستر کا سبق پڑھایا لالہ نے اس سے دریافت کیا تو اس نے کہا کہ ہاں اگر ایک مہینے تک اسی طرح سکھایا جاوے تو البتہ سیکھ لوں گا ورنہ آج کا آموختہ کل کا ہے کو یاد رہے گا لالہ نے سوچا کہ یہ تو کونی بڑا ہی مورکھ ہے اگر لوگوں کو یہ بات معلوم ہوئی تو بڑی روسیاہی ہو گی اس سے کہا کہ جاؤ میاں صاحب کہیں اور جا کے سیکھ لو۔ وہ امیر اپنی بھینس کا رسہ پکڑ کر چلتا ہوا اسی طور سے شیطان دنیا داروں کو دنیا کی بھینس دکھلا کر طمع دنیا میں پھانس لیتا ہے وہ اپنا تنگ و ناموس بھی کھوتے ہیں اور دنیا بھی ہاتھ نہیں آتی۔



شیطان ہمارا عاشق ہے

نقل ہے ایک روز ایک منشی صاحب مختار کا نواب مڑیل (رئیس کرناٹ) حضرت قبلہ کی خدمت میں حاضر ہو کر بڑی شد و مد کے ساتھ خود ستائی کرنے لگے کہ حضرت دیکھئے میں نے نواب صاحب کے کیا کیا کام انجام دیئے نسب نامہ درست کرایا جاگیر مقرر ہوئی سرکار سے مراتب پائے یہ میری ہی خوبی تدبیر و حسن خدمت کا نتیجہ ہے حضرت نے فرمایا کہ منشی صاحب ہم کو ایک نقل یاد آئی قیامت کے دن اللہ تعالیٰ شیطان کو طلب فرمائے گا اور بعد حساب و کتاب ستر ہزار فرشتوں کو حکم دے گا کہ اس لعین کو زنجیروں سے جکڑ کے کشاں کشاں دوزخ میں لے جاؤ وہ یہ سن کر میدان قیامت میں گر پڑے گا ہر چند فرشتے زور کریں گے وہ اپنی جگہ سے جنبش نہ کرے گا پھر اور ستر ہزار فرشتوں کو حکم ہوگا وہ سب مل کر زور لگائیں گے مگر شیطان کو حرکت نہ ہوگی غرض چار بار ستر ہزار فرشتے زیادہ ہوں گیا اور جنبش بھی نہ دے سکیں گے اس وقت اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اے ملائکہ یہ ملعون تم سے نہیں بلے گا اس کی گردن میں طوق لعنت کا بار گراں ہے۔ یہ اس کی طاقت ہے کہ اٹھائے پھرتا ہے تم سے وہ جنبش بھی نہ کر سکا یہ ہمارا عاشق صادق ہے جس وقت ہم حکم دیں گے خود بخود دوزخ میں جا کرے گا تم اس کو چھوڑ دو۔ سونی الحقیقت یہ آپ ہی کے دم قدم سے ہوا۔ دوسرے کا حوصلہ نہ تھا منشی صاحب چپ رہ گئے اور نہایت نادم و نجمل ہوئے اور حاضرین مجلس ہنسنے لگے۔ ع

ثنائے خود بخود گفتن مزید

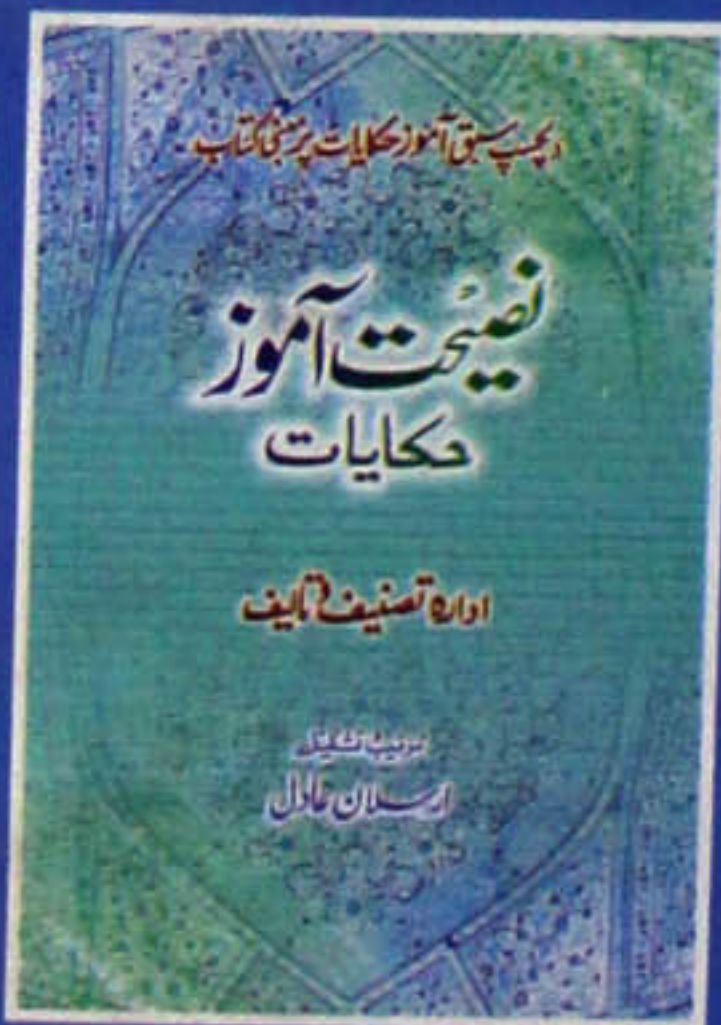
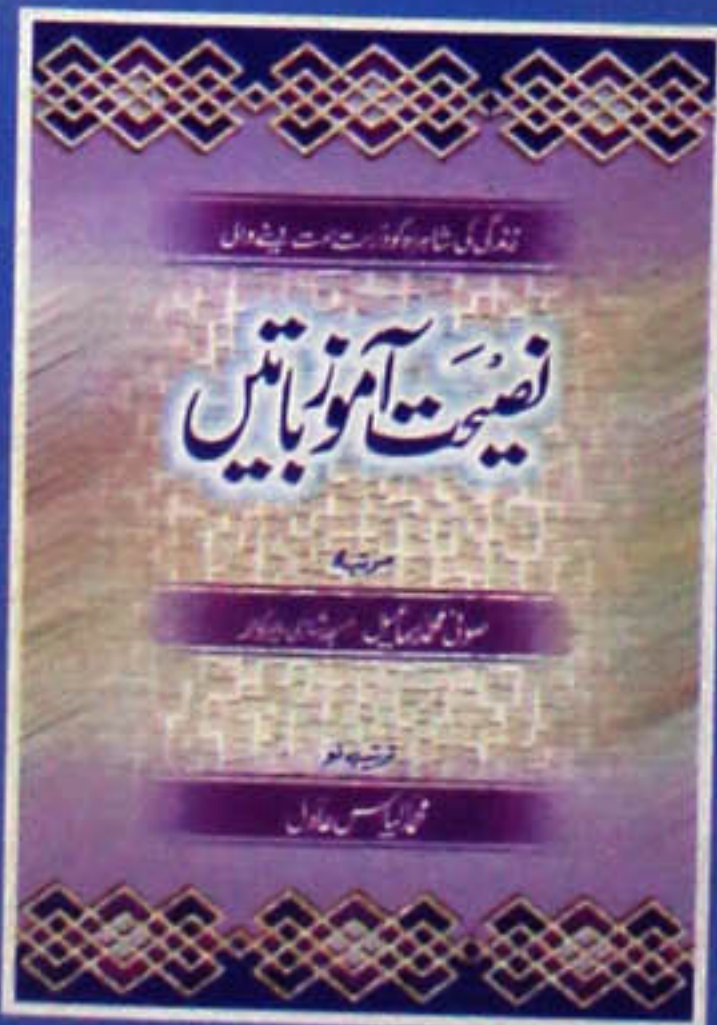
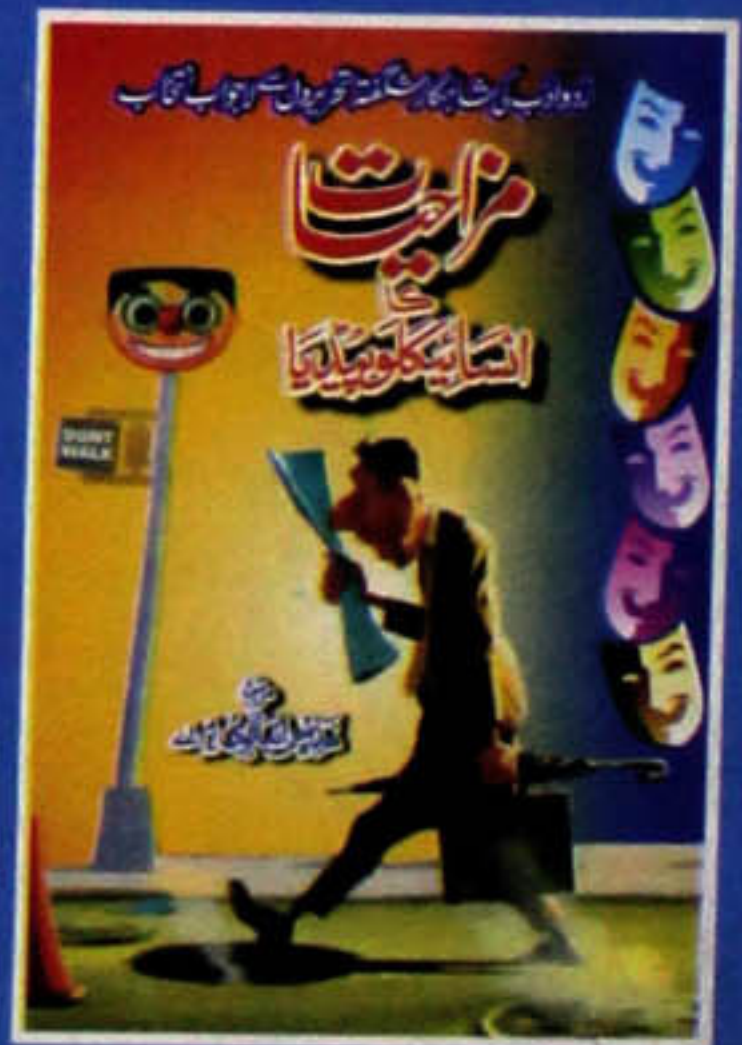
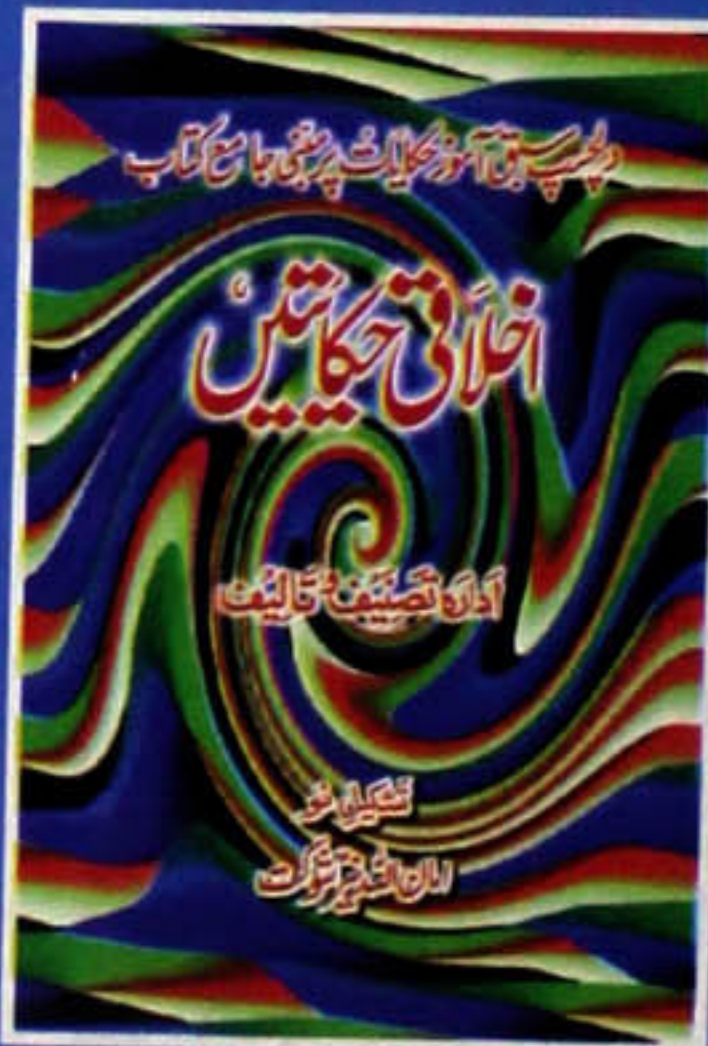
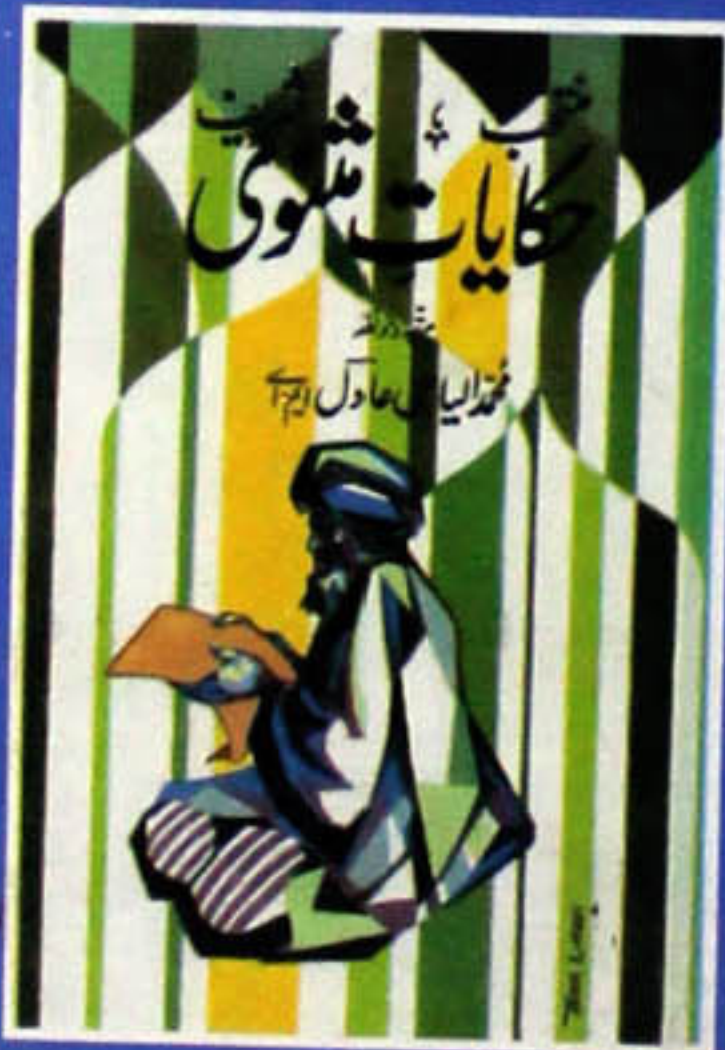
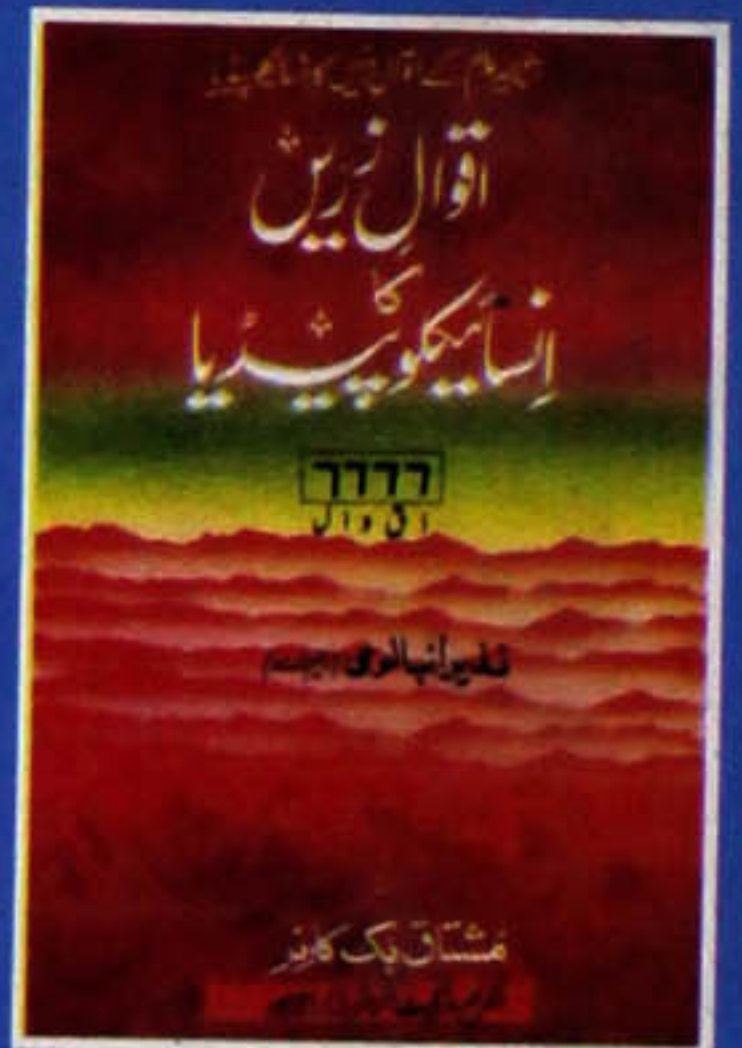
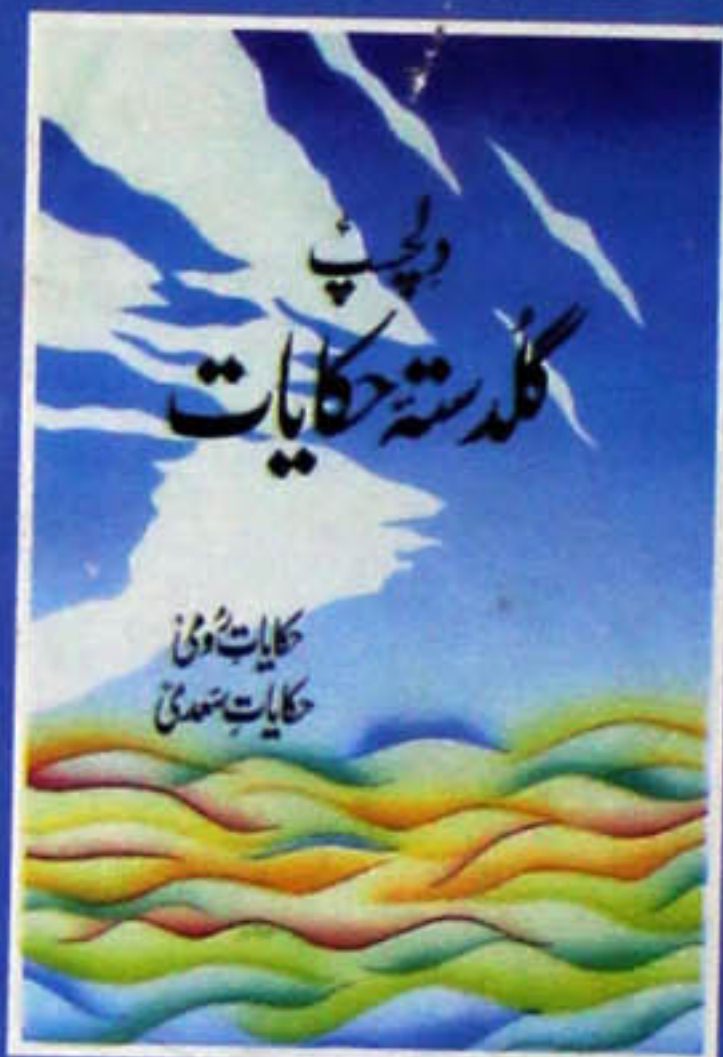
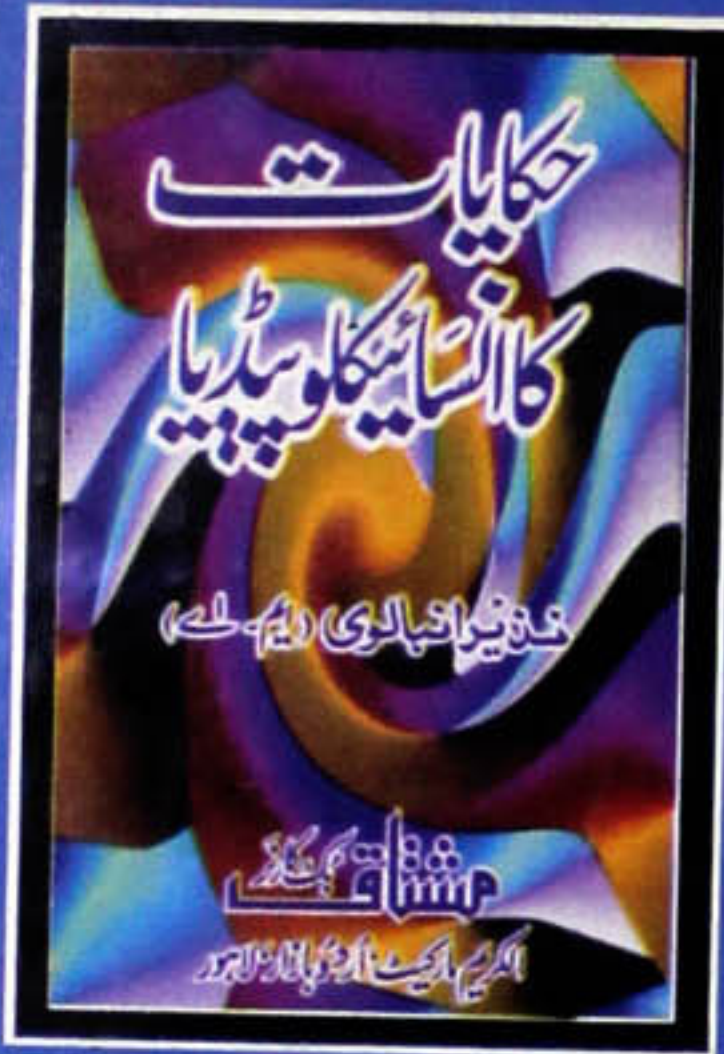


حضرت جنید رحمۃ اللہ کی کرامت

ایک روز کسی شخص نے حکیم محمد حسین پانی پتی سے استفسار کیا کہ تم کو جناب مولوی غوث علی شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوتے ہوتے عمر صد گذرا بھلا ان کی کوئی کشف و

کرامت بھی دیکھی حکیم صاحب نے کہا نہ اس عرض سے جاتے ہیں ورنہ ہم نے کوئی بات نہیں دیکھی دوسرے دن جب حسب عادت آئے تو حضرت نے ان کو اپنے پاس بٹھایا اور مزاج پوچھا اس کے بعد اور حاضرین کی طرف مخاطب ہو کر ارشاد کیا کہ آج ایک نقل ہمیں یاد آئی ہے اور وہ یہ ہے کہ ابو بکر واسطی جو بڑے عالم تھے حضرت جنید کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سال بھر تک ساکت و خاموش وہاں کی صحبت کا رنگ ڈھنگ دیکھتے رہے۔ جب کوئی کشف و کرامت حضرت جنید کی جو پابند شرع تھے نہ دیکھی تو دلبرداشتہ ہو کر حضرت سے رخصت چاہی آپ نے ان کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا بھلا مولوی صاحب آپ برس دن تک رہے نہ اپنی کہی نہ ہماری سنی یہ بات ہے تو کیا ہے اس وقت موقع پا کر ابو بکر واسطی نے عرض کیا کہ حقیقت میں بات تو یہ ہے کہ میں بیعت کے ارادہ سے حاضر ہوا تھا سال بھر رہ کر دیکھتا رہا مگر آپ سے کوئی کشف و کرامت ظاہر نہیں ہوئی وہی عالموں کا سا طور و طریق ہے۔ نماز روزہ تہجد و اشراق چاشت درس تدریس جب آپ میں اور عالموں سے کوئی فوقیت نہیں پائی ناچار اس نے اجازت چاہی حضرت نے یہ سن کر فرمایا کہ بھلا اس سال بھر میں جنید سے کوئی امر خلاف سنت رسول اللہ صلعم بھی سرزد ہوا ابو بکر نے جواب دیا کہ نہیں اس وقت حضرت نے ہاتھ جھٹک کر فرمایا کہ جا جنید کی یہی کرامت ہے ہاتھ جھٹک کر یہ کہنا تھا کہ ابو بکر نے کپڑے پھاڑ کر جنگل کی راہ لی بعد چھ مہینے کے پھر آئے تو حضرت نے مثل سابق وہی ارشاد فرمایا اور جواب پا کر پھر ہاتھ جھٹکا ابو بکر نے نعرہ مارا اور بیابان کا رستہ لیا۔ غرض تیسری دفعہ جب چھ مہینے کے بعد آئے حضرت نے ہاتھ پکڑ کے وہی ارشاد کیا تو ابو بکر نے کہا کہ میں آپ میں کوئی امر خلاف سنت رسول اللہ نہیں پاتا اور یہ کہنا تھا کہ حضرت نے چھاتی سے لگایا اور اس حاضر جوابی سے خوش ہو کر خرقہ خلافت عطا فرما کر رخصت کیا حکیم صاحب کہتے ہیں کہ میں اس نقل کو سن کر مارے شرم کے پانی پانی ہو گیا اور بہت منفعل ہوا اور پھر بھول کر بھی ایسا خیال دل میں نہیں لایا بعد وصال حضرت یہ بات بھی زبان پر آئی ورنہ پہلے خاموش رہا۔





مشاق بک کاندھلوی
انصاری محمد رفیع

انصاری محمد رفیع - اردو بازار، لاہور